یا ایها الناس قد
جاء کم برهان من ربکم
برہان الدین

حالی از خدا اشتغال بہ بندہ نعمتے و کرامتے عیاں بود وصوف لباس مستوران بود۔ رسالہ قشیریہ باب التصوف ص۱۴۹ میں ہے قال الاستاذ هذه التسمية غلبت على هذه الطائفة فيقال رجل صوفي وللجماعة صوفية ومن يتوصل الى ذالك يقال له متصوف وللجماعة متصوفة وليس يشهد لهذا الاسم من حيث العربية قياس ولا اشتقاق والاظهر فيه انه كاللقب فاما قول من قال انه من الصوف وتصوف اذا لبس الصوف كما يقال تقمص اذا لبس القميص فذالك وجه ولكن القوم لم يختصوا بلبس الصوف ومن قال انهم منسوبون الى صفة مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فالنسبة الى الصفة لا تجيئ على نحو الصوفي ومن قال انه مشتق من الصفا فكانهم في الصف الاول بقلوبهم من الله تعالى فالمعنى صحيح ولكن اللغة لا تقتضي هذه النسبة الى الصف ثم ان هذه الطائفة اشهر من ان يحتاج في تعيينهم الى قياس لفظ واستحقاق اشتقاق۔ سوال کیا صحابہ وتابعین تبع تابعین بھی صوفیہ تھے اور تصوف وصوفی کے نام کی شہرت کس سنہ میں ہوئی۔

جواب صحابہ وتابعین واتباع تابعین وجملہ صالحین صوفیہ ہیں لیکن ان کا نام صوفیہ مشہور نہ ہوا کیونکہ صحابیت سے بہتر کوئی فضیلت نہیں ہے اس لئے ان کو صحابہ کہا گیا اور جنہوں نے صحابہ کی صحبت اختیار کی ان کو تابعین اور تابعین کے صحبت یافتہ حضرات کو اتباع تابعین کہا گیا پھر لوگوں کے مراتب واحوال مختلف ہو گئے جن خاص لوگوں کو دینی امور میں زیادہ توجہ ہوتی تھی ان کو عابد زاہد کہا گیا پھر اس کے بعد بدعات ظاہر ہوئے اور لوگوں میں اختلاف شروع ہوا ہر فریق زاہد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا ایسے وقت پر اہل سنت کے خاص لوگ جو اپنے انفاس کی اللہ تعالیٰ کیساتھ رعایت وحفاظت کرتے تھے اور اپنے قلوب کو غفلت کے راستوں سے محفوظ رکھتے تھے تصوف وصوفی سے مشہور ہوئے اور سنہ دو صد ہجری سے کچھ مدت پہلے یہ نام مشہور ہوا جیسا کہ رسالہ قشیریہ میں ہے اعلموا رحمكم الله تعالى ان المسلمين بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يتسم افاضلهم في عصرهم بتسمية علم سوى صحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ لا فضيلة فوقها فقيل لهم الصحابة ولما ادرك اهل العصر الثاني سمي من صحب الصحابة

کسی فقیہ کے پاس نہ بیٹھا اگر اس فقیہ سے حسن بصری کو افضل کہا۔ وكان اذا ذكر عنده ابي جعفر محمد بن علي بن الحسين رضي الله تعالى عنه قال ذالك الذي يشبه كلامه كلام الانبياء (صفحہ ۸۳) القول المستحسن ابو جعفر امام محمد باقر بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس حسن بصری کا جب ذکر آتا تو فرماتے حسن بصری وہ شخص ہے کہ اسکا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہے ۱۲

ان تمام روایات سے حسن البصری رضی اللہ عنہ کا علم وزہد وتقویٰ وعابد ہونا ثابت ہوا۔ اسکے علاوہ حسن بصری کے فضائل ومناقب کے اثبات میں بہت روایات القول المستحسن میں ... موجود ہیں ... وروایت بر التقا علیا۔ القول المستحسن ص۹۹ ... کی عبارت منقول ہے وہ اذ قال تحت المقدمات فبين أن العبد الان في المقصود مستعينا بالله المعبود الخ۔ باب في اللقا قال الحافظ جلال الدين السيوطي ناقلا عن الحافظ زين الدين العراقي في شرح جامع الترمذي عند الكلام على حديث رفع القلم عن ثلثة قال علي بن المديني الحسن راى عليا بالمدينة وهو غلام وقال ابو زرعة كان الحسن البصري يوم بويع لعلي بن ابي طالب ابن اربع عشرة سنة وراى عليا بالمدينة۔ وقال الحسن رأيت الزبير يبايع عليا

انتہی ص ۱۰۲ القول المستحسن جبکہ مقدمات ارادہ کی تمہید ہو چکی تو اب بندہ اصل مقصود اللہ معبود سے استعانت کر کے شروع کرتا ہے۔ تا آخر لقا کا باب حافظ جلال الدین سیوطی نے حافظ زین الدین عراقی سے شرح جامع ترمذی میں رفع القلم عن ثلثہ ...

من التابعین وتابعیھم وھو امام وقتہ فی کل فن وعلم وزھد وورع وعبادۃ وقال ابن الاثیر روی الحسن البصری من الصحابۃ مثل ابی بکرۃ الثقفی وانس وسمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنھم وروی عنہ خلق کثیر من التابعین

جو محبت کو غیر حق کی کدورت سے صاف و پاک رکھے تو وہ صافی ہے اور جو حبیب محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کو شرک و تعطیل و عیوب و نقصان سے منزہ اور غیر کے خیال سے پاک صاف کرکے محو حبیب و مستغرق محبوب حقیقی ہو تو وہ صوفی ہے صوفیہ کے اقسام تین ہیں جیسا کہ اسی کتاب ص۲۵ میں ہے اہل آن معنی اندرین درجہ بر سہ قسم اند یکے صوفی بود و دیگر متصوف و سہ دیگر مستصوف پس صوفی آن بود کہ از خود فانی بود و بحق باقی و از قبضۂ طبائع رستہ و بحقیقت پیوستہ۔ و متصوف آنکہ بمجاہدہ ایں درجہ را ہمی طلبد و اندر طلب خود را بر معاملت ایشان درست ہمی کند و مستصوف آنکہ از برائے مال و منال و جاہ و حظ دنیا خود را مانند ایشان کردہ و ازیں ہر دو چیز (صوفی و متصوف) ہیچ خبر ندارد تا حدیکہ گفتہ اند المستصوف عند الصوفیۃ کالذباب وعند غیرھم کالذئاب۔ وجہ تسمیہ صوفی۔ غالباً ابتداءً گروہ صوفیہ کی صوف پوشی کی وجہ سے بطور لقب ایک شخص کو صوفی اور جماعت کو صوفیہ کہا جاتا ہے اسی طرح اس گروہ صوفیہ میں شامل و تشبہ کرنے والا ایک ہو تو متصوف اور جماعت کو متصوفہ کہا جاتا ہے بعض نے صوفی کو صوف سے مشتق کہا ہے جب صوف پہنے تو تصوف کہا جاتا ہے جیسا کہ جب قمیص پہنے تو تقمص کہا جاتا ہے یہ وجہ ٹھیک ہے لیکن صوفیہ صوف پوشی سے مخصوص و مختص نہیں ہیں اور بعض نے صوفی کو صفہ مسجد نبوی کے طرف منسوب کیا ہے لیکن صفہ کی طرف نسبت ہو تو صُفّی ہونا چاہیے نہ کہ صوفی بعض نے صوفی کو صفا سے مشتق کہا ہے یہ از روئے لغت صحیح نہیں کیونکہ صفا سے مشتق و منسوب ہو تو صفائی ہونا چاہیئے نہ کہ صوفی اور بعض نے صف سے مشتق کہا ہے یعنے صوفیہ حضور الٰہی میں اپنے قلوب کیساتھ صف اول میں حاضر ہیں اس لئے صوفی نام ہوا یہ وجہ معنی کے اعتبار سے تو صحیح ہے لیکن از روئے لغت صف کی طرف نسبت ہو تو صفی ہوگا نہ کہ صوفی۔

بہر حال حضرات صوفیہ کا گروہ ایسا مشہور ہے کہ ان کی پہچان و تعیین کے لئے کسی اشتقاق و قیاس لفظی کی ضرورت و حاجت نہیں بلکہ وجہ اول صحیح ہے یعنے ابتداءً صوف پوشی کی وجہ سے ان کا لقب صوفی مشہور ہو گیا بعد ازاں صوف پوشی کی خصوصیت باقی نہ رہی اعمال صالحہ موجب فضل و کرامت ہیں نہ کہ لباس باعث شرافت ہے در عمل کوش ہر چہ خواہی پوش۔ کشف المحجوب باب لبس المرقعات ص۳۳ میں ہے کہ اہل معرفت حق اجل از آں اند کہ بجامہ معروف گردند الصفا من اللہ تعالیٰ انعام واکرام والصوف لباس الانعام

یعنی تبعیھم وھو امام وقتہ فی کل فن وعلم وزھد وورع وعبادۃ وقال الترمذی فی کتاب العلل من جامعہ حدثنا سوادۃ بن عبد اللہ العنبری یقول ما قال الحسن فی حدیث قط قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا وجدت لہ اصلا الا حدیثا او حدیثین اور خطیب تبریزی نے کہا کہ حسن بصری نے ابو موسیٰ اور انس بن مالک اور ابن عباس وغیرہ جیسے صحابہ سے روایت کیا ہے اور حسن بصری سے تابعین و تبع تابعین کے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ حسن بصری ہر فن و علم و زہد و ورع و عبادت میں اپنے وقت کے امام ہیں۔ اور ابن اثیر نے کہا کہ ابو بکرہ ثقفی و انس و سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے روایت کیا ہے۔ اور حسن بصری سے تابعین و تبع تابعین کے بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے حسن بصری ہر فن و علم و زہد و ورع و عبادت میں اپنے وقت کے امام ہیں اور ترمذی نے اپنے جامع ترمذی کی کتاب علل میں کہا ہے کہ ہمکو سوادہ بن عبد اللہ عنبری نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حسن بصری نے اپنی کسی حدیث میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہا۔ مگر میں نے اسکی اصل کو پایا بجز ایک یا دو حدیث کے

عن قتادۃ ما جالست فقیہا قط الا رأیت فضل الحسن علیہ ص۷۵ القول المستحسن قتادہ نے کہا کہ میں کبھی

قال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیٔ ما سألنی عنه احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما ترئ و کان انا فی عمل الحجاج کل شیٔ سمعتنی اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہو عن علی بن ابی طالب غیر انی

الی اللہ، عارف و محقق ہوتے ہیں دلیل سوم اتیناہ رحمۃ من عندنا، معرفت معبود رحمت الہی ہے۔ دلیل چہارم علمناہ من لدنا علماً تصوف علم لدنی ہے۔ دلیل پنجم قد افلح من زکّٰہا تزکیہ نفس یعنی تخلیہ حق ممکن نہیں بغیر حق کی تعلیم ہی علم التزکیہ، علم التصوف والتصفیہ ہے اسی تزکیہ نفس کی تبلیغ و تعلیم آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین تک تمام انبیاء کرتے رہے۔ دلیل ششم انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء خدا سے ڈرنے والے با عمل علماء اور اصل صوفیہ ہی ہیں کیونکہ جس قدر علم و معرفت معبود حقیقی زیادہ حاصل ہوگی اسی قدر خوف و خشیت بھی زیادہ ہوگی دلیل ہفتم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ تقویٰ موجب حصول علم لدنی ہے اس سے معلوم ہوا کہ تصوف کی بنیاد تقویٰ ہے دلیل ہشتم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب رزق کے دو قسم جسمانی و روحانی معرفت حق روحانی رزق ہے۔

دلیل نہم ولو ان اہل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض فتوحات مکیہ میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ برکات ارضی و سماوی علوم علویات و سفلیات و اسرار [illegible] و ملکوت کا معلوم کرانا ہے۔ دلیل دہم والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا نفس کی مخالفت جہاد اکبر ہے رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے والے ہی صوفیہ ہیں اس کے سوا اور بہت آیات قرآنیہ سے توحید و تصوف و علم حقیقت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے ہم نے صرف دس پر بس کیا تلک عشرۃ کاملۃ ۱۲ اب احادیث و آثار و اقوال اکابر اسلام سے تصوف و توحید حقیقی اور عارفین کی فضیلت ثابت کرو تا بید الحقیقۃ العلیہ وتشیید الطریقۃ الشاذلیہ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ الاصل فی علم الحقیقۃ احادیث و آثار منہا ما اخرجہ الشیخان عن ابی بن کعب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان موسیٰ قال للخضر ہل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا قال انک لن تستطیع معی صبرا یا موسیٰ انی علی علم من علم اللہ علمنیہ لا ینبغی لک ان تعلمہ وانت علی علم علمکہ اللہ لا ینبغی لی ان اعلمہ قال الحافظ ابن حجر فی شرح البخاری قولہ لا ینبغی لک ان تعلمہ ای جمیعہ کذا قولہ لا ینبغی لی ان اعلمہ ای جمیعہ قال و تقدیر ذلک معتبر

فی زمان لا استطیع ان اذکر علیاً۔ اخبرنا بہذا ابو اسحٰق بن الدراجی عن ابی جعفر العید لانی اذنا قال اخبرنا ابو علی الحداد قال اخبرنا ابو نعیم قال حدثنا ابو القاسم عبد الرحمٰن بن العباس بن عبد الرحمٰن بن زکریا الاذرقی قال حدثنا ابو حنیفۃ محمد بن حنیفۃ الواسطی حدثنا یزید بن موسیٰ الحرشی انتہی ولہٰذا دلیل جلیل علی سماع الحسن من علی المرتضیٰ و انا کذا عنہ کرم اللہ وجہہ ووجہ من رأہا وجہہ والرواۃ لیس فیہم کلام لثقات۔ یا حسن بصری کے حضرت علی سے احادیث سننے کے ثبوت میں حافظ مزی نے کہا کہ ذہبی نے کہا ہے کہ ہمیں ہمارے شیخ امام علامہ حافظ ناقد محقق مفید محدث شام ہیں حدیث کو ایسا جانتے ہیں جیسا کہ نفس الامر میں ہے۔ از روئے متن و اسناد کے اسکی طرف منتہی ہے معرفت رجال۔ و طبقات میں جو انکی کتاب تہذیب الکمال کو دیکھیگا تو انکے حفظ کا مقام سمجھیگا۔ پس

میں نے انکے مثل کسیکو نہیں دیکھا نہ انہوں نے اپنے مثل کسیکو دیکھا انتہی۔ محمد بن موسیٰ حرشی نے کہا کہ مجھکو ثمامہ بن عبیدہ نے بیان کیا کہا کہ ہمکو عطیہ بن محارب نے یونس بن عبید سے روایت کرکے بیان کیا کہا کہ میں نے حسن بصری سے سوال کیا۔ کہا کہ اے ابو سعید

انکار کیا اور ایک جماعت حفاظ نے سماع کو ثابت کیا قال الحافظ السیوطی فی اتحاف الفرقة بوصل الخرقة وهو اي الاثبات
هو الراجح عندي لوجوه وقد رجحه ايضا الضياء المقدسي حافظ سیوطی نے اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ میں

خطيبا في بني اسرائيل فسئل اي اعلم فقال انا اعلم فعتب الله تعالى عليه
اذ لم يرد العلم اليه فاوحى الله تعالى الى موسى عليه السلام ان عبدا من
عبادي بمجمع البحرين هو اعلم منك وفي الرواية الاخرى انه قيل هل تعلم
احد اعلم منك قال موسى لا فاوحى الله تعالى الى موسى بلى عبدنا خضر
قال قتادة مجمع البحرين هما بحر فارس وبحر الروم مما يلي المشرق وقيل هما بحر
الاردن وبحر القلزم والحكمة في جمع موسى مع الخضر عليهما السلام بمجمع البحرين
انهما بحران في العالم احدهما اعلم بالظاهر واعني بالظاهر علم الشرع وهو
موسى والاخر اعلم بالباطن واعني بالباطن علم الحقيقة واسرار الملكوت
وهو الخضر وكان اجتماع البحرين بمجمع البحرين المناسبة اشارة الى علما ان موسى عليه السلام
لم يجد من هو دونه وهو الخضر حتى تجرد من كل شيء سواه فكذلك العبد لا يجد
قرب مولاه وحبه حتى يتجرد من كل شيء سواه قال الشبلي الفرح بالله حتى تكون
مجردا من الاغيار وتكون واحدا للواحد فوائد تفريع اسم الخضر مضطرب فيه اضطرابا
متباينا فقيل انه ايليا بن ملكان بن فالغ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح عليه السلام
قال وهب بن منبه وقيل ايليا بن عاميل بن شالخين بن اريا بن علقما بن عيصو بن
عيصو بن اسحاق بن ابراهيم عليهما السلام وقيل اسمه ارميا بن حلقيا من
سبط هارون قاله الامام الثعالبي قال الشيخ كمال الدين الدميري في حياة
الحيوان الكبرى قلت والاصح ما قاله اهل السير وثبت عن النبي صلى الله عليه
وسلم كما قال البغوي وغيره ان اسمه بليا بباء مفتوحة ولام مسكنة وياء
مثناة من تحت وفي اخره الف وابن ملكان بفتح الميم واسكان اللام و
بالنون في اخره وقيل كليان. وقيل كان من بني اسرائيل وقيل كان من ابناء
الملوك وكنيته ابو العباس وقال السهيلي وقد ذكر ان الخضر هو ارميا وهو
مردود كذا قاله محمد بن جرير الطبري وذكر ايضا انه الياس وهو صاحب اليا سرع
قال النقاش انه ابن فرعون صاحب موسى قلت هذا قول غريب وفي
غريب منه واعجب قول من قال انه من الملائكة سياتي ذلك ان شاء الله تعالى
قال السهيلي كان ابوه ملكا وامه اسمها الهاء ولدته في مغارة وانه

کہا ہے کہ وہ یعنی اثبات سماع
ہی راجح ہے میرے پاس کئی وجوہ
کے سبب سے اسی سماع کو ضیاء
مقدسی نے بھی ترجیح دی ہے۔
صفحہ (۱۴۵) القول المستحسن میں ہے
ثم ساق الوجوه المرجحة لسماعه
فمن شاء فليراجعها في فتاوى
السيوطي وفي المسلك الجلي
لشيخنا واذا صح السماع و
اللقاء عند المحققين فقد وصل
سند تلقين الذكر من طريق
الحسن البصري جماعات من
الصوفية وغيرهم من الحفاظ كالحافظ
ابي الفتوح الطاؤسي وصله
من طريق شيخه زين الدين
الخوافي والمثبت مقدم على
النافي كان وصل سند تلقين
الذكر اصح هذا بحسب الفن
في الحديث واهله واما
اكابر اهل الطريقة فهم على
بينة من ربهم في النفي والاثبات
فاذا تفتوشنا فتزموا به
فهو موافق للواقع انتهى۔
تلقین ذکر کی روایت حسن بصری
کے طریقے سے صوفیہ کی بہت سی
جماعتوں نے متصل کیا ہے۔ ان
میں سے حفاظ حدیث مثل حافظ
ابی الفتوح طاؤسی نے اپنے شیخ
زین الدین خوافی کے طریق سے

سند تلقین کو متصل کیا ہے۔ اور مثبت مقدم ہے نافی پر تو تلقین ذکر کی سند کا موصول ہونا اصح ہے بحیثیت فن حد
یث و محدثین کے اعتبار سے ہے لیکن اکابر اہل طریقت تو اپنے رب کی روشن ہدایت پر ہیں۔ نفی و اثبات میں جس چیز کو وہ

تم کہتے ہو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حالانکہ آپنے آنحضرتؐ کو دیکھا نہیں) تمنے انکا زمانہ نہیں پایا تو حسن بصری نے فرمایا اے برادرزادہ تمنے مجھسے ایسا سوال کیا کہ تجھسے پہلے کسی نے مجھکو ایسا سوال نہیں کیا۔ تمکو مجھ سے جو تعلق و منزلت ہے اگر ایسا تعلق نہ ہوتا تو میں تمکو خبر نہ دیتا۔ میں ایسے زمانہ میں ہوں جو تم دیکھتے ہو (آپ حجاج کے عہد میں تھے) جس حدیث کو تم مجھ سے سنو کہ جسمیں میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہوں پس وہ حدیث میں علی بن ابیطالب سے سنا ہوں۔ مگر اتنی بات ہے کہ میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ علیؓ کا نام ذکر نہیں کر سکتا (حافظ مزی نے) کہا کہ ہمکو ابو اسحٰق بن دراجی نے اسکی خبر دی ہے وہ ابو جعفر صیدلانی سے اذن نامہ روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہمکو ابو علی حداد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمکو ابو القاسم عبد الرحمان بن عباس بن عبد الرحمن بن زکریا المرہشی نے خبر دی اسنے کہا کہ ہمکو ابو حنیفہ محمد بن حنیفہ واسطی نے خبر دی اسنے کہا کہ ہمکو محمد بن موسیٰ حرشی نے بیان کیا انتہی۔ یہ بڑی دلیل جلیل ہے حسن بصری رضہ کے حضرت علی رضہ سے ثابت ہونے پر اور کثرت سے ہے۔ خدا انکی ذات کو مکرم کرے اور جنے آپکو دیکھا اسکی ذات کو بھی مکرم کرے اور سب راوی ایسے معتبر و ثقات ہیں کہ جنہیں محدثین ثقات کو اعتراض کا مقام نہیں ہے القول المستحسن کے ص ۸۳ میں ہے۔ ثم الراجح ان الحسن البصری سمع من علی بن ابی طالبؓ فان الحفاظ مختلفون فی ذالک فانکرہ جماعۃ واثبتہ جماعۃ بھر راجح (بلکہ حق و صحیح و صواب) یہ ہے کہ تحقیق حسن بصری نے علی ابن ابیطالب سے سنا ہے۔ کیونکہ حفاظ حدیث اسمیں مختلف ہیں ایک جماعت نے اس سماع کا۔

لان الخضر کان یعرف من الحکم الظاھر ما لا غنی بالمکلف عنہ وموسیٰ کان یعرف من الحکم الباطن ما یاتیہ بطریق الوحی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام باوجود نبی رسول برحق صاحب کتاب توراۃ ہونے کے حضرت خضر سے علم باطن و معرفت اسرار لدنی تعلیم پانے کے لئے تشریف لیگئے اور کہا کہ میں آپکی اتباع کرتا ہوں اس لئے ثابت ہوا کہ علم رشد و ارشاد لدنی حاصل کرنے کیلئے پیر و مرشد کی تلاش و جستجو و اتباع پیر طریقت ضروری ہے انسان صرف علم شریعت میں کامل ہونے سے عارف حقائق ہونا ممکن نہیں اگر ممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام جیسے رسول برحق خضر طریق کے محتاج نہوتے پھر کون ایسا شخص ہوگا جو حضرت موسیٰ سے زیادہ کامل ہوا و بغیر ارشاد پیر طریقت کے عارف باللہ ہو جائے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علم کے دو قسم ہیں ایک علم ظاہر دوسرا علم باطن علم ظاہر میں کامل حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام تھے اور علم باطن میں کامل علامت حضرت خضر تھے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم شریعت میں کامل ہونے کے بعد علم باطن کی طلب ضروری ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کو تکمیل ظاہر شریعت تکمیل علم باطن کے لئے بھیجا گیا علم ظاہر کی تکمیل سے عقائد حقہ و احکام مراد ہے جس کی ہر مومن مکلف کو ضرورت ہے تمام علوم عقلیہ وفنون فلسفیہ سے مراد نہیں ہے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم ظاہر کا عالم کامل بھی عارفان حقائق کے پاس مبتدی ابجد خوان ہے اسی لئے عارفوں نے فرمایا کہ مدرسہ علم حقیقت کا تلمیذ بھی تمام زمانہ کا استاد ہے تلمیذ ھما استاد کل زمان الکواکب الزاھرۃ ص۲۶ میں ہے قال شیخنا العارف باللہ سیدی محمد الغربی وھذا السید موسیٰ قد اجتمع فیہ النبوۃ والرسالۃ والتکلیم وھو کما اخبر علیہ السلام انہ اعلم اھل الارض ای بعلم الشریعۃ التی ھی ضرورۃ الارسال دون غوامض اسرار الحقیقۃ التی تنافی ظاھر الشریعۃ ومع ذالک قال لمن ھو دونہ فی الرتبۃ لما اذن بہ الحق تعالیٰ الیہ والی اتباعہ فی الاقتداء بہ ھل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا وفی ھذہ الاشارۃ الی ان من تکملات فقیہ اداب الشریعۃ ان یطرق بھا باب الحقیقۃ لعل ان یفتح لہ وھو باب الکمال لیصیر عارفا باللہ متصلا علی کل حال اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے تنبیہ اخرج النسائی والترمذی عن حدیث ابن عباس عن ابی بن کعب وابی ھریرۃ رضی اللہ عنہم وھو اول الحدیث الذی تقدم تخریجہ عن الشیخین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال قام موسیٰ النبی علیہ السلام

ثابت کریں اور اسے چشم و یقین کریں تو وہ ضرور واقع کے موافق ہوگی تلقین کلمۃ التوحید کی روایت (جیسیں آنحضرت کا علی رضی اللہ عنہ کو تلقین کرنے اور پھر علی کا حضرت حسن کو تلقین کرنیکا ذکر ہے) القول المستحسن ص ١٣٩ میں ریحان القلوب سے منقول ہے و منہا

ماذكره الشيخ جلال الدين ابو المحاسن يوسف بن عبد الله بن عمر الكوراني في رسالته ريحان القلوب في التوصل الى المحبوب من قوله قال ٣ سره سأل علي رضي الله عنه النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله دلني على اقرب الطرق الى الله واسهلها على عباده وافضلها عند الله تعالى فقال يا علي عليك بمداومة ذكر الله في الخلوات فقال علي هكذا فضيلة الذكر وكل الناس ذاكرون فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا علي لا تقوم الساعة وعلى وجه الارض من يقول الله الله فقال علي كيف اذكر يا رسول الله قال غمض عينيك واسمع مني ثلث مرات ثم قل انت ثلث مرات وانا اسمع فقال النبي صلى الله عليه واله واصحابه وسلم لا اله الا الله ثلث مرات مغمضا عينيه رافعا صوته ثم قال علي لا اله الا الله ثلث مرات والنبي صلى الله عليه وسلم يسمع ثم لقن علي الحسن البصري الخ -

شیخ جلال الدین ابو المحاسن یوسف بن عبد اللہ بن عمر عجمی کورانی نے اپنے رسالہ ریحان القلوب فی التوصل الی المحبوب میں اپنا قول ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی طرف پہنچنے کا نزدیک ترین راستہ جو بندگان خدا پر سب سے زیادہ آسان اور خدا کے پاس سب سے افضل ہو بتا دیجئے۔

وجد عندالله ودشاة ترضعه في كل يوم من غنم رجل من القرية فلما وجدة الرجل اخذه ورباه فلما شب طلب ابوه كاتبا وجمع اهل المعرفة والنبالة لتكتب الصحف التي انزلت على ابراهيم وشيث عليهما السلام فكان ممن قدم اليه من الكتاب ابنه الخضر وهو لا يعرفه فلما استحسن خطه ومعرفته بحث عن جلية امره فعرف انه ابنه فضمه لنفسه وولاه امر الناس ثم ان الخضر فر من الملك لاسباب يطول شرحها ولم يزل سائحا الى ان وجد عين الحياة فشرب منها فهو حي الى ان يخرج الدجال وانه الرجل الذي يقتله الدجال ويقطعه ثم يحييه الله تعالى انتهى ص ٢٦٢ و ص ٢٦٣ الكواكب الزاهرة حضرت خضر کے وجہ تسمیہ میں تنبیہ اختلف في سبب تلقيب الخضر بالخضر فقال الاكثرون لانه جلس على فروة بيضاء فاذا هي تهتز من خلفه خضراء والفروة وجه الارض وقيل لانه كان اذا صلى اخضر ما حوله والصواب الاول واختلف في حياته فقال الامام محي الدين النووي وجمهور العلماء هو حي موجود بين اظهرنا وذلك متفق عليه عند الصوفية واهل الصلاح والمعرفة وحكاياتهم في رؤيته والاجتماع معه والاخذ عنه وسواله وجواباته ووجوده في المواضع الشريفة ومواطن الخير اكثر من ان تحصر واشهر من ان تشتهر وقال حافظ الحفاظ امام اهل الحديث ابو عمرو بن الصلاح هو حي عند جماهير العلماء والصالحين والعامة معهم على ذلك وانما شذ بانكاره بعض المحدثين انتهى وقال العيني انه مات وقال ابن المناوي لا يثبت حديث في بقائه وقال الامام ابو بكر بن العربي مات قبل انقضاء المائة ويقرب من هذا جواب الامام محمد بن اسمعيل البخاري لما سئل عن الخضر والياس هل هما في الاحياء فقال كيف يكون ذلك وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم لا يبقى على راس مائة سنة ممن هو اليوم على ظهر الارض احد قال الدميري والصحيح الصواب انه حي وقال بعضهم انه اجتمع مع النبي صلى الله عليه وعزى اهل بيته بهم مجتمعون لغسله وقد روي ذلك من طرق صحيح في التمهيد لابن عبد البر امام اهل الحديث في وقته رحمه الله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حين غسل وكفن سمعوا قائلا يقول السلام

خرقہ پوشی کا اثبات — پیران نامدار و مرشدان کامگار اولیاء اللہ کے پاس خرقہ پوشیکا طریقہ سلسلہ بسلسلہ جاری ہے اور یہ بہت سی دینی مصلحتوں پر مبنی ہے۔ از آنجملہ بحکم من تشبہ بقوم فہو منہم اولیاء اللہ گیا تھو تشبہ پیدا کرکے فہو منہم کی بشارت کے مصداق بنا اللّٰھم اجعلنا منہم لباس فساق کے تشبہ سے فہو منہم کے مصداق ہونیسے اجتناب کرنا اللّٰھم لا تجعلنا منہم۔ اولیاء کی پاس لباس ظاہری سے مرید کا ظاہر حال اسلئے مشابہ کیا جاتا ہے تاکہ اسکا باطن بھی اولیاء کے باطنی لباس صفات حمیدہ سے متلبس و متصف ہو مرید کی نفس کشی بھی اس خرقہ پوشی سے ہوتی ہے اسطور پر کہ وہ پہلے اپنی نفسانی خواہش کیموافق لباس پہنتا تھا اب وہ لباس ترک کرکے فقیر کا خرقہ پہنایا گیا جس اسکی نفس کشی ہوئی۔ مشائخ و سادات صوفیہ نے خرقہ پوشیکو حسب تلقین و حدیث سے ثابت کیا ہے

چنانچہ القول المستحسن فی فخر الحسن صفحہ (۱۷۳) میں ہے شیخ اکبر امام محی الدین ابو بکر ابن العربی نے رسالۃ الخرقہ میں فرمایا کہ ا۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے خدا۔ یہ برتر و حکیم کیطرف سے نازل کی ہوئی کتاب قرآن عظیم میں جو احکام لائے ہیں

سیم کو زبر لام ساکن آخر میں نون ہے۔ بعض نے کلیان کہا بعض نے کہا کہ وہ بنی اسرائیل سے تھے بعض نے کہا کہ وہ شہزادوں سے تھے ان کی کنیت ابو العباس ہے اور سہیلی نے کہا کہ خضر کا نام ارمیا جو مذکور ہوا مردود قول ہے محمد بن جریر طبری نے بھی ایسا ہی کہا ہے اس نے یہ بھی ذکر کیا کہ خضر الیسع صاحب الیاس ہیں۔ اور نقاش نے کہا کہ خضر فرزند فرعون صاحب موسیٰ ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ قول غریب ہے اور اس قول سے بھی غریب تر و عجیب تر اس کا قول ہے کہ جس نے خضر کو ملائکہ سے شمار کیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اس کا ذکر ہوگا۔ سہیلی نے کہا کہ خضر کے باپ پادشاہ تھے خضر کی ماں کا نام الہا تھا اس نے خضر کو ایک غار میں جنا کسی نے خضر کو غار میں دیکھا کہ ہر روز ایک گاؤں والے شخص کی بکری خضر کو دودھ پلاتی ہے پس اس نے خضر کو لیکر پالا پس وہ جوان ہوے خضر کے والد نے حضرت ابراہیم و شیث علیہما السلام کے صحیفے نقل کروانے کے لئے کاتبوں اور اہل علم و فضل کو جمع کیا تو ان کاتبوں میں حضرت خضر بھی تھے ان کے والد سے ان کی پہچانت نہ تھی پس جب کتابت ہوچکی تو سب سے زیادہ اچھا خط خضر کا تھا جب ان کو پسند ہوا تو پوچھا کہ سب سے زیادہ خوشخط کس کا ہے تب خضر کو پادشاہ نے پہچانا اور سینے سے لگایا اور والی تخت و تاج و ملک بنایا پھر خضر بجند وجوہ جن کا ذکر موجب تطویل ہے ملک سے بھاگ کر سیاحت کرتے رہے یہانتک کہ چشمۂ آب حیات پاکر اس کا پانی نوش کئے پس دجال آنے تک زندہ رہیں گے اور خضر ہی وہ آدمی ہیں جسکو دجال قتل کرے گا اور ٹکڑے کرے گا پھر خدا اس کو زندہ کرے گا۔ انتہیٰ الکواکب الزاہرۃ ص ۲۶۲ و ص ۲۶۳ تنبیہ خضر کا لقب خضر ہونے کے سبب میں اختلاف ہے اکثر علما نے کہا ہے کہ وہ خضر سفید پوست پر بیٹھتے تھے تو وہ پوست خضر کے پیچھے سے سبز لہلہانے لگتا اور پوست سطح زمین بعض نے کہا کہ خضر جب نماز پڑھتے تھے ان کے اطراف سبز ہوجاتا تھا اول قول صحیح ہے۔ حیات خضر میں اختلاف ہے امام محی الدین نووی اور جمہور علما نے کہا کہ خضر زندہ اور ہم میں موجود ہیں اسی قول پر صوفیہ و اہل صلاح و معرفت کا اتفاق ہے خضر کے دیکھنے اور ان سے ملنے اور ان سے اخذ فیض و برکت اور ان کے سوال جواب اور مقامات شریفہ وغیرہ برکت کی مجلسوں میں خضر موجود ہونے کی حکایتیں بسیار و بیشمار ہیں۔ حافظ الحفاظ امام اہل حدیث ابو عمرو بن صلاح نے کہا کہ خضر زندہ ہیں جمہور علماء صلحا کے پاس اور اکثر علما کا اس پر اتفاق ہے خضر کی حیات کے منکر بعض محدثین کا شاذ قول ہے انتہے النشاذ در المعلوم۔ اور حسن نے کہا کہ خضر مرگئے۔ اور ابن منادی نے کہا کہ بقائے خضر میں کوئی حدیث ثابت نہیں

لائق حجت و ترجیح نہیں ہو سکتی۔ ــ **حسن بصری رضی اللہ عنہ کی چند حدیثیں** جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ القول المستحسن صفحہ ۱۸۶ باب فی جملۃ من الاحادیث الحسن عن ابی الحسن کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و رضی عنہ وعمن لقیہ

واتصالها فی الجملة قال الامام احمد فی مسنده حدثنا هشیم قال اخبرنا یونس عن الحسن عن علی قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول رفع القلم عن ثلاثة عن الصغیر حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المصاب حتی یکشف عنه وقال حدثنی بهز وحدثنا عفان قالا حدثنا همام عن قتادة عن الحسن عن علی ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوه او قال المجنون حتی یعقل وعن الصغیر حتی یشب اور القول المستحسن صفحہ ۱۹۲ میں ہے قال الامام النسائی ای فی سننه الکبری حدثنا الحسن بن احمد بن حبیب حدثنا شاذ بن فیاض عن عمر بن ابراهیم ثقة اتفاقاً لکن فی حدیثه عن قتادة خاصة شیئاً یدفع بمتابعات صحیحة له عن قتادة عن الحسن البصری عن علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه ولم یتکلم النسائی فی سماعه منه رضی الله عنه کما تقدم قال ان رسول الله صلی الله وآله وسلم قال افطر الحاجم والمحجوم

رواها العلماء والثقات۔ **ترجمہ**۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ نبی علیہ السلام بنی اسرائیل میں وعظ کرتے کھڑے ہوئے تو کسی نے سوال کیا کہ سب سے زیادہ عالم جاننے والا کون ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں سب سے زیادہ عالم جاننے والا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر عتاب کیا کیونکہ انہوں نے واللہ اعلم بالصواب نہ کہا (کون زیادہ جاننے والا ہے اس کا علم خدا کو ہے میں نہیں جانتا ہوں نہ کہا) پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بیشک میرے بندوں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھ سے زیادہ عالم جاننے والا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم سے بھی زیادہ جاننے والا عالم کوئی ہے تو موسیٰ نے کہا کہ میں نہیں جانتا پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر تم سے زیادہ عالم ہے۔ قتادہ نے کہا کہ مجمع البحرین وہ دونوں بحر فارس و بحر روم ہیں جو مشرق سے متصل ہیں بعض نے کہا کہ وہ بحر اردن اور بحر قلزم ہیں موسیٰ و خضر علیہما السلام ہر دو کو مجمع البحرین میں جمع کرنے کی حکمت یہ ہے ہر دو بزرگ علم ظاہر علم شریعت کے زیادہ جاننے والے علامہ تھے یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ دوسرا علم باطن علم حقیقت و اسرار ملکوت کے زیادہ جاننے والے علامہ تھے یعنے خضر علیہ السلام ہیں یہ ہر دو علم ظاہر و باطن کے دو دریا کو دو دریا کے مجمع کے پاس جمع کرنے میں قوی مناسبت ہے اشارہ جان تو اس امر کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے سے کم مرتبہ شخص خضر کو حاصل نکر سکے یہاں تک کہ ہر شئے سے مجرد و منقطع ہو کر خضر کی جستجو کی پس ایسا ہی بندہ اپنے مالک و مولیٰ کی قربت و محبت حاصل نکر سکیگا یہاں تک کہ ہر شئے غیر اللہ سے مجرد ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو۔ شبلی نے فرمایا کہ تو غیر اللہ سے مجرد و تنہا و بیگانہ ہو خدا سے یگانہ ہو جا واحد فرد کے لئے فرد ہو جا۔ **تفریع** خضر کے نام میں بہت اختلاف ہے بعض نے کہا کہ ایلیا بن ملکان بن فالغ بن شامخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہیں وہب بن منبہ نے کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ خضر ایلیا بن عامیل بن شالخین بن اریا بن علقا بن عیصو ابن عیصو بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں بعض نے کہا کہ خضر کا نام ارمیا بن حلقیا سبط ہارون سے ہیں یہ امام ثعلبی نے کہا ہے شیخ کمال الدین دمیری نے (حیاۃ الحیوان الکبریٰ) میں کہا ہے میں کہتا ہوں کہ صحیح تر قول اہل سیر کا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے جیسا کہ بغوی وغیرہ نے کہا ہے کہ خضر کا نام بلیا ہے فتح با و سکون لام اور دو نقطی یائے تحتانی کیساتھ اور اس کے آخر میں الف ہے ابن ملکان

اذا سمجھ لیجیے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے اولاد آدم ہم نے تم پر ایسا لباس اتارا ہے کہ جو تمہارا ستر پوشی و زینت ہو۔ اور لباس تقویٰ بہت اچھا ہے۔ لباس ظاہری ضروری وہ ہے جو ستر پوشی شرمگاہ ڈھانپے وہ لباس التقویٰ ہے وقایہ سے ماخوذ ہے یعنی شرم گاہ کی بچاؤ و حفاظت جس سے مقصود ہوا اور زینت اس سے زائد امر ہے جس سے آرائش و زینت ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زینت کیلئے اپنی خزانوں سے نکالا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں مومنین کیلئے خاص فرما دیا ہے اس پر لئے تاسبہ و مواخذہ نہ ہوگا اور جب اور اس نیت کے سوائے دوسری نیت سے اسکو پہنیں لباس سے زینت حاصل کریں اور فخر و تکبر سے اسکو پہنیں تو یہ فخر کا زینت ہوگی پس پکڑا ہوا ہے اور نیت و مقاصد کی اختلاف سے اسپر حکم بھی مختلف ہوتا ہے پھر جدا کئے نیک بندوں نے تو انہیں یہ بات پیدا ہوئی کہ لباس التقویٰ بہتر لباس ہے ظاہری لباس کی ضرورت پیدا ہے یعنی اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک فرضی لباس جو باطنی ستر پوشی ہو وہ مطلقاً حرام سے پرہیز کرنا۔ اور دوسری قسم مثل زینت ظاہری ہے) مکارم اخلاق کا لباس ہے۔ مثل نوافل و عبادات مانند معاف کرنے خطا اور اصلاح بین الناس کے۔ اگرچہ کہ شارع نے تجھکو تیرے حق لینے کی اجازت دی ہے لیکن درگذر کرنا اپنا حق چھوڑ دینا ایسا ہی باطنی زینت سے پس خرقہ پوشی زینت الٰہی ہے باطن میں وہ ہر باطن لباس ہے جسکی طرف شارع نے بلایا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آج جو زندہ ہیں ان سے کوئی شخص سو سال کے بعد زندہ باقی نہ رہے گا۔ دمیری نے کہا کہ صحیح یا صواب قول یہ ہے کہ خضر زندہ ہیں بعض نے کہا کہ خضر آنحضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے ہیں اور جب آنحضرت علیہ السلام کا وصال ہوا وقت غسل و تکفین جب سب اہل بیت رسول جمع ہوئے تھے تو ان سے خضر نے تعزیت ادا کی یہ روایت صحیح طریق اپنے وقت کے امام اہل حدیث ابن عبد البر کی تمہید میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غسل و کفن دیا گیا تو لوگوں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے کہ اے نبی کے اہل بیت تم پر سلام ہو ہر فوت شدہ چیز کا عوض خدا ہے اور ہر مصیبت کی تعزیت ہے پس تم صبر کرو اور اجر پاؤ اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔ آواز تو سنتے تھے اور کہنے والا نظر نہیں آتا تھا تو سب صحابہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کہنے والے کو خضر سمجھتے تھے انتہیٰ خضر کی نبوت میں اختلاف ہے استاذ ابو القاسم قشیری و امام یافعی و جمہور علما نے کہا کہ خضر ولی ہیں بعض نے کہا کہ وہ نبی ہیں نووی نے نبی ہونے کو ترجیح دی ہے۔ اور ماوردی نے اپنی تفسیر میں تین قول بیان کئے ہیں اول یہ کہ خضر نبی ہیں دوسرا یہ کہ وہ ولی ہیں سوم یہ کہ وہ خضر فرشتہ ہیں یہ قول سوم غریب و باطل ہے اور ماوردی نے کہا کہ خضر کے نبی یا ولی ہونے میں علما کا اختلاف ہے ایک گروہ نے خضر کو نبی کہا اس پر دلیل یہ بیان کی کہ (وما فعلته عن امری) خضر نے کہا میں نے جو کچھ کیا میرے اختیار سے نہیں کیا یہ قول خضر دلالت کرتا ہے ان کے نبی ہونے اور موسیٰ سے زیادہ عالم ہونے پر اور نبی سے ولی کا افضل ہونا بعید از عقل و نقل ہے دوسروں نے جواب اس طور پر دیا ہے کہ جائز ہے یہ بات کہ اس زمانہ کے نبی کی طرف وحی بھیجی ہو کہ خضر کو تعلیم موسیٰ کا حکم کرے خضر کے نبی مرسل و مبلغ ہونے میں اختلاف ہے ثعلبی نے کہا کہ خضر نبی مرسل ہیں شعیب کے بعد خضر کو خدا نے مبعوث فرمایا وہ خضر بڑی عمر والے ہیں اکثر لوگوں کی نظروں سے مخفی رہتے ہیں ثعلبی نے کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ خضر نہیں فوت ہوں گے مگر آخر زمانہ میں جبکہ قرآن اٹھا لیا جاوے گا انتہیٰ اکوالب الزاہرہ یافعی نے نشر المحاسن میں کہا ہے کہ گروہ فقہا نے سلطان العلما عز الدین بن عبد السلام سے خضر کی حالت دریافت کی کہ کیا وہ زندہ ہیں تو اس نے کہا کہ تم کیا کہو گے اگر تم کو شیخ تقی الدین بن دقیق العید خبر دیوے کہ اس نے خضر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو کیا تم اس کی تصدیق کرو گے یا تکذیب تو سب علما نے کہا کہ ہم اس کی تصدیق کریں گے تب علامہ ابن عبد السلام نے کہا کہ ستر ایسے صدیقین نے خبر دی ہے کہ انہوں نے خضر کو اپنی آنکھوں سے

اسمیں کلام نہیں ہے اور شیخ معروفؒ کا طریقہ مولنٰا ابو الحسن علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکے آباے کرام تک متصل ہے اور وہ واضح طریقہ ہے۔ لیکن حسن بصریؒ کا طریقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پس اہل حرمین حسن بصریؓ کے سماع و روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انکار کرتے ہیں۔ اور اسکے اتصال کو نہیں مانتے اگرچہ انکا اتصال ممکن ہے اور اہل طریق سب متفق ہیں خرقہ پوشی پر جنے اسکو بدعت سمجھا وہ راہ بھٹکا ہوا ہے وہ خرقہ صدر اول میں موجود ہے اور اسکی روایت اسانید کے ساتھ جائز ہے اور کوئی مانع نہیں ہے بلکہ مرید خیر کو ضرور ہے کہ اسکی رغبت کرے تاکہ اسکو سادات اولیاء اللہ صالحین کی برکت حاصل ہو۔ اور انکے ساتھ متصل اور انکے رشتہ میں منتظم ہونیکی برکت حاصل ہو جسنے بھی خرقہ پہنا ہے اور خرقہ میں ہمارے بہت طرق ہیں اور ایسا ہی ہمارے مشائخ علماء اور انکے مشائخ نے بھی خرقہ پہنا ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔ تمام مصر و شام و عراق و خراسان وغیرہ اور تمام بلاد اسلام میں اور اللہ تعالیٰ ہمکو قول و عمل کی توفیق دے اور خطاء و زلل سے بچاوے انتھی القول المستحسن فی فخر الحسن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو لباس و چادر مبارک عطا فرمانا متعدد حدیثوں سے ثابت ہے۔ کعب بن زہیرؓ کو چادر مبارک عطا فرمانا جیسا کہ فتوحی مذکورہ میں مذکور ہوا۔ اسکے سوا ام خالدؓ کو چادر سیاہ عطا فرمانا جیسا کہ حدیث شریف میں

سہ وان خطرت لی فی سواک ارادۃ ٭ علی خاطری سہوا قضیت بردتی ۱۲

صحہ ۲۷ الکواکب الزاہرۃ ہمارے شیخ عارف باللہ سیدی محمد مغربیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث تعبد اللہ کانک تراہ حقیقت و شریعت کی جامع ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول الاحسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے گویا کہ تو خدا کو دیکھتا ہے پس یہ محض علوم مکاشفہ ہے اہل حقائق کے پاس بخلاف قولہ آنحضرت علیہ السلام (اگر تو نہیں اس کو دیکھے تو پس وہ خدا تجھکو دیکھتا ہے) کے پس یہ محض علوم معاملت ہے جو بغیر علوم مکاشفہ کے تام نہیں ہوتے جیسا کہ غزالی رحمہ اللہ نے باب التوحید میں اس کی تصریح کی ہے اس لئے کہ علوم کشفیہ وہ علوم باطن ہیں جن کی سالکین کو ضرورت ہے اور ان علوم سے وہ مستغنی نہیں ہیں بلحاظ اول اکمل رویت عینی ہے جس کا اشارہ کانک تراہ ہے اور آنحضرت علیہ السلام کا فرمان وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ آنکھ ٹھنڈی نہیں ہوتی جب تک اپنے محبوب کو نہ دیکھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس فرعون کے گھر سے واپس کر دیا تاکہ اس کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمگین نہ رہے پس یہ بلحاظ حقیقت ہے اور بلحاظ دوم رویت عینی سے رتبہ علمی کی طرف اترنا ہے یعنے یہ جاننا کہ خدا دیکھتا ہے اس اسفل رتبہ میں عارف کو نزول جائز نہیں کیونکہ گناہ اور ردت و ارتداد ہے مقربین کے پاس اسی مقام کی طرف استاد ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے (وان خطرت لی الخ) اے خدا اگر تیرے غیر کا خطرہ میرے دل میں سہواً بھی گزرے تو میں اپنے مرتد ہونے پر حکم دونگا بعض ارباب حقائق و دقائق نے اس حدیث کے جملہ فان لم تکن تراہ کے معنی خفی و رمز مخفی اس طرح بیان فرمایا ہے کہ فان لم تکن میں کان تامہ ہے اور فان لم تکن شرط ہے اس کی جزا تراہ ہے پس مطلب یہ ہوا کہ پس اگر تو درمیان میں نہ رہے تیری خودی فنا ہو کر خود سے بیخود ہو جائے تو تو اس خدا کو دیکھیگا سہ تو تو ئی اور خودی فنا کر دے ٭ تو رہے تک خدا نہیں ملتا صحت ۲ الکواکب الزاہرہ میں ہے کہ ثم فی الحدیث معنی خفی یظہر لمن قلبہ زکی فی قولہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک فقولہ فان لم تکن ہذا کلام تام وشرط تام ثم قولہ تراہ جزاء لہذا الشرط فمعناہ فان لم تکن انت فی البین فانک تراہ۔ پس اگر فان لم تکن میں کان تامہ مراد لیکر شرط قرار دیں اور مقام فنائے نفس کی طرف اشارہ لیں جیسا کہ بعض مشائخ نے رب العزت کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ

ہے۔ کوئی غلط کہتا ہے آپ ہمیشہ چراغ انام رہنمایان بتاریک مقام ثواب واجر یافتہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
قاضی جمال الدین ابن ظہیرۃ المکی ناشری نے اس سوال کا جواب دیا کہ خرقہ پوشی امر مشہور ہے جمہور زمانہ سلف سے آجتک
عمل کیا جاتا ہے شرع میں اسکی اصل بھی ہے وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کی نوازش سے کعب بن زہیر کو سرافراز فرمایا جبکہ انہوں نے اپنا قصیدہ مشہورہ جسکا اول ع
بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
ہے آنحضرت صلعم کو سنایا اور آنحضرت علیہ السلام نے بہت سے صحابہ کو خرقہ پہنایا لباس عطا فرمایا ہے مثل عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اور مثل اسکے جو شخص تلاش کرے تو بہت سے واقعات خرقہ پوشی مرد وعورت کے متعلق پائیگا۔ اور اکابر صوفیہ عارفین باللہ معروف کرخی سری سقطی جنید رح وغیرہم متقدمین اور متاخرین مثل سیدی شیخ قطب الاولیا حضرت عبدالقادر جیلانی اور امام ابو النجیب سہروردی اور ان سے پہلے امام ابو حامد غزالی اور انکے شیخ امام الحرمین وغیرہم بجد وکثرت سے خرقہ پوشی کا استعمال کرتے رہے اور یہی عمل ہے اطراف عالم میں اس خرقہ سے برکت لیتے ہیں۔ اور اسکو استعمال کرتے ہیں۔ اور خرقہ میں ان کو بہت سے طرق صحیحہ ہیں۔ جو ارباب ولایت واصحاب احوال روشن سے متصل ہیں۔ اور کل اعیان سادات صوفیہ
خرقہ پوشی پر اتفاق ہے دو آدمی کا بھی اختلاف نہیں۔ پس خرقہ کا منکر غبی جاہل ہے۔ اور فقہائے مجاہدین کو بھی

بل اتلہ وقیامہ بحقہ علی قدر قیامہ واسلام وجہہ لہ کما قال تعالیٰ
فاذکرونی اذکرکم وقال تعالیٰ فی حدیث قدسی انا جلیس من ذکرنی وانیس
من شکرنی ومطیع من اطاعنی ص ۲۲۴ الکواکب الزاہرۃ آیت ہل جزاء الا
حسان الا الاحسان کو یا بمعنی احسان بر فاضل ہروی کو شاہد گردانے کا مطلب یہ ہے
کہ بندہ جیب خدا کی بندگی کا حق ادا کرے جیسا کہ اس بات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے
بہتر دیندار کون ہے جسنے اپنی ذات کو خدا کے تابع کردے اس حال میں کہ احسان کرنے والا ہو
اپنے مشاہدے سے اس کو اس کے حقوق کی نگہداشت اور اپنی ذات کو حق کے تابع واطاعت حق
میں قائم رکھنے کیساتھ تو خدائے تعالیٰ بھی اس کو جزا دیگا اس کے طرف نظر کرم کرنے اور اس کی
اصلاح حال و نگہداشت حقوق کیساتھ اس کو اپنی ذات کیساتھ قائم کرنے کیساتھ اور قائم کرنا
حق کا بندے کے حق کو بقدر قائم کرنے بندہ کے ہے مولیٰ کے حق کو اور بقدر تسلیم کرنے ذات
اپنی خدا کے لئے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مجھے یاد کرو تو میں تم کو یاد کرونگا اور فرمایا اللہ
تعالیٰ نے حدیث قدسی میں کہ میں جلیس اس کا ہوں جو مجھے یاد کرے اور انیس اس کا ہوں
جو میرا شکر کرے اور مطیع اسکا ہوں جو میری اطاعت کرے وقال شیخنا العارف باللہ سیدی
محمد المغربی ہذا الحدیث جامع بین الحقیقۃ والشریعۃ لان قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فہذا من علوم المکا
شفۃ المحضۃ عند ارباب الحقائق بخلاف قولہ فان لم تکن تراہ فانہ
یراک فہذہ المجرد علوم المعاملۃ التی لا تتم الا بعلوم المکاشفۃ کما صرح
بہ الغزالی رحمہ اللہ فی باب التوحید لان الکشفیۃ من علوم الباطن التی
لا بد للسالکین منہا ولا غنی للسائرین عنہا فاما الملحظ الاول الاکمل
فہو رؤیۃ العین باشارۃ کانک تراہ ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم و
جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ ومعلوم ان عینا لا تقر الا برؤیۃ محبوبہا
لقولہ تعالیٰ فرددناہ الی امہ کی تقر عینہا ولا تحزن ہذا الملحظ الحقیقۃ
واما الملحظ الثانی فہو النزول عن رتبۃ شہود العین الی رتبۃ العلم بانہ
یراک وہذہ الرتبۃ لا یجوز للعارف النزول الیہا لانہا سیئۃ وردۃ
معنویۃ عند المقربین ولمثل ہذا المقام اشار الاستاذ ابن الفارض بقولہ

الحافظ سیف الدین الباخرزی صاحب الامام المحدث المقتدی نجم الدین الکبری قدست اسرارہم
العظمی استدل بخبر العباء علی الخرقة الصوفیة وجعل هذا الکساء اصل سلسلة الخرقة الاصل وحکی عن
الامام نجم الدین الکبری
انه نقل هذا المعنی من
الاخبار الصحیحة قال
وهذه حقیقة الخرقة
من انها علامة الانسلاک
فی سلک التطهیر و
التنویر انتهی۔ یہ سب اصل
اصیل ہے مشائخ صوفیہ کے تعرف
کو مریدین کیلئے ظاہر ثابت کرتی
ہے کیونکہ میں نے کتاب فصوص الآداب
کے جامع امام حافظ سیف الدین
باخرزی کے صحبت یافتہ امام محدث
مقتدا نجم الدین قدست اسرارہم
العظمی کے دوست یار طریق کو دیکھا کہ
انہوں نے عبا کملی کی حدیث سے
خرقہ صوفیہ کا استدلال کیا ہے
اور اس کمل کو اصل گردانا ہے
سلسلہ خرقہ اصل کا امام نجم الدین
کبری سے منقول ہے کہ انہوں
نے اس امر کو یعنی کمل پوشی کو
احادیث صحیحہ سے ثابت کیا اور
کہا کہ یہ کمل پوشی خرقہ کی حقیقت
ہے اس اعتبار سے کہ کمل پوشی
سلک تطہیر و تنویر میں انسلاک
ہونیکی علامت ہے انتہی پس
اس سے کمل پوشی کا ثبوت ہوا
تاج پوشی و کلاہ پوشی
القول المستحسن ص۱۲۵

نفسه بالخط القویم وهذا یسمی عند القوم بالتجلی الذاتی وتارة تظهر و
تتجلی بالصفات فی افعالها الخلقیة کظهور الالف فی مراتبه الحرفیة لانه
روح کل حرف وصوته اذ لیس هناک الا الالف یتعدد ویتکثر بحسب مراتبه
وهکذا الحق تعالی یظهر بنفسه لنفسه فی تطورات خلقه وصفاته فلا موجود
هناک غیره ازلا وابدا فحینئذ لو حذف الالف من تراه لانتفی شهوده
تعالی ذاتا وصفاتا لان الهاء ضمیر الغائب [illegible] کما قال رضی الله عنه
الکواکب الزاهرة حقائق کے دریا علم باللہ کے علمبردار محی الدین ابن عربی (قدس سرہ) نے
اپنی کتاب فنائی المشاہدہ میں فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل اشارات کے لیے
اپنے قول فان لم تکن (تراہ) سے اشارہ فرمایا ہے کہ خدا کی قلبی رویت و معرفت تجھکو حاصل نہ ہوگی
مگر اس وقت کہ تجھے تو فنا ہوگا اور (تراہ) میں الف کو (جو بمنزلہ اللہ کے ہے) ثابت اس لئے رکھا
کہ اس سے رویت قلبی کا تعلق ہو۔ کیونکہ اگر الف کو حذف کر کے فان لم تکن تره) کہا جاتا
تو رویت ثابت نہ ہوتی اس لئے کہ (ہ) ضمیر غائب کی ہے اور غائب مرئی نہیں ہوتا اور الف
تو محذوف ہوا ہے پس (تر) بلا رویت ٹھہرا یہ صحیح نہیں اس لئے الف کو ثابت رکھا تاکہ رویت
پر اشارہ ہو۔ لیکن (ہ) کو ثابت رکھنے کی حکمت میں تحقیق کرو وہ ثبوت (الف کی) کا نفی کے مانند ہے
(کیونکہ وہ ضمیر غائب کی ہے) فان لم تکن تراہ اس امر کے طرف اشارہ ہے کہ اگر تو وجود الف
کو (جو بمنزلہ وجود اللہ کے ہے) دیکھیگا اور پائیگا تو مت کہہ کہ میں اس کی رویت و معرفت پر احاطہ علم
کئے جانے سے خالی ہے۔ اور جبکہ وہ الف (جو بمنزلہ اللہ کے ہے) پر احاطہ نہ کیا گیا تو (ہ) ضمیر
غائب جس کا مرجع حقیقت حق ہے۔ الف کو دیکھنے کی وقت یہ ضمیر (ہ) ثابت رہنے سے رویت
حق کے عدم احاطہ پر تیرے لئے شہادت ہوگی۔ اس لئے کہ ہ غائب ہے اور غائب کی رویت پر احاطہ
ممکن نہیں ہے اس لئے ہ کو ثابت رکھا گیا۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ (غائب مرئی نہیں ہوتا اور
الف تو محذوف ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ الف بمنزلہ ذات حق تعالیٰ کے ہے اور با تا وغیرہ تا آخر
حروف بمنزلہ صفات تجلیات ذات حق کے ہیں پس حق تعالیٰ کی ذات معلومہ مقدسہ مثل الف کے
ہے جو خط مستقیم جیسے ظہور کیا ہے صوفیہ اس ظہور کو تجلی ذاتی کہتے ہیں۔
کبھی وہ ذات صفات کیساتھ اس کے افعال خلقیہ میں ظاہر و متجلی ہوتی ہے مثل ظاہر ہونے
الف کے اس کے مراتب حرفیہ میں کیونکہ ہر حرف و صوت کی روح الف ہی ہے اس لئے کہ یہاں

قال الزیلعی فی شرح الکنز ولا بأس بلبس القلانس لما روی ان النبی صلی الله علیه وآله وصحبه
وسلم کان له قلانس یلبسها وقد صح ذلک ذکره فی الذخیرة وتبعه من بعده حتی صاحب

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جنمیں چادر سیاہ بھی تو آپنے فرمایا کہ یہ چادر میں کسکو پہناؤں لوگ خاموش رہے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ام خالد کو لے آؤ۔ ام خالد کہتی ہیں کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر کیگئی
تو آپنے مجھکو وہ چادر سیاہ اپنے
دست مبارک سے پہنایا اور
فرمایا کہ اسکو پہن اور پرانی کر
اس حدیث سے بھی صوفیہ نے
خرقہ کی سند وحجت لی ہے۔

کمبل پوشی وتاج پوشی

ودستار بندی کا اثبات

حدیث جسکو عبد الرزاق اور
ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وابن
جریر وابن صاعد وابن ابی حاتم
وحاکم وبیہقی وبغوی نے کچھ اختلاف
تقدیم وتاخیر کیساتھ عائشہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا
ہے۔ کہا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے کہ ایک صبح آنحضرت علیہ السلام
تشریف فرما ہوئے آپ پر کالے
بال کی نقشی کملی تھی حسن وحسین
رضی اللہ عنہما آئے تو انکو حضور نے
اپنے ساتھ کمل میں داخل فرما لیا
پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
تشریف لائیں تو انکو بھی اپنے
ساتھ کملی میں داخل فرما لیا
پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تشریف فرما ہوئے تو انکو بھی
کمل میں داخل فرما لیا اور فرمایا
کہ انما یرید اللہ لیذھب
عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطہیرا۔

خداوند ایتہ سے طرف پہونچنے کیا طریق ہے فرمایا کہ خل نفسك وتعال تیرے نفس خودی
والی کو چھوڑ دے اور آجا اسی طرح اس حدیث میں بھی فنائی نفس وترک خودی مراد ہوسکتی
ہے لیکن یہاں فانہ یراك ضائع اور مہمل ونقصیر اگیا جو ہرگز ضائع نہوگا بلکہ شرط مقدر کی جزا
ہوگا یعنی فان انت فی البین ولك اثر فی العین فاعلم انہ یراك اگر تو درمیان میں
رہیگا اور تیرا اثر عین واصل ذات میں موجود ہوگا پس تو یقین کرلے کہ تجھکو خدا دیکھیگا
جیسا کہ الکواکب الزاہرہ صفحہ ۲۷ میں ہے واما قولہ ثم ینعم قولہ فانہ یراك ولا
یصح بینہ وبینھا قبلہ ارتباط۔ بل الارتباط موجود ولا تصیح فی ذلك
لان التقدیر فان کنت فی البین ولك اثر فی العین فاعلم انہ یراك وھذا
مرتبط بما قبلہ بلا مریۃ وھذا التقدیر بحسب الاشارۃ وسلامۃ العبارۃ سے
شرط کا جواب جزم ہونا ضروری ہے پس تراہ سے الف محذوف ہونا ضرور تھا جو وقت ضرورت
حرف علت کا قلب اور جزم کا مقدر کرنا جائز ہے جیسا کہ قول اخیر میں ترضیا کا الف محذوف نہوا
سہ اذا العجوز غضبت فطلق ؛ ولا ترضاھا ولا تملق۔ الکواکب الزاہرہ صفحہ ۲۷
پس (تراہ) میں الف ثابت رکھنے کی ضرورت ہے جیسا کہ الکواکب الزاہرہ صفحہ ۲۷
میں ہے قال بحر الحقائق حامل لواء العلم باللہ محی الدین ابن العربی فی کتابہ
الفنا فی المشاھدۃ فاشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاھل الاشارات بقولہ
فان لم تکن تراہ ای رویتہ لا تکون الا بفنائك عنك وانت الالف من
تراہ من اجل ظھورہ لتعلق الرویۃ بہ اذ لو حذفتہا وقال فان لم تکن ترہ
لم تصح الرویۃ فان الھاء من تراہ کنایۃ عن الغائب الغائب لا یری والالف محذوفۃ
فکان رتر بلا رویۃ فلا بصر ولھذا اثبت واما حکمۃ ثبوت الھاء فانہ
کان یعنی فان لم تکن تراہ اشارۃ الی انك اذا رأیت لوجود الالف فلا
تقل احطت فانہ تعالیٰ یجل ویتعالیٰ عن ان یحاط بہ وما لم یحط بہ فیکون
الھاء الذی ھو ضمیر ما غاب عنك من حقیقۃ الحق عند الرویۃ لتشھدہ لك
بعدم الاحاطۃ انتھی قلت والغائب لا یری والالف محذوفۃ یعنی لان
الالف بمثابۃ ذات الحق تعالیٰ والباء والتاء الی اخر الحروف بمثابۃ صفات
تجلیاتہا فتارۃ تظھر ذات الحق تعالیٰ المعلومۃ المقدسۃ کظھور الالف

۱۔ القول المستحسن صفحہ ۹۳ اور القول المتحسن صفحہ ۱۰۹ میں ہے کہ کل ھذا اصل اصیل
مبین لتصرف المشائخ الصوفیۃ فی المریدین ثم رأیت جامع کتاب فصوص الآداب صاحب الام

ایسا ہی ابو عبد الرحمن معاذ بن جبل کو عمامہ باندھا جبکہ اسکو یمن پر بھیجا۔ اور ایسا ہی علی مرتضی کی دستار بندی فرمائی جبکہ انکو یمن پر بھیجا
طبرانی نے اپنی معجم میں کہا کہ ہمکو بکر بن سہل نے عبد اللہ بن یوسف سے حدیث بیان کی اسنے کہا کہ ہمکو یحیی بن حمزہ نے بیان کیا اس نے

تفسیرہ ظهر الآیة ما ظهر من معانیها لاهل العلم بالظاہر وبطنها
ما تضمنته من الاسرار التی اطلع الله علیها ارباب الحقائق فریابی نے اپنی
تفسیر میں حسن سے روایت کیا کہا اس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آیت
قرآنی کے لئے ظاہر و باطن ہے۔ ابن نقیب نے اس تفسیر میں کہا ہے کہ آیت کا ظاہر وہ
ہے کہ جس کے معانی علم ظاہر والوں پر ظاہر ہوں اور آیت کا باطن وہ ہے کہ آیت ایسے
اسرار کو متضمن ہو کہ جن پر اللہ تعالی ارباب حقائق کو مطلع کرتا ہے حدیث پنجم واخرج
ابو نعیم عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل علی سبعة احرف ما منها
حرف الا له ظهر وبطن وان علی ابن ابی طالب عنده من علم الظاهر و
الباطن ابن مسعود سے مروی ہے کہا کہ تحقیق قرآن سات لغت پر نازل ہوا کوئی ایسی
لغت نہیں کہ جس کو ظاہر و باطن نہ ہو اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر و باطن
دونوں علم ہیں حدیث ششم واخرج ابو نعیم عن ابن عباس قال کنا نتحدث
ان النبی صلی الله علیه وسلم عهد الی علی سبعین عهدا لم یعهد الی
غیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا کہ ہم ذکر کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ستر عہد ایسے فرمائے ہیں کہ کسی دوسرے سے
نہیں فرمائے ص ۵ تایید الحقیقة العلیة وتشیید الطریقة الشاذلیة للعلامہ
جلال الدین السیوطی رضی اللہ عنہ بخوف تطویل صرف چھ احادیث پر اکتفا کیا گیا اب علماء کے
اقوال کی کوئی ضرورت نہ تھی تاہم بعض علماء کے اقوال برکتاً نقل کئے جاتے ہیں علامہ جلال الدین
سیوطی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب تایید الحقیقة العلیة کے صفحہ اول میں فرمایا ہے
اعلم وفقنی الله وایاك ان علم التصوف فی نفسه علم شریف قدره
سنی امرہ لم تزل ائمة الاسلام وهداة الانام قدیما وحدیثا
یرفعون منارہ ویجلون مقدارہ ویعظمون اصحابه ویعتقدون اربابه
فانهم اولیاء الله وخاصته من خلقه بعد انبیائه ورسله غیر انه
دخل فیهم تشبهوا بهم ولبسوا منهم وتکلموا بغیر علم وتحقیق فزلوا و
واضلوا فمنهم من اقتصر بذلك علی الاسم وتوسل بذلك الی حطام
الدنیا ومنهم من لم یحقق فقال بالحلول وما شابهه فادی ذلك

کہا کہ ہمکو ابو عبیدہ حمصی نے عبد اللہ
بن بسر سے حدیث بیان کی ہے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے علی بن ابی طالب کو
خیبر کیطرف روانہ فرمایا تو عمامہ
سیاہ باندھا۔ القول المستحسن صفحہ ۱۲۰
پس ان روایات سے واضح ہوتا ہے
کہ حضرات مشائخ وسادات
صوفیہ کے پاس خرقہ خلافت و
ارادت وتاج پوشی وکلاہ پوشی
ودستار بندی وکمل پوشی و
کفنی وغیرہ جو مناسب و مقتضا
مصلحت ہے سو اتفاق عمل در آمد بار ہا
ہے وہ سب احادیث سے ثابت
ہے اسکے اثبات میں احادیث
بکثرت وارد ہیں بخوف طوالت
یہی چند احادیث مذکورہ پر ہی
اکتفا کیا۔ واللہ اعلم بالصواب
تصوف وصوفیہ کے فضائل
رجال لا تلهیهم تجارة
ولا بیع عن ذکر الله مردان
خدا کو تجارت وبیع ذکر خدا سے
غافل نہیں کرتی اس آیت کے
مصداق اولیاء اللہ ہیں جو تجارت
وبیع میں بھی اسماء وصفات حق کا
ظہور دیکھتے ہیں جو عین ذکر اللہ ہے
امام یافعی نے نشر المحاسن میں
فرمایا ہے کہ علوم و معارف لدنیہ

ایسا ہی ولی وصدیق مخصوص ہیں یعنی علم و معرفت لدنی کو بغیر ولی وصدیق کے دوسرا حاصل نہیں کرسکتا۔ اور ظاہری علوم کو
صالح وزندیق بھی حاصل کرسکتا ہے الکواکب الظاہرہ ص ۳۱۲ قال الیافعی فی نشر المحاسن ان علم

تنویر الابصار والدر المختار وشرح علامہ زیلعی نے کنز الدقائق کی شرح میں کہا کہ تاج پوشی وکلاہ پوشی میں کچھ مضائقہ نہیں
کیونکہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی کلاہ وتاج تھے آپ انکو پہنتے تھے اور یہ صحیح ہے اسکو ذخیرہ میں ذکر کیا ہے اور اسکے
بعد والے حنفی کہ صاحب تنویر الابصار
ودر المختار ہیں، اسکے شارحین نے
بھی اسکی اتباع کی ہے۔ ق
لابی حنیفۃ فی مسندہ الذی
جمع الحصکفی عن ابی
ہریرۃ کانت لرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ
وسلم قلنسوۃ بیضاء شامیۃ
(مسند ابی حنیفہ میں ہے جسکو حصکفی
نے جمع کیا) ابو ہریرہ سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وسلم کیلئے سفید شامی تاج
تھا اس سے تاج پوشی وکلاہ پوشی
ثابت ہوئی :۔

کوئی چیز نہیں ہے بجز الف کے وہی الف بحسب مراتب اپنے متعدد ومتکثر ہوتا ہے ایسا ہی حق
تعالیٰ بنفسہ اپنے نفس کے لئے اپنے خلق واپنے صفات کے تکوینات میں ظاہر ہوتا ہے پس یہاں
خدا کے سوائے ازلاً وابداً کوئی موجود نہیں ہے پس اس وقت (تراہ) سے اگر تو الف کو حذف کریگا
تو اللہ تعالیٰ کے شہود ذاتی وصفاتی کی نفی ہوگی کیونکہ (ہ) تو ضمیر غائب ہے اور غائب کوئی
نہیں دیتا جیسا کہ شیخ نے کہا رضی اللہ عنہ ۱۲ بحر الحقائق شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تقریر کا خلاصہ
یہ کہ اِنْ لَمْ تَکُنْ اگر تو نہ رہیگا بلکہ خود کو فانی سمجھیگا تو (تراہ) خدا کو باقی سمجھیگا رویت
رویت قلبی یعنی معرفت وادراک مراد ہے کیونکہ (رَاٰیتُ) عربی میں افعال قلوب سے ہے پس
یہ مضمون من عرف نفسہ بالفنا فقد عرف ربہ بالبقا کے مطابق ہوا۔ اور تراہ
کا الف جواب شرط ہونے کے سبب سے حذف ہونا تھا مگر ضرورۃً اثبات بھی جائز ہے۔ وہ ضرورۃ
یہ ہے کہ (تراہ) کی ضمیر غائب ہے اور [illegible] نہیں ہوتا تو (ہ) مفید رویت نہ ہوا الف
بھی حذف کیا جاوے تو صرف (تر) سوا رویت کا متعلق یعنی ذات مرئی پر دلالت کرنے والا کوئی
حرف باقی نہ تھا اس لئے الف کو ثابت رکھا اور الف سے اشارہ اللہ کی معرفت وقلبی رویت
کی طرف سمجھا گیا پھر جبکہ ذات مرئی پر دلالت کرنے والا یعنی الف ثابت رہنے سے یہ وہم
ہوتا تھا کہ خدا کی معرفت ورویت قلبی بخود ان خدا دان کو کافی و کما حقہ شاید حاصل ہے اس وہم
کو دفع کرنے کیلئے (تراہ) میں (ہ) باقی رکھا گیا کہ ہٗ ضمیر غائب ہونے کی وجہ سے اس بات
کی طرف اشارہ ہو جائے کہ بڑے سے بڑے عارف کو بھی باوجود کمال معرفت کے ما عرفناک
حق معرفتک کہنا لازمی ہے کیونکہ اس کی ذات پاک فہم وادراک عقول سے غائب ہے اس
حکمت کے لئے تراہ میں ہ ثابت رکھا گیا واللہ اعلم بالصواب ۱۲

حدیث سوم عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من
العلم کہیئۃ المکنون لا یعلمہ الا اہل العلم باللہ فاذا نطقوا بہ لم
ینکرہ الا اہل الغرۃ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتحقیق کہ بعض
علم سربستہ کی طرح ہے جس کو علماء باللہ جانتے ہیں جب اس علم مکنون کو علماء باللہ بیان کرتے ہیں
تو کوئی اس کا انکار نہیں کرتا مگر وہی لوگ جو علم خدا سے غافل اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں
یہ علم مکنون علم [illegible] حقیقت ہے حدیث چہارم اخرج الفریابی فی تفسیرہ عن الحسن
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل اٰیۃ ظہر وبطن قال ابن النقیب فی

دستار بندی کا ثبوت

قدیم وجدید معمولی اہل حدیث کو معلوم
ہے کہ بادشاہان وسلاطین جب کسی کو
کسی جگہ کا والی یا حاکم بناتے ہیں تو
لباس وپوشاک عمامہ ودستار بندی
وتاج پوشی وغیرہ خلعت سے
انکا اعزاز واکرام کرتے ہیں تاکہ
انکی حکومت اور والی ہونے کا
اعلان وعلامت ہو اسیطرح دولابی
وطبرانی نے ایسی سند سے جسمیں
کوئی جرح نہیں ابو امامہ سے
روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کسی کو والی و
حاکم نہیں مقرر کرتے تھے یہانتک کہ
اسکی دستار بندی فرماتے اگرچہ یہ آنحضرت علیہ السلام کے تصرف سے خالی نہیں ہے اور آنحضرت علیہ السلام نے عبدالرحمان بن عوف کو
عمامہ باندھا۔ جبکہ اسکو ایک سریہ (چھوٹا لشکر جس میں آنحضرت علیہ السلام شامل نہوں) پر حاکم بنایا ص ۴۶ القول المستحسن ۱۲

یہ ظاہری تعلیم و تدریس کا تعلق غیر اللہ سے وابستہ ہے اور علم تصوف و توحید خاص ذات و صفات حق کی معرفت ہے اسلئے تصوف سب علوم سے افضل و اشرف ہے اور حضرت سید الطائفہ الصوفیہ ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لو علمت ان

تحت ادیم السماء علما اشرف من علمنا هذا لسعیت الیه وقصدته

اگر آسمان کے نیچے ہمارے علم تصوف سے کوئی دوسرا علم اشرف ہوتا تو میں اسکی طرف سعی و قصد کرتا۔ الکواکب الزاهرۃ صہ ۲۲۳ اس سے ثابت ہوا کہ صوفیہ کے معتقدین و منتسبین سعید ازلی ہیں جنکے ساتھ خدا تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اگر [illegible] اعمال صوفیہ کے اعمال جیسے نہوں صرف محبت و تشبہ بھی زمرۂ صوفیہ میں محشور ہونیکے لئے کافی ہے کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ یا رسول قیامت کب قائم ہوگی۔ [illegible] علیہ السلام نماز کیلئے کھڑے ہوگئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ قیامت کی مدت کا سائل کہاں ہے اسنے کہا کہ میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نیا ہے [illegible] کیا تیار کر رکھا ہے اسنے کہا کہ میں قیامت کیلئے بڑا ہی نماز روزہ کی تیاری نہیں کی ہے یا یوں کہا کہ بڑے عمل کی تیاری نہیں

کی ہے مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہوں پس آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی اپنے محبوب دوست کے ساتھ ہوتا ہے اور تو بھی انکے ساتھ ہوگا جنکو تو دوست رکھتا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد

عارفوں نے کہا ہے کہ اختلاف دلائل کیوجہ سے علما، ظاہر پر کوئی علمی مشکل واقع ہو تو علمائے باطن سے دریافت کر لیتے ہیں کیونکہ وہ اہل اللہ اقرب الی التوفیق اور ہوائے نفسانی سے بعید تر ہیں امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے پاس دریافت مسائل کے لئے آیا جایا کرتے تھے حالانکہ حضرت معروف کرخی علم سنن ایسا بہتر نہیں جانتے تھے جیسا کہ احمد بن حنبل و یحییٰ رحمہما اللہ جانتے تھے صہ الکواکب الزاهرۃ فصل چہارم بیعت صوفیہ و پیری و مریدی کے اثبات میں ثبوت بیعت کے دلائل لکھوں جو بہت دلائل ہیں از انجملہ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیهم فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفی بما عاهد علیه اللہ فسیوتیه اجرا عظیما اے محمد صلی اللہ علیہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں بتحقیق وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے پس جو عہد شکنی کرے گا تو عہد شکنی کی سزا اسی پر ہوگی اور جو خدا سے کئے ہوئے معاہدے کو پورا کرے گا تو خدا اس کو اجر عظیم دیگا اس آیت سے یہ مطلقاً بیعت کا ثبوت ہوتا ہے بیعت کے جملہ اقسام [illegible] داخل ہیں کسی خاص قسم کی بیعت ہی مخصوص و مقصود نہیں مشہور حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ کبھی ہجرت و جہاد پر کبھی ارکان اسلام قائم کرنے پر اور کبھی معرکۂ کفار میں ثابت قدم رہنے پر اور کبھی اتباع سنت اور بدعت سے پرہیز کرنے اور طاعات کے حریص و مشتاق ہونے پر بیعت کرتے تھے جیسا کہ ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں سے بیعت لی نوحہ نہ کرنے پر اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ چند فقرا مہاجرین صحابہ سے اس بات پر بیعت لی کہ کسی سے کچھ نہ مانگیں نہ سوال کریں تو انمیں سے بعض کا یہ حال تھا کہ جب کوڑا گر جاتا تھا تو خود گھوڑے سے اتر کر کوڑا اٹھا لیتا تھا کوڑا اٹھا دینے کا بھی کسی سے سوال نکرتا تھا حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن جن امور پر بیعت لینا ثابت ہے وہ سب تزکیۂ نفس و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قسم سے ہی ہے اور تصوف کی تعریف خود تزکیۂ نفس ہے تو پھر بیعت صوفیہ کو بدعت یا بے اصل کہنا خود بے اصل و غلط ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے مختلف امور دینیہ پر بیعت لینے کا ثبوت اظہر من الشمس ہے صحیح بخاری کی حدیث بتاتی ہے اس امر پر کہ

ان العلوم والمعارف اللدنیۃ یختص بہا الولی والصدیق والعلوم الظاہرۃ ینالہا الصالح والزندیق

خدا تعالیٰ جب کسی سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسکو صوفیہ کی طرف مائل کر دیتا ہے اور فقہا کی صحبت سے اسے دور کرتا ہے کیونکہ صوفیہ

الی اساءۃ الظن بالجمیع وقد نبہ المعتبرون منہم علی ہذا الخطب الجلیل ونصوا علی ان ہذہ الامور السیئۃ من ذلک الدخیل علم تصوف فی نفسہ ایسا علم ہے کہ جس کی قدر بڑی اور شان بلند ہے آئمہ اسلام اور ہادیان قوم اگلے اور پچھلے تصوف کے منارہ کو بلند اور اس کی جلالت شان بیان کرتے رہے ہیں اور اہل تصوف و صوفیہ کے معتقد اور ان کی تعظیم کرتے رہے ہیں پس تحقیق کہ وہ صوفیہ اولیاء اللہ خاصان خدا ہیں بعد انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے مگر بعض نالائق لوگ صوفیہ میں داخل ہو کر ان صوفیہ سے مشابہت پیدا کی حالانکہ وہ صوفی نہیں ہیں بغیر علم و تحقیق کے علم تصوف کی گفتگو کرنے لگے لغزش کھائی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا بعض نے تو صرف نام پر اکتفا کیا اور متاع دنیا حاصل کرنے کے لئے تصوف کو ذریعہ و وسیلہ بنا لیا بعض لوگ بغیر تحقیق کے حلول وغیرہ کے قائل ہو گئے ہیں ان متشبہین بالصوفیہ کی زندیقی و بد مذہبی جمیع حقانی صوفیہ صافیہ باخدا کے ساتھ بدگمانی کا باعث ہو گئی اس لئے علمائے ربانی و صوفیہ حقانی نے آگاہ کر دیا کہ یہ بد دینی و بد اعتقادی جو صوفیہ کی طرف منسوب ہو گئی ان نالائق جاہل متشبہین بالصوفیہ کی ہے ورنہ در اصل صوفیہ کے عقاید حقہ قرآن و حدیث و مذہب حق کے مطابق ہیں۔ قال ابو طالب المکی فی قوت القلوب علماء الظاہر زینۃ الارض والملک وعلماء الباطن زینۃ السماء وزینۃ الملکوت وعلماء الظاہر ہم اہل الخبر واللسان وعلماء الباطن ارباب القلوب العیاں ص ۵ الکواکب الزاہرۃ۔ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں کہا ہے کہ علمائے ظاہر زمین و ملک کی زینت ہیں اور علمائے باطن آسمان و ملکوت کی زینت ہیں اور علمائے ظاہر اہل خبر و لسان ہیں اور علمائے باطن اہل دل و مکاشفہ ہیں قال بعض العارفین علماء الظاہر محکوم وعلماء الباطن حاکم علیہ وقال بعض العارفین علماء الظاہر اذا اشکل علیہم العلم فی مسئلۃ لاختلاف الادلۃ سئلوا اہل العلم باللہ لانہم اقرب الی التوفیق وابعد عن الہوی وقد کان الامام احمد بن حنبل ویحیی بن معین یختلفان الی معروف الکرخی ولم یکن یحسن من العلم والسنن ما کانا یحسنانہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ علم ظاہر محکوم ہے علم باطن حاکم ہے اور محکوم حاکم کے آنے تک موقوف رہتا ہے اور بعض

اصلاح دل کا حکم کرتے ہیں اور فقہا زبان کی اصلاح کا حکم کرتے ہیں اور دل و زبان میں بہت فرق ہے دیکھو حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ جب طریق صوفیہ میں داخل ہوئے تو تصنیف و تدریس و فتویٰ دینے کو ترک کر دیا۔ اور جنگل کی طرف فقیرانہ نکل گئے تو ایک دیہی فتویٰ طلب کرنے آیا اور سوال کیا تو غزالی نے فرمایا کہ تو میرے سے دور ہو جا بتحقیق تو نے مجھے باطل زمانہ یاد دلایا اگر اس زمانہ میں تو میرے پاس آتا تو میں تجھ کو فتویٰ دیتا تھا۔ اذا اراد اللہ بالمرید خیرا اوقعہ الی الصوفیۃ ومنعہ صحبۃ الفقہاء لان الصوفیۃ یامرونہ باصلاح قلبہ والفقہاء یامرونہ باصلاح لسانہ فشتان بین المقامین و النظر الی حجۃ الاسلام ابی حامد الغزالی رحمہ اللہ لما دخل فی طریق القوم ترک التصنیف والتدریس والافتاء وخرج متقشفا الی البادیۃ فجاءہ رجل لیستفتیہ فلما قدم الیہ السوال

قال لہ الیک عنی لقد ذکرتنی ایام البطالۃ لو جئتنی تلک الایام افتیتک الکواکب الزاہرۃ ص ۱۲۳

پس جبکہ امام غزالی جلیل القدر جامع ظاہر و باطن نے تصنیف و تدریس و افتا کے زمانے کو ایام البطالۃ کہا ہے تو معلوم ہوا کہ

ابو القاسم حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الایمان بطریقتنا هذا ولایۃ الکواکب الزاہرہ ص ۲۰۳
لمعلوف علم اسرار پوشیدہ ہے اسکا اظہار اسکے اہل پر درست ہے اور نا اہل سے اخفا ضروری ہے ۵ تا نجوی بیر سلسلہ

ولم ینکر احد من الائمۃ علی تارکہا کان الاجماع علی انہا سنت

الجواب پس تو سمجھ لے کہ بیعت سنت ہے واجب نہیں کیونکہ اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے سبب سے خدا تعالیٰ کی قربت چاہتی اور کسی دلیل نے تارک بیعت کے گنہگار ہونے کو ثابت نہ کیا اور آئمہ دین نے تارک بیعت پر انکار نہ کیا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہو گیا اسپر کہ بیعت واجب نہیں۔

فائدہ علمائے شریعت کے پاس بیعت مسنون ہے لیکن علمائے حقیقت کے پاس فرض ہے جس کے دلائل و براہین درج ذیل ہیں برہان اول حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے نبی مرسل ہونے کے خضر طریق کے پاس بحکم خداوندی تشریف فرما ہو کر هل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا کہا یعنی کیا میں آپ کی اتباع کروں اس بات پر کہ آپ مجھے ارشاد حقائق کی تعلیم دیں جسکی آپ کو تعلیم دی گئی ہے پس اس سے حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونا ثابت ہوا جو علم حقائق و اسرار لدنی ہیں بیشک حضرت موسیٰ سے خضر افضل ہیں خضر کے اسی افضل و علم باللہ ہونے کو ثابت کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو خضر کے پاس اللہ تعالیٰ نے روانہ فرمایا لیکن یہ جزئی فضیلت ہے اس سے مطلقاً کلی افضلیت خضر کی موسیٰ علیہ السلام پر ثابت نہیں ہوتی بلکہ موسیٰ علیہ السلام مطلقاً کلی طور پر خضر علیہ السلام سے افضل ہیں اس لئے کہ حضرت موسیٰ نبی مرسل ہیں اور خضر علیہ السلام نبی مرسل نہیں بلکہ وہ ولی ہیں نبی مرسل سے غیر نبی افضل نہیں ہو سکتا لیکن خاص علم لدنی میں بحکم آتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے اعلم و افضل ہیں اس جزئی فضیلت سے کلی طور پر خضر کا موسیٰ سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہمارے سرکار فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر آپ کی شان ہے علمہ شدید القویٰ سے آنحضرت علیہ السلام کو حضرت جبرئیل کا تعلیم دینا ثابت ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ اوقات نماز کا بھی تعلیم دینا جبرئیل کا ثابت ہوتا ہے کیا اس تعلیم کی وجہ سے سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین سے جبرئیل علیہ السلام کا افضل ہونا ثابت ہوگا ہرگز ہرگز ممکن نہیں بلکہ یہ ایک جزئی وجہ ہے جو فضل کلی کو مستلزم نہیں یہی حال خضر و موسیٰ علیہما السلام کا ہے برہان دوم یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ

رہا کبس ہو تا تریزی قندرا بیش گمس ہو حدیث شریف میں ہے کہ نا اہل کو علم سکھانیوالا موتی جواہر کے ہار خنازیر کو پہنانے والے کے مثل ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے دو علم حاصل کئے ایک کو (یعنی علم ظاہر کو) تو میں نے تم میں ظاہر کر دیا لیکن دوسرا (یعنی علم باطن اسرار) اگر ظاہر کروں تو میرا حلق کاٹا جائیگا۔ اقدہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن کی تفسیر بیان کروں تو (لیس جنتم ...) لقطعتم الی ... البتہ تم مجھے سنگسار ہی کر دو گے اور کافر کہو گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اور اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ یہاں پر بہت سے علوم کثیرہ ہیں اگر کوئی اسکے اہل اور حامل ملتے تو بتلاتا۔ الکواکب الزاہرہ ص ۲۰۴ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ بیشک بعض علم پوشیدہ راز کیطرح ہیں۔ جنکو علماء باللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جب وہ راز بیان کرتے ہیں تو اسکا انکار کوئی نہیں کرتا بجز اسکے جنکو خدا نے مغرور بنا رکھا ہے۔ دوسری روایت ابوزرعہ نے ہمکو اجازۃً خبر دی کہا کہ ابو بکر بن خلف نے ہمکو اجازۃً

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر سے بیعت لینے کے وقت ہر مسلمان کی خیر خواہی کو شرط و لازم گردانا قوم انصار سے بیعت لی تو خدا کے بارہ میں ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنے کو شرط و لازم گردانا اور جہاں رہیں حق گوئی کی تاکید کی یہ سب امور از قسم تزکیہ نفس ہی ہیں جو بعینہٖ معنی و مقصد تصوف ہے پس بیعت صوفیہ کا انکار در اصل اُن آیات و احادیث کا انکار ہے جو تزکیہ نفس کی تاکید میں ثابت ہیں کیونکہ تصوف خود تزکیہ نفس کو کہتے ہیں تو پھر تصوف کا انکار در اصل آیات و احادیث مثبتہ تزکیہ نفس کا انکار ٹھیرا (ہے) بیعت سنت ہے یا واجب ؟ بیعت چند اقسام پر ہے بیعت خلافت بیعت اسلام بیعت تقوی و ترک معصیت بیعت ہجرت و جہاد اور بیعت ثابت قدم رہنے کی جہاد میں نیز بیعت صوفیہ کے بھی چند اقسام ہیں از انجملہ بیعت توبہ از معصیت بیعت تبرک بسلسلہ اولیا را اللہ بمنزلہ سلسلہ اسناد حدیث و بیعت تاکید عزیمت یعنی عزم مصمم امتثال امر الٰہی و ترک ممنوعات و مناہی کے ظاہر و باطن اور دلکو اللہ تعالی سے متعلق کرنے علاقہ توڑنے پر پس جبکہ بیعت کے اقسام مختلفہ کثیرہ ہیں تو ہر قسم کا حکم باعتبار مقتضائے وقت و ضرورت مختلف ہوگا کبھی فرض و واجب کبھی مسنون و مستحب و کبھی مباح جیسا کہ نفل نماز در ورزہ بقصد و نیت فرض ہو جاتا ہے اسی طرح بیعت بھی اگر شرک و کفر سے توبہ کرنے یا معصیت سے توبہ کرنے پر ہے تو بیشک کفر و معصیت سے توبہ فرض و واجب ہے توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا اسی طرح اسلامی ضرورتوں کی وقت امام زماں کی بیعت اطاعت بھی فرض و واجب ہے واولی الامر منکم لیکن بیعت متوارثہ و منقول امر مسنون ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بر سبیل عبادت و اہتمام شان کوئی فعل ثابت ہوا ہو تو وہ مسنون ہونے سے کم نہوگا القول الجمیل میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بیعت کو مسنون کیا ہے وھذا لاشک فیہ ولا شبھۃ انہ اذا ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل علی سبیل العبادۃ والاھتمام بشانہ فانہ لاینزل عن کونہ سنۃ للعلماء الراسخین ف علماے راسخین سے مراد وہ ہیں جو علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں اسی کتاب القول الجمیل میں ہے فاعلم ان البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ لان الناس بایعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تقربوا بھا الی اللہ تعالی ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکھا

کسی امر سے ایسا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ اس حدیث سے خوش ہوئے یہی حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو اس سے زیادہ واضح ہے۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہو لیکن انکی مانند عمل نہیں کر سکتا فرمایا کہ اے ابوذر تو اسکے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے ابوذر نے کہا میں تو اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہوں فرمایا کہ تو بیشک انکے ساتھ ہوگا جن سے تجھکو محبت ہے ابوذر نے اپنی بات کا اعادہ کیا (کہ میں اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہوں) آنحضرت علیہ السلام نے بھی اعادہ کیا۔ (کہ تو انکے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے) الکواکب الزاہرہ ص ۲۰ اور جواہر الحقائق مولفہ مولانا سید محی الدین صاحب رحمہ اللہ ویلوری صفحہ (۱۰) میں ہے کہ در تصوف از فقہ در مرتبہ ارفع و اعلی است کذا فی مرج البحرین از لطیف اللہ دہلوی۔ وصاحب ایقاظ الغافلین از سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام رحمہما اللہ نقل نمودہ کہ گر اوّل دلیل بر اشرفیت ایشاں آنست کہ کرامات بر دست ایشاں ظاہر میشود و از ہیچ فقیہ بظہور نمی رسد۔ اور الکواکب الزاہرہ صفحہ ۴۸ میں ہے کہ آئمہ مجتہدین مثل شافعی وغیرہ رضی اللہ عنہم اعتراف کرتے تھے کہ علماے باطن علماے ظاہر سے بہت افضل ہیں اس تمام بیان کا حاصل یہی ہے کہ علم تصوف وصوفیہ تمام علوم دینیہ و علماے ظاہر سے بدرجہا افضل و اشرف ہیں۔ خداے پاک سب مسلمانوں کو اس علم شریف کی دولت اور ان مقبولان کبریا کی محبت عطا فرمائے۔ کیونکہ اس طریقہ کی تصدیق و ایمان خود ولایت ہے۔ جیسا کہ سید الطائفہ

وجاہدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ حق جہاد ہے
جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ رجعنا من الجہاد الاصغر
الی الجہاد الاکبر ہم نے چھوٹے جہاد (جنگ با کفار) سے بڑے جہاد (جنگ با نفس)
کی طرف رجوع کیا اس لئے کہ گھر کا دشمن باہر کے دشمن سے زیادہ قوی ہوتا ہے اعدی
عدواک نفسک التی بین جنبیک پس جہاد اکبر یعنے نفس کشی فرض ہے اس لئے
پیر دستگیر نفس کش کی دستگیری سے نفس کو قتل کرنا واجب ہے مولانا رومی نے فرمایا ہے
ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر ۔ دامن آن نفس کش محکم بگیر ۔ برہان چہارم ذروا
ظاہر الاثم وباطنہ ۔ ظاہر باطن کے گناہ چھوڑ دو ۔ ظاہر کے گناہ شرک جلی وغیرہ
تو سب اہل ظاہر کو بھی معلوم ہیں باطن کے گناہ دل اور روح کی معصیت شرک خفی و شرک
اخفی بجز پیران امداد و مرشدان کامگار کے کسی اہل ظاہر پر ظاہر نہیں اس لئے بیعت
شیخ فرض ہے برہان پنجم توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون
اے مومنین تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو یہ بھی امر ہے کہ ہم مامور
ہیں توبہ کرنے پر پس جبتک ظاہر و باطن کے گناہ کا علم نہ ہو تو توبہ کس طرح ممکن ہے اس لئے بیعت
کی ضرورت ہے توبہ کے معنے رجوع الی اللہ کے ہیں پس خدا کی طرف رجوع ہونے کا کیا
طریقہ ہے یہ بھی شیخ کی بیعت پر موقوف ہے برہان ششم ادع الی سبیل ربک
بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ تمہارے رب کی راہ طرف حکمت اور نیک نصیحت کیساتھ
دعوت کرو سبیل رب کل امور دین کو شامل ہے خاص طور پر سلوک حقیقی مسلک حق شناسی
مراد و مقصود ہے حکمت علم حقائق ہے یعنے سبیل رب سلوک حقیقی مسلک حق شناسی کی طرف
علم حقائق کیساتھ دعوت حق کیجئے کتاب تائید الحقیقۃ العلیۃ للامام جلال الدین السیوطی میں
میں ہے ثم الدعاۃ علی وجوہ احدہا داع الی الفناء باللہ من حیث اعتنا
بالایجاد ابتداء وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئا وثانیہا داع بالفقر
الی اللہ فان ذلک وظیفۃ العبودیۃ وثالثہا داع بالاخلاق الرحیمیۃ
کما قیل تخلقوا باخلاق اللہ ای من جہۃ الرحمۃ والحلم والجود والعفو
ونحو ذلک وہذا اہم احل الدعوات ۔ برہان ہفتم قل ہذہ سبیلی ادعو
علی البصیرۃ انا ومن اتبعنی کہہ دے محمد یہ میری سبیل ہے دعوت دیتا ہوں بصیرت

قاضیوں وعلماء نے انکی خونریزی مباح ہونیکا فتوی دیدیا تو مقتدر باللہ حسین بن منصور کو محمد بن عبد الصمد کوتوال کے حوالہ کرنے کا حکم دیا
اُسنے بعد نماز عشا حسین بن منصور کو اپنے قبضہ میں لیا اس خوف سے کہ لوگ دن میں حسین بن منصور کو اسکے ہاتھ سے نکال لینگے پھر
منگل کے روز ۲۴ ذیقعدہ
۳۰۹ھ باب الطاق کے
پاس حسین بن منصور لائے گئے ۔
بہت سے لوگ جمع ہوگئے ۔
جلاد کو حکم ہوا تو اس نے ایک ہزار
تازیانے حسین بن منصور پر مارے
حسین نے نہ معافی مانگی نہ آہ کیا
پھر آپکے ہاتھ پاؤں چاروں کاٹے
گئے پھر بھی آپ نے تلون کے ساتھ اضطراب
نہ کیا ۔ پھر سر کاٹا گیا جسم جلایا گیا
اسکی راکھ دجلہ میں ڈالی گئی سر
بغداد میں لٹکایا گیا اور اطراف و
اکناف میں گھمایا گیا ۔ اس سال
دجلہ کو بے حد طغیانی ہوئی تو حسین بن
منصور کے مریدوں نے کہا کہ
حسین بن منصور کی راکھ دجلہ
میں ڈالنے کی وجہ سے یہ طغیانی
ہوئی ۔ جب حسین بن منصور قتل
کیلئے لائے گئے تو یہ اشعار
پڑھے کہ اسلم النفس
للاسقام تتلفہا ۔ الا علمی
بان الموت یشفیہا ۔ ونفسی
منک یا سؤلی ویا املی ۔
اشہی الی من الدنیا و
ما فیہا ۔ نفس المحب علی
الالام صابرۃ ۔ لعل
مسقمہا یوما یداویہا ۔ حضرت حلاج الاسرار فرماتے تھے کہ خدا نے تمہارے لئے میرا خون مباح کردیا ہے مجھکو قتل کر دو مسلمانو
آج میرے قتل سے زیادہ اہم کام کوئی نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا قتل قیام حدود اور شریعت کیساتھ ٹھیرا ہے

خبر دی کہا کہ ہمکو ابو عبد الرحمن نے خبر دی کہا کہ نصر آبادی سے کہتے ہوئے میں نے سنا کہ میں نے ابن عطا کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے قرشی کو سنا کہتے تھے لا اسرار اللہ تعالیٰ کے ہیں جنکو اپنے امانت دار سادات شریف اولیاء پر ظاہر کرتا ہے بلا سماعت و تدریس کے ۔ بعید وہ اسرار ہیں جنپر بجز خاصان خدا کوئی مطلع نہوا ۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ جب ایسے اسرار بیان کرنا چاہتے کہ جو اس طریق کا اہل نہ ہوا سکا ان اسرار پر واقف ہونا مناسب نہیں تو فرقد سنجی و مالک بن دینار اور جو اس مذاق کے لوگ حاضر ہوتے ان سب کو بلاتے اور باقی لوگوں سے دروازہ بند رکھتے اور اپنے فن کے مذاق والوں سے گفتگو کرتے تھے ۔ اگر اسرار کا اسرار و اخفا واجب نہوتا حضرت ممدوح ایسا عمل نفرماتے ۔ الکواکب الزاہرہ صفحہ ۲۰۴ قطب الزماں شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

فی باطنی من نورکم مالو بدا ۔ افتی بسفک دمی الذی لا یعلم ۔ ولو اننی ابدی سرائر ودکم ۔ قالوا العواذل لیس ھذا مسلم ۔

میرے باطن میں جو تمہارا نور ہے اگر ظاہر ہو جائے تو نادان شخص میری خونریزی کا فتوی دیگا اگر میں تمہارے اسرار محبت کو ظاہر کرونگا تو ملامت گر لوگ کہینگے یہ مسلمان نہیں ہے ۔ الکواکب الزاہرہ صفحہ ۲۱۰ ۔ نا اہل پر افشاء راز موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے جیسا کہ ولی اللہ حسین بن منصور حلاج الاسرار جو جنید و شبلی رضی اللہ عنہم کے صحبت یافتہ و شراب عشق و محبت الٰہی سے مست و بیخود تھے ۔ حامد بن عباس وزیر مقتدر باللہ کی مجلس میں اسرار توحید میں گفتگو کی تو ظاہری علوم کے

لعلکم تفلحون اس آیت میں مومنین کو حکم کیا گیا کہ فلاح دارین حاصل کرنا ہو تو اتقوا اللہ سے تقوی کرو وابتغوا خدا کی طرف وسیلہ کی تلاش کرو اور وجاھدوا خدا کی راہ میں مجاہدہ کرو۔ تقوی کے مراتب ہیں سب سے اول و افضل شرک کے جمیع اقسام تقوی و پرہیز کرنا ہے کیونکہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ خدائے تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشیگا لا تشرکوا بہ شیئاً خدا کیساتھ کسی شیٔ کو شریک مت کرو شرک کے جزئی اقسام بہت ہیں ظاہر شریعت میں جتنے اقسام شرک ہیں انکا مرجع شرک فی العبادات شرک جلی ہے اس کے علاوہ شرک خفی و شرک اخفی یہ تین مراتب کلیہ شرک کے ہیں جن کے جزئیات بہت ہیں شرک جلی تو ظاہر شریعت سے معلوم ہو سکتا ہے شرک خفی و اخفی اور اُن کی جزئیات علمائے اللہ مرشدین کاملین کے ارشاد پر موقوف ہے اس لئے بیعت شیخ کی ضرورت ہوئی تاکہ جمیع اقسام شرک سے پاک ہو کر ایمان حقیقی و توحید تحقیقی کی نعمت عظمیٰ حاصل کی جائے پس اتقوا صیغہ امر ہے جس سے جمیع اقسام شرک سے تقوی کرنے کا ہم کو حکم کیا گیا ہے اور ہم مامور ہیں اس امر پر کہ شیخ کی تعلیم و ارشاد سے جمیع اقسام شرک سے تائب ہو کر توحید حقیقی حاصل کریں۔ وابتغوا وسیلہ ڈھونڈھو یہ بھی صیغہ امر ہے وسیلہ سے مراد پیر و مرشد کامل مکمل ہے پس ہم پیر و مرشد کی طلب و تلاش و بیعت پر مامور من اللہ ہیں شفاء العلیل ترجمۂ القول الجمیل میں ہے کہ وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے مولانا نے فرمایا کہ ہم نے اپنے جد امجد حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ کے ایک مرید سے سنا کہ اُن کے ہمعصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے سنت یا بدعت ہونے میں گفتگو کی جد امجد نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آیت سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیجئے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے چنانچہ یا ایھا الذین آمنوا اس پر دلالت کرتا ہے ۔ اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقوی میں داخل ہے اسواسطے کہ تقوی عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے اور اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بدلیل مذکور تقوی میں داخل ہے پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت و بیعت مرشد کی ہے پھر اس کے بعد مجاہدہ و ریاضت ہے ذکر اور فکر میں تا فلاح حاصل ہو کہ عبارت ہے وصول ذات پاک سے واللہ اعلم ۔ وجاھدوا فی سبیل اللہ اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرو اور دوسری آیت برہان سوم

قرب و معیت کی راہ ہے مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ نہیں ہے پس حلول و اتحاد
سے پاک توحید و ایمان جو حقیقی صراط مستقیم ہے بغیر مرشد و ہادی کی ہدایت کے غیر
ممکن الحصول ہے اس لئے بیعت فرض ہے **برہان دوازدھم** بیعت ارادت وجہ اللہ
جس کا ذکر اصحاب صفہ کی شان میں وارد ہے یریدون وجہہ وجہ اللہ کے مرید ہیں
ان مریدین کو ہی اینما تولوا فثم وجہ اللہ کا راز منکشف ہوگا اور نحن اقرب
الیہ من حبل الورید کا قرب اور وھو معکم اینما کنتم کی معیت اور وھو بکل
شئی محیط کا احاطہ بلا تاویل حقیقی مفہوم بجز ارشاد مرشد کامل حل نہیں ہو سکتا اہل
اہل ظاہر اہل تاویل ہیں ہر حقیقت کو مجاز پر محمول کرتے ہیں ؎ چوں ندیدند حقیقت
رہ افسانہ زدند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے اتبک بیعت
کا طریقہ مسلسل بسلاسل اولیاء اللہ جاری ہے اور خبر متواتر کی طرح اس کی اسناد متصلاً
ثابت ہے تمام اولیاء اللہ و اہل ہدایت کا اس بیعت پر اجماع ہو چکا ہے خود ہدایت و فعل
اہل ہدایت ہے اور لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کے موافق ضلالت پر اجماع نہیں بلکہ
ہدایت پر ہے پس بیعت ارادت و طلب ہدایت فرض ہے اس کے علاوہ دلائل و براہین بسبب
بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا۔ سوال کیا حقائق و دقائق و اسرار معارف کی تحصیل عموماً
فرض ہے جواب ایمان تحقیقی کیلئے بھی کوشش تو ضروری ہے کامیابی و منزل مقصود پر پہونچنا
فضل ایزدی پر موقوف ہے مسائل ظاہر شریعت سے بھی اکثر و بیشتر عامۃ الناس نا فہم
واقف ہیں کیا ان کے افہام قاصرہ کی وجہ سے در اصل مسائل شریعت کی تعلیم و تحصیل
فرض نہوگی بلکہ جس طرح علوم ظاہرہ دینیہ کی تحصیل و تکمیل فرض کفایہ ہے اسی طرح علوم
باطنہ کی تحصیل بھی فرض ہے بلکہ معرفت معبود بقدر فہم و استعداد ہر شخص پر فرض ہے
غوامض و اسرار شریعت پر جس طرح صرف ایمان و تصدیق کافی ہے اسی طرح حقائق
دقائق باطنہ پر بھی ایمان و تصدیق کافی ہے ادنیٰ نصیب منہا التصدیق بہ
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو ظرف
حاصل کیئے پس ان ہر دو ظرف سے ایک کو تو میں نے لوگوں پر منتشر کیا لیکن دوسرے کو اگر میں
پھیلاونگا تو میرا حلق کاٹا جاوے گا اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اس حدیث کو
چند امور کا استنباط ہوتا ہے علم کے دو قسم ہیں ظاہر و باطن۔ یہ ہر دو علم ظاہر و باطن

اسی دن قتل کیئے گئے۔ جب رات ہوئی تھی میں نے خواب میں دیکھا قیامت قائم ہوئی ہے۔ منادی ندا کر رہا ہے کہ حسین بن منصور کہاں
ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے کیئے گئے۔ اور ان سے کہا گیا جو تم سے محبت رکھے اسکو جنت میں داخل کرونگا۔ اور جو
تم سے بغض رکھے گا اس کو جہنم میں داخل کرونگا۔ حضرت حلاج نے کہا کہ یا اللہ تو سب کو بخشدے۔ پھر حلاج نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ قوت سے حلاج نام ہونیکی وجہ یہ ہے کہ ایک دن حلاج کی دوکان پر بیٹھے اور اس پنبے سے اپنا کام لینا چاہتے تو اسنے کہا کہ میں اپنے کام میں مصروف ہوں تو فرمایا کہ تو میرا کام کر میں تیرا کام کرونگا۔ پس وہ گیا حسین بن منصور کے کام کیلئے گیا اور جب واپس ہوا تو سب روئی دھنکی ہوئی پایا حالانکہ وہ اتنی زیادہ تھی کہ دس آدمی کئے دنوں میں دھنتے۔ اسی وجہ سے حلاج کہا گیا بعض نے کہا وہ اسرار بیان کرتے تھے اسلئے حلاج الاسرار نام مشہور ہوگیا۔ فارس کے رہنے والے تھے انکی کنیت کو ابو الملقن نے طبقات الاولیاء میں ابو المغیث کہا ہے۔ الکواکب الزاہرۃ (ص۲۰۵ و ۲۰۹)۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ صوفیہ کے سینہ بسینہ علوم و اسرار کا افشا نا اہل پر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے اسی وجہ سے اکابر صوفیہ نے افشاء
ذکر منع کیا ہے۔ افشاء سر الربوبیۃ کفر۔ اہل وہی ہے جسکو اس طائفہ اولیاء سے حسن عقیدت و عشق و محبت ہو اگر چہ کہ
بے علم ہو نا اہل وہ ہے کہ جسکو ان خاصان خدا کیساتھ بغض و عناد ہو اور انکے اقوال و افعال و احوال و خوارق عادات و کرامات کا

پر ہیں اور میرے متبعین۔ بصیرت باطنی دید ہے کلیات ابوالبقا میں ہے البصیرۃ ھی قوۃ فی القلب تدرک بھا المعقولات۔ کتاب التعریفات للسید الشریف الجرجانی میں ہے البصیرۃ قوۃ للقلب المنور یری بھا حقائق الاشیاء وبواطنھا بمثابۃ البصر للنفس یری بھا صور الاشیاء وظواھرھا وھی التی یسمیھا الحکماء العاقلۃ النظریۃ والقوۃ القدسیۃ پس سبیل رب کی طرف بصیرت پر ہوکر دعوت دینے کے حکم آنحضرت علیہ السلام اور آپ کے خلفاء اہل باطن اولیاء اللہ نے عمل کیا اور کر رہے ہیں برہان ہشتم اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اللہ اور اللہ کے رسول اور اولوالامر کی اطاعت کرو تفسیر حسینی میں ہے اولوالامر سے مراد۔ یا علماء و نزد عرفا اولی الامر مشائخ اند و پیران طریقت کہ تربیت اہل سلوک اشتغال مینمایند سالک را فرمانبرداری ایشاں لازمست ہرگز خواہ بسر منزل المقصود رسید تا بایدش پیری را رہنمایان کردن۔ اس آیت سے جس طرح مجتہدان شریعت کی تقلید واطاعت کی فرضیت ثابت کی جاتی ہے اسی طرح مرشدان طریقت علمائے حقیقت کی اطاعت وتقلید بھی ثابت ہوتی ہے برہان نہم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر تمہیں کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہل ذکر علماء سے دریافت کرو اس آیت سے بھی جس طرح علمائے شریعت کی تقلید و اطاعت واجب کیجاتی ہے۔ اسی طرح علمائے حقیقت و پیران طریقت کی اطاعت بھی واجب کی جاتی ہے کیونکہ حقیقی اہل الذکر تو یہی علمائے باطن ہیں برہان دہم یا ایھا الذین امنوا امنوا باللہ ایمان والوں کو حکم ہوتا ہے کہ پھر ایمان لاؤ اہل ظاہر کے پاس اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان پر ثابت رہو محققین عرفا نے کہا کہ ایمان دو قسم پر ہے تصدیقی تحقیقی پس اے تصدیقی ایمان والو اب تحقیقی ایمان لاؤ جس طرح تصدیقی ومجازی ایمان لانا فرض ہے اسی طرح تحقیقی ایمان وحقیقی توحید کا حاصل کرنا بھی فرض ہے جو مرشد کامل کی بیعت پر موقوف ہے برہان یازدہم اللہ تعالیٰ نے ہر نماز میں صراط المستقیم کی ہدایت طلبی کا حکم فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم ہم کو صراط المستقیم دکھا دے جو افراط و تفریط وخوف ورجا کے درمیان اوسط ہو اور طول یا تمادے سے جو ایمان کو پاک ہو وہ صراط مستقیم ہے یہی وہ راہ ہے جو منعم علیہم ومقربان بارگاہ

حدود کو چھوڑ دیگا اسپر حدود قائم کئے جائینگے۔ شیخ امام عزالدین بن عبدالسلام مقدسی نے مفاتیح الکنوز میں ذکر کیا ہے کہ جب حسین بن منصور کو سولی پر چڑھانے کیلئے لایا گیا دار الکرسی اور میخوں کو دیکھا اور بہت ہنسے پھر جماعت حاضرین پر نظر کیا تو شبلی کو دیکھا اور کہا کہ اے ابو بکر شبلی کیا تمہارے پاس مصلے جا نماز ہے کہا ہاں ہے۔ کہا کہ میرے لئے بچھا دو۔ شبلی نے مصلی بچھایا تو حسین منصور نے دو رکعت نماز پڑھی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد ولنبلونکم بشیء من الخوف الآیہ۔ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اسکے بعد کل نفس ذائقۃ الموت۔ پڑھکر دیر تک سلام کرتے رہے۔ پھر ابو الحارث سیاف (شمشیر زن) آگے بڑھا اور تلوار سے آپکے منہ اور ناک کو سہلانا تو حضرت شبلی نے چیخ ماری۔ اور ابوالحسن واسطی و جماعت مشاہیر مشائخ بیہوش ہوگئے۔ شیخ عبدالغفار قوصی نے کتاب الوحید میں حلاج رضی اللہ عنہ کی حکایت لکھی ہے کہ جب حلاج کے پاس ابن خفیف آکر کہا کہ میں تین باتیں آپ سے پوچھنا چاہوں فرمایا کہ بیان کر کہا کہ صبر کیا چیز ہے۔ پس حضرت حلاج نے ہتھکڑیوں و بیڑیوں کو دیکھا تو سب الگ ہوگئیں۔ دیوار پر نظر کیا تو پھٹ گئی۔ (اور اس وقت ہم دجلہ پہنچے) حلاج نے فرمایا کہ صبر یہ ہے۔ ابن خفیف نے کہا کہ میں نے کہا کہ فقر کیا ہے آنحضرت نے وہاں کے پتھروں پر نظر ڈالی تو سب سونا چاندی ہوگئے اور فرمایا کہ فقر یہ ہے۔ سوالات تحصیل کیلئے ہے بپا کرنیکا حیلہ کرتا ہوں۔ پھر ابن خفیف نے کہا کہ فتوت کیا چیز ہے تو فرمایا کہ کل صبح دیکھو گا پھر

کہ تفسیر مدارک یا جلالین یا اس کے سوائے مثل تفسیر وسیط یا وجیز واحدی کے محفوظ کر چکا ہو اور کسی عالم سے اس کو تحقیق کر لیا ہو اور اس کے معانی و ترجمہ لغات مشکلہ کو و شان نزول و اعراب قرآنی و قصص جو اس کے قریب ہوں اس کو جان چکا ہو اور یعنی و مختلف چیزوں میں تطبیق دینا اور معرفت ناسخ و منسوخ اور معرفت احکام مستنبط قرآنی کی۔ اور حدیث کا اتنا علم کافی ہے کہ ضبط اور تحقیق کر چکا ہو مانند کتاب مصابیح یا مشارق کے اور اس کے معانی دریافت کر چکا ہو اور اس کی شرح غریب یعنی لغات مشکل کا ترجمہ اور اعراب مشکل و تاویل معضل را سے فقہا کی موافق معلوم کر چکا ہو اور مشکل اور معضل میں فرق یہ ہے کہ مشکل اس دشوار کو کہتے ہیں جو باعتبار لفظ و ترکیب نحوی کے صعب ہو اور معضل وہ ہے جس کے معنی مشتبہ ہوں اور ایک معنی کی تعیین نہ ہو سکے یا دوسری حدیث اس کے معارض یا مخالف ہو۔ اور پیر و مرشد کے لئے تو حفظ قرآن و احوال سانید تفحص کی شرط نہیں ہے کیونکہ تابعین و تبع تابعین منقطع و مرسل کو بھی حجت گردانتے تھے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث پہنچنے کا حصول ظن مقصود ہے علم اصول و کلام جزئیات فقہ اور فتاویٰ کا عالم ہونا بھی شرط نہیں ہے شرط دوم عدالت و تقویٰ واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اڑ نہ جاتا ہو۔ مرشد میں تقویٰ ہونا شرط اس لئے ہے کہ بیعت سے تصفیۂ قلب مقصود ہے پیر و مرشد میں تقویٰ ہوگا تو مریدین بھی پیر و مرشد کی پیروی سے متقی ہوں گے فقط باتیں کرنیوالا ہو اعمال خیر سے خالی ہو تو ایسے پیر کی بیعت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ زاہد و تارک دنیا ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ عورت و بچہ والا نہ ہو بلکہ اس کے دل میں دنیا سے نفرت ہو آخرت کی رغبت ہو طاعات مؤکدہ اور اذکار جو صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں ان پر ہمیشگی کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ کیساتھ ہمیشہ اس کے دل کا تعلق ہو اور یاد داشت کی کامل مشق اس کو حاصل ہو۔ یاد داشت کا آئندہ ذکر کیا جاوے گا۔ چوتھی شرط مرشد کی یہ ہے کہ نیک کاموں کا حکم کرنے والا برے کاموں سے منع کرنیوالا مستقل رائے والا ہو۔ ہر جائی و خیالی شخص نہ ہو جس کی کوئی رائے قائم نہیں۔ پانچویں شرط مرشد یہ ہے کہ مدت تک مشائخ و پیران طریقت کا صحبت و ادب یافتہ ہو اور نور باطن سکینہ پیران طریق سے حاصل کیا ہو صحبت کی شرط اس لئے ہے کہ خدا کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ آدمی فلاح یاب نہیں ہوتا جبتک فلاح یافتہ کو نہ دیکھے جیسا کہ علم حاصل نہیں ہوتا مگر علما کی صحبت سے ہی حاصل ہوگا اسی طرح ہر ہنر و

علیہ سوء الخاتمۃ و ادنی النصیب منہ التصدیق و التسلیم لاهلہ ۔ اور فصل الخطاب مؤلفہ مولانا سید شاہ عبداللطیف المعروف بہ سید شاہ محی الدین صاحب ویلوری رحمۃ اللہ علیہ (صـ۱۹) میں ہے کان شیخ الاسلام المجد ومی رضی اللہ عنہ یقول لایجوز لاحد من العلماء الانکار علی الصوفیۃ الا ان سالک طریقهم و رای افعالهم و اقوالهم مخالفۃ للکتاب و السنۃ و اما بالاشاعۃ عنهم فلا یجوز الانکار علیهم ولا سبهم و اطال فی ذلک ثم قال و بالجملۃ فاقل ما یجب علی المنکر ان یعرف تفسیر اصولهم ثم بعد ذالک یسوغ لہ الانکار علمائے ظواہر کو صوفیہ پر انکار کرنا درست نہیں ہے مگر انکے طریقہ میں چلے اور ان کے افعال و اقوال کو قرآن اور حدیث کے مخالف دیکھے اور لیکن انکے کسی امر کی محض اشاعت کی وجہ سے انکار کرنا اور انکو برا کہنا جائز نہیں ہے اسمیں طویل بحث کی ہے پھر کہا کم از کم منکر صوفیہ پر انکے امور کا جاننا واجب ہے پھر اسکے بعد شرائط میں سے کچھ امور بیان کئے ہیں۔ اوّل مختلف الطبقات پیغمبروں کی معجزات اور مختلف مراتب اولیاء کی کرامات کی معرفت میں غوراص ہو۔ اور ان معجزات انبیاء و کرامات اولیاء پر اسکا ایمان ہو۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ اولیاء بجز چند مستثنیٰ معجزات کے باقی

منکر ہو اگرچہ کہ وہ علوم ظاہری میں یگانۂ زمانہ ہو۔ جبتک اکابر اولیا و علوم و اسرار صوفیہ کا منکر ہوگا وہ نااہل ہے اور اسکا خاتمہ برا ہونیکا خوف ہے۔ زمانۂ سابق کے علمائے ظواہر نے بھی صوفیۂ صافیہ پر بعض طعن کئے حتی کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ اکفر لکھا پھر توفیق الہی سے تائب ہوکر مرید ہوئے و معتقدین اولیاء اللہ ہوگئے۔ الیواقیت والجواہر مؤلفہ امام شعرانی وغیرہ سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہے۔ پس طالبان حق کو ضرور ہے کہ علوم صوفیہ و اسرار اولیاء اللہ کے ہرگز منکر نہ ہوں بلکہ ان بزرگوں سے حسن عقیدت و عشق و محبت رکھیں انکی محبت سعادت ایمان ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب اور ان اکابر سے بغض و عداوت علامت نفاق و شقاوت و خذلان ہے۔ من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب۔ اور سعی و کوشش بلیغ سے علم حقائق و معارف کو حاصل کرے کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة (قرآن و حدیث میں طلب علم کی تاکید جو آئی ہے اس سے مقصود اول و اکمل علم باللہ و معرفت الہی ہے نہ کہ دوسرے علوم۔ بلکہ معرفت الہی و علم صوفیہ جسکو حاصل نہ ہوا اسیر سوء خاتمہ کا خوف و خطرہ اور اندیشہ ہے) کم از کم اس علم والے اکابر کی تصدیق و تسلیم ضروری ہے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم کتاب العلم کے آٹھویں باب میں فرمایا ہے عن بعض العارفین انہ کان یقول من لم یکن له نصیب من علم القوم اخاف

آنحضرت سے منقول ہیں تاہم باطنی اور اسرار علم الٰہی کے اظہار و اخفاء کا جواز اہل کے لئے ثابت ہوا ہے۔ اور چونکہ عقول و افہام متفاوت ہیں اس لئے غیر اہل سے راز کا مخفی رکھنا ضرور ہے۔ پس عموماً بحکم طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة ہر مسلمان مرد و عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے اس علم سے علم حق مراد ہے صرف نحو منطق و فلسفہ یا فقہ و حدیث و تفسیر میں فارغ التحصیل و تکمیل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معبود حقیقی کی معرفت مقصود ہے جو تخلیق جن و انس کی غرض و غایت ہے۔ اجمالی معرفت معبود ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض عین ہے تفصیلی معرفت کے مراتب حسب استعداد و قابلیت مختلف ہیں تاہم عوام کو صرف امنا به کل من عند ربنا کہنا اور صرف تصدیق و ایمان کافی ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث کا مختصر ما علمتم منه فقولوا و ما جهلتم فكلوه الی عالمه رواه احمد و ابن ماجه جو جانتے ہو کہو اور جو نہیں جانتے ہو اس کے جاننے والے کی طرف تفویض کردو۔ غرض یہ کہ جس طرح علم ظاہر کے اسرار و دقائق علما جانتے ہیں عوام اس سے محروم ہیں اسی طرح علم لدنی کے اسرار اور رموز عرفائے محققین جانتے ہیں علمائے ظاہر بھی اس سے غافل ہیں تو پھر عوام الناس کس شمار میں ہیں عرفائے محققین میں سے شیخ ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم عصر علماء ظاہر سے فرمایا ہے کہ اخذتم علمکم من علماء الرسوم میتا عن میت و اخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت تم نے تمہارے علم ظاہر کو علمائے رسوم و ظاہر سے لیا ہے یعنے مردہ علما سے حاصل کیا ہے اور ہم نے ایسے حقیقی زندہ سے علم سیکھا ہے کہ وہ کبھی نہ مرے گا پس ہر عاقل پر فرض ہے کہ وہ ایسا علم جاودانی حاصل کرے جو اس کی ذات سے قائم رہے اور جب اس جہاں سے گزرے تو اس کا علم بھی اس کے ساتھ رفیق و ہمدم رہے ہر عالم کے مناسب حسب ضرورت علوم حاصل کرنا عقلاً اسکا مستحسن ہے بیشک علوم و فنون تجارتی صنعتی خیالی علم طب تاریخ جغرافیہ حساب ہندسہ وغیرہا صرف دنیوی زندگی تک مفید ہوسکتے ہیں علوم آخرت فقہ و حدیث و تفسیر ہے ان علوم کا مغز و لب لباب معرفت رب الارباب ہے جو ہمیشہ انسان کے لئے ضروری و نافع ہے یہ علم معرفت الہی بیعت مرشد کامل سے حاصل ہوگا اس لئے درحقیقت بیعت فرض ہے ذلك ما كنا نبغ فصل تشریح طریق مرشد القول الجمیل میں ہے کہ بیعت لینے والے پیر و مرشد میں چند امور شرط ہیں اول قرآن و حدیث کا علم ہونا میری مراد انتہا درجہ کا علم مشروط نہیں ہے بلکہ قرآن میں اتنا علم ہو کہ کافی

القول الجمیل میں فرمایا ہے کہ ومن المشائخ من یجوز بیعة الصغار تبرکا وتفاولا بعض مشائخ نے لڑکوں کے مرید ہونے کو تبرکاً اور نیک فالی کی بنا پر جائز رکھا ہے اور یہ جائز رکھنا بھی حدیث کی مطابق ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے سات آٹھ سالہ لڑکے کو بیعت کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے طرف متوجہ دیکھکر تبسم فرمایا پھر ان سے بیعت لی نابالغ لڑکوں کا مرید ہونا صرف تبرکاً وتیمناً جائز ہے لیکن بعد بلوغ پھر بیعت شیخ کامل سے سلوک حقیقی کی تکمیل کرے کیونکہ لڑکپن کی بیعت تو صرف برائے برکت تھی اسی طرح جو لوگ تبرکاً رسمی مرید ہوتے ہیں اس سے ان کو پیران طریقت کے سلسلہ میں داخل ہونے کی برکت تو ضرور حاصل ہوتی ہے لیکن بیعت کا اصل مقصود حاصل کرنے کے لئے مرشد کامل سے عقائد وحقائق ودقائق کی تعلیم حاصل کرنا ضرور ہے تاکہ مقصود آفرینش حاصل ہو نصیحت وفا بالبیعۃ پیر ومرشد کے ہاتھ پر جن امور کے کرنے اور نہ کرنے کے متعلق معاہدہ وبیعت کی گئی ہو اسکی پوری تعمیل وبجا آوری کو وفائے بیعت اور اس کی خلاف ورزی کو بیعت شکنی کہتے ہیں فردائے قیامت میں اس پر مواخذہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ اور عہد کو پورا کرنے والے کو اجر عظیم ملے گا ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما حکم تکرار بیعت ایک پیر ومرشد سے بار بار بیعت کرنے کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم سے منقول ہے اور حضرات صوفیہ صافیہ قدس اسرارہم سے بھی مروی ہے لیکن پہلے ایک پیر ومرشد سے مرید ہو کر اس کو ترک کر کے دوسرے پیر ومرشد کے پاس مرید ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کھیل واہو ولعب کے مشابہ ہے لیکن چند صورتوں میں جائز ہے اول یہ کہ پیر ومرشد سابق کے عقائد واعمال میں دینی فساد وخلل پیدا ہوگیا ہو۔ دوم یہ کہ پیر ومرشد کو عقائد وحقائق ودقائق سلوک وطریقت کا علم نہ ہو جس سے مرید وطالب کی تشفی بخش تعلیم وتفہیم کر سکے سوم یہ کہ پیر ومرشد علم وعمل وسلوک طریقت میں حسب شرائط کامل ومکمل تو ہے لیکن مرید ومرشد میں اس قدر دوری مسافت ہو کہ فیض صحبت وتعلیم پیر ومرشد سے مستفیض ومستفید ہونا دشوار ہو چہارم مرشد اول فوت شدہ ہو ان چند صورتوں میں کسی دوسرے کامل ومکمل پیر ومرشد حقانی عالم ربانی سے مکرر بیعت ومرید وطالب ہونا جائز ہے بغیر ان صورتوں کے بلا عذر دوجہ

میں ہے" مولنا دہلوی در انتباہ از شیخ تاج الدین سنبھلی خلیفۂ خواجہ محمد باقی حکایت میکند قال الشیخ ابو علی الدقاق قدس سرہ الشجرة التی تنبت بنفسہا لا تثمر لہا وان کان لہا ثمر یکون بغیر لذة وسنة اللہ تعالیٰ جاریة علی انہ لابد من السبب فکما ان التوالد والتناسل الصوری لا یحصل بغیر الوالد والوالدة کذلک التوالد المعنوی حصولہ بغیر المرشد متعذر وقال فی الرسالة المکیة من لا شیخ لہ فالشیطان شیخہ انتھی ابو علی دقاق قدس سرہ نے فرمایا کہ جو درخت خودرو ہوتا ہے بے ثمر ہوتا ہے اگر اسکو ثمر ہوا بھی تو بے لذت ہوتا ہے سنت الٰہی اسطرح جاری ہے کہ سبب کا ہونا ضروری ہے جسطرح اولاد کے ظاہری توالد وتناسل نہیں ہوتا تو الد معنوی بھی بغیر پیر ومرشد کے مشکل ہے اور رسالۂ مکیہ میں ہے کہ جسکو پیر نہیں اسکا پیر شیطان ہے مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے کہ ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد ۞ ہیچ آہن خود بخود تیغے نشد ۞ مولوی ہر گز نشد مولائے روم ۞ تا غلام شمس تبریزی نشد ۞ اسی وجہ سے صوفیہ نے بیعت شیخ کو فرض کہا ہے پس جبکہ پیر ومرشد کی ضرورت ثابت ہوئی تو طالب حق کو لازم ہے کہ پیر ومرشد کامل کی تلاش کر کے ایمان حقیقی وتوحید تحقیقی کی نعمت ودولت عرفان الٰہی حاصل کرے پیر ومرشد کامل وہی ہے جسکے عقائد واعمال قرآن وحدیث وائمہ دین واکابر اولیاء اللہ کے طریقہ حقہ کے مطابق ہوں زن وفرزند واہل وعیال ومال وجاہ اگر ہو تو مجبوری [illegible]

تمام معجزات میں انبیا کے وارث ہوتے ہیں یعنی اولیاء سے بھی کرامات از قسم معجزات انبیا صادر ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ سلف و خلف کے کتب تفسیر قرآن پر مطلع ہو تاکہ قرآن و حدیث کے اسرار و ائمہ مجتہدین کے اختلافات اور تفسیر و تاویل کو اسکے شرائط کیساتھ پہچانے ازالت شبہات و اشتباہ میں غایت درجہ کے تبحر کو پہنچا ہوا ہو۔ متشابہ آیات و احادیث صفات میں سلف و خلف کے اقوال سے زیادہ واقف ہو اور کسنے ظاہر قول کو سند کیا ہے اور کسنے تاویل کی ہے اور کسکی دلیل دوسرے سے زیادہ راجح ہے جانتا ہو۔ اور علم اصول و اختلافات ائمہ متکلمین کی معرفت میں متبحر ہو چوتھا یہ کہ صوفیہ کے اصطلاحات کو پہچاننا سب سے زیادہ ضروری و اہم مہمات ہے کہ تجلی ذاتی و صوری سے صوفیہ کی کیا مراد ہے اور ذات و ذات الذوات کیا ہے اور حضرت اسما و صفات کی معرفت اور حضرات کے درمیان فرق اور احدیت و واحدیت میں فرق اور سیر ظہور و بطون و ازل و ابد و عالم غیب کون و شہادت و شئون کی معرفت اور ماہیت و ہویت و سکر و محبت کا علم اور سکر میں صادق کون ہے تاکہ اس سے مسامحت کیجائے اور کاذب کون ہے تاکہ اس سے مواخذہ کیا جاے وغیر ذلک امور کو پہچاننا ضروری ہے جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھیگا تو انکے کلام کو کسطرح حل کریگا یا انکی مراد کے خلاف کسطرح انکار کریگا انتہی صوفیہ کے معارف حقائق و اسرار و لطائف و دقائق کا بغیر ارشاد و مرشد کے سمجھنا عوام تو کجا خواص علماے متبحرین کو بھی دشوار ہے ہر علم کیلئے استاد ضرور ہے علم ظاہر بلکہ علم خیاطت و حجامت بھی بغیر استاد کے نہیں آتا تو اسرار علم حقائق بغیر پیر و مرشد کامل کے کسطرح محض گفت و شنود یا مطالعہ کتب سے حاصل ہو سکیگا نفس الخطاب

ہر فن کا حاصل ہونا اس فن کے استاد کی صحبت پر موقوف ہے۔ اور پیر مرشد کے لئے ظہور کرامات و خرق عادات و ترک کسب شرط نہیں کیونکہ ظہور کرامات محنت و ریاضت کا ثمرہ ہے اور کسب و روزگار کو ترک کرنا شرع کے مخالف ہے بعض درویش مغلوب الحال کے ترک کسب سے دلیل مت لے منقول یہ ہے کہ تھوڑے پر قناعت اور شبہ کی کمائی و کسب سے پرہیز کرنا ضروری ہے

فائدہ مرشد کے لئے تفسیر مدارک جلالین و تفسیر وسیط وغیرہ احادیث و معرفت ناسخ و منسوخ و علم حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح و مشارق و علم لغات و شان نزول وغیرہ کی شرط صحت و تعلیم احکام عقاید شرعیہ کے لئے ہے جیسے العقائد صوفی کے لئے علوم عربیہ کی تحصیل شرط نہیں ہے بلکہ اُن کی ریاضت و تقویٰ کی وجہ سے علوم کشفیہ اس قدر حاصل ہوتے ہیں کہ علما اُن صوفیوں سے مسائل دریافت کرتے ہیں جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل ابو حمزہ بغدادی صوفی سے مسائل دریافت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ما تقول یا صوفی رسالہ قشیریہ۔ اور الکواکب الزاهرة صفحہ میں قال الشیخ کمال الدین الدمیری ورایت فی بعض المجامیع ان الامام الشافعی کان یجلس الی شیبان الراعی ویسأله عن مسائل فقیل له مثلك یسئل هذا البدوی فیقول لهم هذا وفق لما علمناه وکان شیبان رضی الله عنه امیا فاذا کان هذا امثل الامی منهم من العلماء فما الظن بائمتهم شیخ کمال الدین دمیری نے کہا کہ میں نے بعض مجامع میں امام شافعی کو شیبان راعی کے پاس بیٹھکر اس سے مسائل دریافت کرتے ہوئے دیکھا شافعی سے کسی نے کہا کہ آپ جیسے مجتہد امام اس بدوی سے مسائل دریافت کرتے ہو شافعی اُن کو جواب دیتے تھے کہ شیبان کو ہمارے علوم پر توفیق دی گئی ہے یعنے وہ واقف علوم ہے حالانکہ شیبان رضی اللہ عنہ امی تھے جبکہ صوفیوں کے امی کا یہ حال ہو تو ائمہ صوفیہ کا کیا حال ہوگا۔ شرط مریدی بیعت کرنے والے یعنے مرید کا بالغ عاقل اور عبادات میں راغب ہونا شرط ہے حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لڑکا پیش کیا گیا تاکہ آپ سے بیعت کرے تو آنحضرت علیہ السلام نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی اور اس سے بیعت نہ لی بیعت کے لئے بالغ و عاقل ہونا اس لئے شرط ہے کہ نابالغ و مجنون خود ایمان کا مکلف نہیں تو تقویٰ و اجتہاد فی الطاعات کا معاہدہ اس سے کس طرح ممکن ہے ف نابالغ بچہ کا مرید ہونا بھی بعض مشائخ نے جائز رکھا ہے جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ

پھر اسکے بعد مرید یہ کہے کہ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بِوَاسِطَۃِ خُلَفَائِہٖ
وَقَبِلْتُ الطَّرِیْقَۃَ الْقَادِرِیَّۃَ (بیعت کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ خلفاء آپکے اور قبول کیا میں نے
طریقہ قادریہ کو) اگر طریقہ چشتیہ نظامیہ یا صابریہ یا نقشبندیہ یا جس طریقہ میں بیعت مقصود ہو اس طریقہ کا نام لیوے پھر پیر انہ
طریقت کے نام پر فاتحہ پڑھکر دودھ تھوڑا سا پیر و مرشد پینے کے بعد بطور تبرک مرید کو پلائے واضح ہو کہ اگر بجائے دودھ پر شربت
یا پانی بھی کافی ہے لیکن دودھ علم و عرفان کی مثالی صورت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف باب مناقب عمر فصل اول میں ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ درمیان اسکے کہ
میں سو رہا تھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا تو میں اسقدر پیا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکلتی تھی پھر میرا فضل (بچا ہوا) عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ دودھ سے آپکی مراد کیا ہے آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ دودھ سے
مراد علم ہے اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ پس جبکہ دودھ علم و عرفان کی مثالی صورت ہے اور آنحضرت علیہ السلام نے دودھ کا
پیالہ نوش فرما کر اپنا فضلہ بچا ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے تو اسلئے مشائخ و پیران طریقت باتباع آنحضرت
دودھ کا پیالہ خود پی کر بچا ہوا دودھ مرید وجہ اللہ و طالب علم لدنی و عرفان الٰہی کو پلاتے ہیں جو عمدہ طریقہ ہے۔

باب دوم اذکار و اشغال پیران طریقت میں

فصل اول اذکار و اشغال طریقہ قادریہ میں

اول شغل طریقہ قادریہ میں۔ اسم ذات یعنی اللہ کا ذکر جہری ایک ضربی ہے اسطور پر کہ لفظ مبارک اللّٰہ کو سختی و درازی و بلندی سے
دل اور حلق سے دونوں قوت کیساتھ کہے پھر ٹھہر جاوے یہانتک کہ ذاکر کی سانس اپنے ٹھکانے پر آجائے پھر اسیطرح بار بار
ذکر کرے۔ دوم ذکر اسم ذات دو ضربی اسکا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی نشست پر بیٹھے اور اسم ذات کو ایکبار اپنے زانو پر اور
دوسری بار دل میں ضرب کرے بغیر توقف کے قوت قلبی و سختی کے ساتھ بار بار ذکر کرے تاکہ دل پراگندہ دلی دفع ہو اور
جمعیت خاطر و حضور قلب ہو۔ سوم ذکر اسم ذات تین ضربی۔ اسکا طریقہ ہے کہ چار زانو بیٹھے ایک بار داہنے زانو میں دوسری
بار بائیں زانو میں تیسری بار دل میں ضرب کرے بیلئے کہ تیسری ضرب سخت تر و بلند تر ہو۔ **چہارم** ذکر اسم ذات چہار ضربی۔
اسکا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے ایک بار داہنے زانو میں دوسری بار بائیں زانو میں تیسری بار دل میں چوتھی بار اپنے سامنے ضرب
کرے اور رعایت کہ چوتھی ضرب سخت تر و بلند تر ہو۔ **کلمۂ توحید** یعنی ذکر نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ اول بطور نماز
رو بقبلہ بیٹھے اور اپنی آنکھیں بند کر لے اور لا کہے گویا اسکو اپنی ناف سے نکالتا ہے پھر اس لا کو کھینچے یہانتک کہ داہنے مونڈھے
تک پہنچے پھر اِلٰہ کہے گویا اسکو دماغ کی چوٹی سے نکالتا ہے پھر اِلَّا اللّٰہ کو دل پر شدت و قوت سے ضرب کرے۔ یاد رکھو کہ ذاکر
کے تین قسم ہیں۔ مبتدی۔ متوسط۔ منتہی۔ مبتدی جو ناقص ہے اسلئے کیوقت یہ تصور کرنا ضروری ہے کہ حق کے سوائے کوئی معبود و محبوب
نہیں غیر حق کی محبت میرے باطن سے نکالتا ہوں جب داہنے مونڈھے پر پہنچکر اِلٰہ کہے تو یہ تصور کرے کہ غیر حق کو پس پشت
ڈالدیا جب اِلَّا اللّٰہ کی دل پر ضرب کرے تو یہ تصور کرے کہ ایک اللہ ہی میرا معبود و محبوب ہے اسکو جیسا اپنے دل میں رکھا اسیطرح
متوسط ذاکر غیر حق سے مقصودیت کی نفی کرے اور اللہ کی مقصودیت کا تصور کرے اور منتہی غیر حق سے وجود کی نفی اور اِلَّا اللّٰہ سے فقط
اللہ ہی کے موجود ہونیکا تصور کرے۔ یہ سب ذکر خفی و جہری کا بیان تھا جسسے دل میں شوق کا ابھرنا۔ اور خدا کے نام سے
دلکو تسکین و اطمینان پیدا ہونا اور نفسانی خطرات و وساوس کا دور ہونا مقصود ہے اسکے بعد ذکر خفی الخ طریقہ قادریہ ہے
اسکا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر اپنی دونوں آنکھیں اور دونوں لبوں کو بند کرکے دل کی زبان سے اللّٰہُ سَمِیْعٌ اللّٰہُ بَصِیْرٌ اللّٰہُ عَلِیْمٌ

مقتول کسی دنیوی غرض و مصلحت سے مرشد سابق کی بیعت [illegible] دوسرے مرشد سے مرید ہونا محض لہو و لعب و دنیوی قضائے حاجت ہے یہ دینی بیعت نہیں ہے پیری و مرشدی کے شرائط جن کا ذکر ہو چکا ہے پیر میں موجود نہوں تو بھی صرف شہرت کی بنا پر بلا تحقیق بھیڑ چال کی طرح اسمی و رسمی مرید ہونا لغو و باطل ہے اسی طرح دنیا حاصل کرنے شہرت و عزت پیدا کرنے کی غرض سے پیری و مرشدی کا پیشہ اختیار کرنا اور مریدوں کی تعلیم و تربیت نہ کرنا ایں ہمہ شکل بربستہ اکل ہے ایسے پیر و مرشد کو آخرت میں مرید کے بہ نسبت زیادہ عذاب ہوگا فی زماننا اسمی و رسمی باطل پیری و مریدی کی کثرت ہے حقیقی پیری و مریدی شاذ و نادر الوجود ہے جو کچھ اسلام میں پیری و مریدی کی فضیلت ہے وہ حقیقی پیری و مریدی کی ہے باطل پیری و مریدی بیشک ناجائز ہے

فصل بیعت لینے اور مرید کرنے کا طریقہ

وقت بیعت پیر و مرشد تعوذ و تسمیہ کے بعد خطبہ پڑھے۔ الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وسلم اما بعد فقد قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون وقال يا ايها الذين امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون وقال الله تعالى فى شان حبيبه صلى الله عليه وسلم ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه اجرا عظيما اس کے بعد مرید کے ہاتھ پر ہاتھ بطور مصافحہ رکھے اور کہے کہ کہو اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله امنت بالله كما هو باسمائه وصفاته وقبلت جميع احكامه امنت بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الاخر والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث بعد الموت والسوال فى القبر والحشر ونعيم الجنة وعذاب النار ووزن الاعمال والمرور على الصراط وشفاعة نبينا محمد صلى الله عليه وآله وسلم ورؤية الله تعالى فى الجنة وكل ما جاء به نبينا صلى الله عليه وسلم وجميع الانبياء والمرسلين امنا به وصدقنا

وغیرت حقیقی اصطلاح ذات و صفات اسمائے الٰہیہ و اسمائے کیانیہ و مسئلہ قرب و معیت وصل و فصل و وصل بلا فصل وصل مع الفصل وحدت الوجود واحاطہ ذاتی و علمی سے واقف ہو۔ تنزلات و تجلیات و جملہ عقائد و حقائق و دقائق و معارف و اسرار و اشارات و لطائف و اصطلاحات صوفیہ کو اچھی طرح سمجھا ہوا ہو شرک و کفر و الحاد و حلول و اتحاد سے اسکی تقلید و تفہیم پاک ہو صوفیہ کے مسائل و ارشادات کو شریعت کے موافق سمجھا سکے۔ پاک نفس و پاکیزہ عمل ہو۔ کرامات و خوارق عادات و تصرفات اس سے صادر ہونا ضروری نہیں کیونکہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ کرامت سے استقامت فائق ہے بہت سے اولیا ایسے ہوئے ہیں کہ جن سے ایک کرامت و خرق عادت بھی صادر نہوئی۔ سب سے زیادہ کشف و کرامت استقامت ہے پس ایسے پیر کامل سے قال صحیح و ارشاد حقیقی حاصل کر کے موافق ارشاد عامل رہے تو فضل مولیٰ اسکے حال پر شامل اور عرفان معنوی بدرجہ کامل حاصل ہوگا۔ جو سرمایۂ سعادت سرمدی و موجب نجات و رفع درجات ابدی ہے۔ خدائے پاک سب برادران مسلمین کو اس کیمیائے سعادت ابدی و اکسیر ہدایت صوری و معنوی سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العلمین —

کتبہ الفقیر الی اللہ الغنی خادم آل الرسول المدنی ابو الخیر و ابو الفضل محمد [illegible] حسینی القادری النظامی المشہور بہ خواجہ پیر حسینی الکرنولی

شغل مشکلات کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز تہجد داہنی طرف **یَا حَیُّ** ۔ اور بائیں طرف **یَا وَھَّابُ** کی ضرب لگائیں ۔ دفع بلیات کیلئے **اَللّٰہُ** کی ضرب دلمیں لگائے اور **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** ۔ کی ضرب نفی واثبات میں جیسی مذکور ہوئی ویسی لگائیں اور **یَا حَیُّ** کی ضرب داہنی طرف اور **یَا قَیُّوْمُ** کی ضرب بائیں طرف لگائیں اور بلیات کی نفی وسلامت وعافیت کے اثبات کا تصور کرے شفائی مریض و دفع گرسنگی و کشائش رزق، مطلوبی دشمن کیلئے سوا فق مطلب مثلاً شفا کے مرض کیلئے **یَا شَافِیْ** بھوک دفع کرنے کیلئے **یَا صَمَدُ** کشائش رزق کے لئے **یَا رَزَّاقُ یَا بَاسِطَ الرِّزْقِ** اور دفع دشمن کیلئے **یَا قَاھِرُ** و **یَا مُذِلُّ** وغیرہ اسمائے حسنیٰ کو دو ضربی اثباتی چار ضربی کیساتھ ذکر کرے۔

فصل دوم اشغال چشتیہ میں

ذکر نفی واثبات **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** و ذکر پاس انفاس و مراقبہ چشتیہ مثل طریقہ قادریہ ہے و ذکر پاس انفاس بھی مثل قادریہ کرے اور شغل سہ پایہ بھی وغیرہ چشتیہ بھی مثل وردہ قادریہ کے ہے جو حبس دم کیساتھ **اللّٰہُ سَمِیْعٌ** وغیرہ کا عروج و نزول مشہور ہے **شغل انحد و شغل سرمد** ہے جسکی مداومت سے مشائخ متاخرین کو فائدہ عظیم حاصل ہوا۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ ہر دو کان میں انگلیاں رکھکر حضور قلب کے ساتھ خیال و حواس کو جمع رکھ کر خیال کرے کہ دماغ میں پانی گرنے کی جیسی آواز خود بخود آتی ہے ۔ اس آواز کو توجہ سے سنے ایک لحظہ بھی غافل نہ رہے۔ اسقدر مشق کرے کہ کانوں کو بند کئے بغیر بھی آواز سنائی دیتی رہے آس پاس جو شور وغل ہو یا نقارے و ڈھول کی آواز بھی اس آواز پر غالب نہ آنے پائے۔ اسی آواز سے مفہوم سمیع ہونے لگے۔ اسی صورت ... کیساتھ مستغرق ہو کہ اپنے وجود موہوم کو فنا کرے بزرگوں نے لکھا کہ پھر وہ آواز ہے کہ ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر جاری ہے عالم پیدا ہونے سے پہلے بھی ایسی ہی تھی اور ابدالآباد تک ایسی ہی رہے گی۔ بجز اہل دل اس سے کوئی واقف نہیں۔ دوسرے اشغال سے یہ شغل بہتر ہے کیونکہ بغیر ارادہ شاغل کے بھی منقطع نہیں ہوتا آخر الامر اس سے سلطان الاذکار جاری ہو جاتا ہے ۔ **شغل بست و یک ضربی** ۔ انسان کے ہاتھ کی دس انگلیاں اور پاؤں کی دس انگلیاں ہیں۔ ان بیس کو اور ایک جیب زبان کو ایسا تصور کرے کہ اسم ذات (اللہ) کے ذکر میں مشغول و ذاکر ہیں اس تصور کو مضبوط کرے اس خیال میں محو ہو جائے اس شغل سے تن بدن میں حرارت پیدا ہوتی ہے ذوق و شوق محبت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ **مراقبہ اسم ذات** ۔ طالب صادق خلوت میں یہ تصور کرے کہ میرے دل میں سونے کے پانی سے اسم ذات (اللہ) لکھا ہوا ہے میں اسکو دیکھ کر پڑھتا ہوں اور میرا دل بھی اللہ اللہ کرتا ہے میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں اس تصور میں ایسا مستغرق ہو کہ بیخودی پیدا ہو جائے مراقبہ وحدت الوجود یہ ہے اور شغل مطلق سکو کہتے ہیں کہ اس صورت میں حق جلوہ گر ہے یہ عالم بود و نبود وہمی و اعتباری ہے بجز ایک ہستی حقیقی کے دوسرا کوئی نہیں۔ چلتے پھرتے، کھڑے، بیٹھے، لیٹے با وضو یا بے وضو ہمیشہ شغل مطلق میں مشغول و مصروف رہے خود کی نفی خدا کے اثبات سے تا فنی فی اللہ و باقی باللہ ہو جائے **صلاۃ کن فیکون** مشائخ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ جسکو سخت حاجت ضرورت پیش آوے تو چہارشنبہ و پنجشنبہ اور جمعہ کی راتوں میں دو رکعت نماز نفل پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سو بار اور سورہ اخلاص ایک بار پڑھے اور بعد نماز کے ای آسمان کشادہ و ستوار پیدا کرنے روشن کنندہ تاریکیہا سو بار کہے اور استغفار سو بار کہے اور سو بار درود پڑھے اور حضور قلب سے اللہ تعالیٰ کے پاس حاجت طلب کرے تیسری رات میں بھی اسیطرح عمل کرکے برہنہ سر ہو کر آستین گلے میں ڈالے اور آہ و زاری کیساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے اسیطرح پچاس بار دعا کرے تو بالفور اسکی دعا قبول ہوگی۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ** مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے القول الجمیل میں مشائخ چشتیہ کے استعمال میں آنے والے شغل حاصل کرنے اور کشف قبور کا حال بیان کیا ہے کہ قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ **اِنَّا فَتَحْنَا** دو رکعت میں پڑھے پھر میت کیطرف متوجہ ہو کر قبلہ کیطرف پشت کرکے بیٹھے اور سورۃ تبارک

کہ گویا اسکو اپنی ناف سے نکالتا ہے اپنے سینہ تک اور اپنے سینے سے اپنے دماغ تک اور اپنے دماغ سے عرش تک نکالتا ہے
پھر یوں کہے اللہ علیم اللہ بصیر اللہ سمیع اترتا ہوا انھیں مذکور منزلوں پر جیسا پہلے اوپر چڑھاتا تھا درجہ بدرجہ
یعنی جب وہ اللہ سمیع کہے تو تصور کرے کہ میں ناف سے سینہ تک چڑھا ہوں پھر جب اللہ بصیر کہے تو تصور کرے کہ اب
میں سینے سے دماغ تک پہنچا پھر جب اللہ علیم کہے تو تصور کرے کہ میں اب دماغ سے عرش تک پہنچا پھر اسی تصور سے نزول
کرے یعنی اللہ علیم کہے تو تصور کرے کہ عرش سے دماغ پر اترا اللہ بصیر کہنے کے وقت تصور کرے کہ دماغ سے سینہ پر
اتر آیا ہوں پھر اللہ سمیع کہے تو تصور کرے کہ سینہ سے ناف پر اتر آیا ہوں یہ عروج و نزول ہر دو ملکر ایک دورہ ہوا اسی طرح
ہر بار کرتا رہے بعض مشائخ قادریہ نے اللہ بصیر کے بعد اللہ قدیر زیادہ کیا ہے اگر کسی کو یہ زیادتی مقصود ہو تو تیسری بار آسمان
پر پہنچے چوتھی بار عرش پر پہنچنے کا تصور کرے۔ طریقہ ذکر پاس انفاس یہ ہے کہ ذاکر اپنے دم اور سانس کی حفاظت
و نگہداشت کرے کہ جب دم باہر نکلے تو خود بخود بدون اپنے ارادہ و قصد کے تو اسکے باہر ہونیکے ساتھ ہی دل کی زبان سے لا الٰہ کہے
اور یہ تصور کرے کہ غیر اللہ کو دل سے باہر کر دیا پھر جب دم و سانس اندر جاوے خود بخود تو اسکے ساتھ ہی دل کی زبان سے الا اللہ کہے
اور یہ تصور کرے کہ اللہ کی یاد کو دل میں داخل کر دیا غیریت کے خطرے دور ہونے دفع کرنے میں یہ پاس انفاس کا بڑا اثر ہے ۔ اگر تو
پاس داری پاس انفاس * بسلطانی رسانندت ازیں پاس * تا بجاروب لا نروبی راہ * نرسی در مقام الا اللہ * در
ذات مقدست کسے را رہ نیست * وازیں جمال ہیچکس آگاہ نیست * ہر ذرہ بر آں کہ راہش طلبد * جز گفتن لا الٰہ الا اللہ
نیست * پھر جب ذکر خفی کا اثر یعنی شوق و محبت الٰہی پیدا ہوا اور بعد اسکے ذکر و طاعت میں لذت و حلاوت حاصل ہو تو مراقبہ کی تعلیم
کرے پیران طریقت کے پاس مراقبہ کے بہت اقسام ہیں سب کا جامع طریقہ یہ ہے کہ ایک آیت قرآنی یا کوئی کلمہ زبان سے کہکر اسکے
مفہوم و معنی میں اسطرح غرق ہو جائے کہ اسکے سوائے کسی چیز پر خیال نہ رہے اسکو مراقبہ کہتے ہیں اسکی اصل وہ حدیث ہے جو آنحضرت نے
فرمایا الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ مراقبہ حضور و معیت حق تعالیٰ
یہ ہے کہ اللہ حاضری (اللہ میرے پاس ہے) اللہ ناظری (اللہ مجھے دیکھتا ہے) اللہ معی (اللہ میرے ساتھ ہے)
ان تین کلموں کو زبان سے کہے یا بغیر تلفظ کے دل میں معنی کا خیال کرے اور اللہ کے حاضر و ناظر اور ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کو اپنے
ساتھ ساتھ رہنے کا ایسا تصور کرے کہ اسی میں ڈوب جاوے۔ مراقبہ معیت: وھو معکم اینما کنتم کا تصور
کرے کہ جہاں کہیں تم ہو تمہارے ساتھ خدا ہے کھڑے بیٹھے لیٹے تنہائی میں یا مجمع عام میں مشغولی کاروبار میں معیت
حق کے دھیان میں ڈوب جائے۔ اقسام مراقبہ قرآنیہ۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ یا الم یعلم بان اللہ یری ۔ یا
نحن اقرب الیہ من حبل الورید - یا واللہ بکل شیء محیط - یا ان معی ربی سیھدین - یا ھو
الاول والآخر والظاھر والباطن۔ ان آیتوں کے معانی کے تصور میں غرق ہو جائے یہ مراقبات خدا سے دلی
تعلق پیدا کرنیمیں موثر ہیں۔ مراقبہ فنا: کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام
یا ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم۔ اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ کے
مضمون پر خیال جمائے اور یہ تصور کرے کہ میں گویا فنا ہو گیا اور گویا ہوا میں اڑ جاتی ہے آسمان بکھر کے ٹکڑے ہو گیا ہر چیز کی شکل و
ترکیب بگڑ گئی فقط ایک اللہ ہی باقی و موجود ہے یہ مراقبہ خود بخود ملنے کے لیے مفید ہے۔ مراقبہ توحید افعالی یہ ہے کہ ہر
شئے کو فاعل حقیقی کا فعل سمجھے غیر اللہ سے خوف و امید باقی نہ رہے ۔ در عرب لوگ اثر کیا پوشیدہ ہست * کہ زید مرد یا زید عمرو

حاصل کرنا۔ خلوت در انجمن کھانے پینے پڑھنے پڑھانے وغیرہ معاملات میں بھی خدا کیطرف توجہ ہے۔ دست بکار دل بیار۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اسی تمام سے متعلق ہے۔ یاد کرد مرشد سے سیکھ کر ذکر کو ہمیشہ یاد کرتا ہے جس سے حق کی حضوری حاصل ہو۔ بازگشت تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کیطرف بازگشت کر کے حضور قلب سے دعا کرے کہ یا اللہ تو ہی میرا مقصود حقیقی ہے تیرے واسطے میں نے دنیا و آخرت کو ترک کیا تیری محبت کامل کر اور وصال مجھ کو عطا فرما۔ نگاہداشت دلکو نفسانی وسوسوں و خطرات سے حفاظت کرنا جس سے غیر اللہ کا خیال دل میں نہ آوے۔ یادداشت بغیر ذریعہ الفاظ و تخیلات کے ذات مقدس کا دھیان رکھنا۔ یہ آٹھ کلمات مذکورہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے منقول ہیں اسکے بعد تین اصطلاحیں خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ وقوف زمانی ہر تھوڑے تھوڑے زمانہ و قفہ کے بعد غور و تامل کرنا کہ دم میں غفلت تو نہیں آئی اگر آئی ہو تو استغفار کرنا۔ وقوف عددی ذکر میں طاق عدد پر وقفہ کرنا۔ وقوف قلبی توجہ دل سے واقف ہونا ذکر حقیقی دلکو مشغول رکھنا۔ فصل چہارم اشغال طریقہ مجددیہ لطائف ستہ یعنی انسان میں چھ لطیفے ہیں جنکی حقیقت یعنی نفس ناطقہ ایک اعتبار سے قلب ہے۔ ایک اعتبار سے روح ہے اسیطرح چھ اعتبارات سے چھ لطیفے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ہر ایک لطیفہ کو بدن کے بعض اعضا سے تعلق ہے۔ لطیفہ قلب کا تعلق بائیں چھاتی کے دو انگل نیچے ہے لطیفہ روح داہنی چھاتی کے نیچے بمقابلہ دل ہے۔ لطیفہ سر کا تعلق داہنی چھاتی کے اوپر وسط سینہ کیطرف جھکتے ہوئے لطیفہ خفی بائیں چھاتی کے اوپر وسط سینہ کیطرف مائل ہے۔ لطیفہ اخفی خفی کے اوپر ہے۔ سر وسط میں ہے اور نفس کا مقام دماغ کے بطن اول میں ہے۔ اعضائے مذکورہ سے ایک عضو میں نبض کیطرح حرکت ہے تو شیخ ممدوح اس حرکت کی محافظت کا اور اس حرکت کو اسم ذات خیال کرنیکا حکم فرماتے ہیں پھر نفی و اثبات کا امر کرتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ جمیع لطائف مذکورہ پر پھیلاتے ہوئے الا اللہ کی ضرب دل پر لگائے مجددیہ کے پاس ہر لطیفہ کا نور رنگ جدا ہے قلب کا نور زرد۔ روح کا نور سرخ اور سر کا نور سفید ہے۔ اور خفی کا نور سیاہ اور اخفی کا نور سبز ہے سر کا مقام قلب اور اخفی کے مابین ہے اور اخفی سب لطائف میں الطف اور اعلیٰ ہے اور روح قلب سے الطف۔ مشائخ مجددیہ کا معمول ہے کہ ہمت اور توجہ سے اسم ذات کے ذکر کو لطائف مذکورہ سے ہر لطیفہ میں القا کرتے ہیں اور توجہ لینے والا حرکت کو محسوس پاتا ہے اور اسکے ساتھ اسم ذات کے ذکر کو ہر لطیفہ میں درجہ بدرجہ ارشاد فرماتے ہیں اور ہر لطیفہ کے ذکر قوی ہونیکے بعد نفی و اثبات کی تعلیم کرتے ہیں کہ خیال کی زبان سے کلمہ لا کو زیر ناف سے دماغ تک پہنچائے اور کلمہ الٰہ کو داہنے مونڈھے سے پستان راست تک پہنچائے اور کلمہ الا اللہ کو لا الٰہ کی ضرب سے پیچ پیچ تا ہو ادل پر ضرب کرے یہ تمام افکار و اشغال طریقہ قادریہ چشتیہ و نقشبندیہ و مجددیہ از القول الجمیل و ارشاد الطالبین —

باب سوم کلمہ توحید کے بیان میں

فصل اوّل - واضح ہو کہ سلوک کے دو طریقے ہیں۔ ذکر و فکر۔ جو مرید کے علم اور کم فہم ہو اسکو کلمہ توحید کا نا سمجھے ہو مطلب سمجھائیں۔ اور ذکر ضربی وغیرہ اذکار کی جو سابقاً مذکور ہوا تعلیم و تلقین کریں ان اذکار و اشغال کی برکت و تاثیر سے اگر کچھ عشق الٰہی پیدا ہوا اور توحید حقیقی سمجھنے کا شوق و ذوق و استعداد حاصل ہو تو صوفیہ کی توحید معنوی کی تعلیم دیں ورنہ اسی طریق ذکر و عبادات و ریاضات و اتباع ظاہر شریعت کا سلوک کرائیں اگر مرید ذکی و فہیم ہو توحید حقیقی سمجھنے اور معانی و دقائق تحقیق و تدقیق حاصل کرنے کی قابلیت و استعداد رکھتا ہو تو اس طالب و مرید کو ذکر لیسانی سے طریق فکر کی بھی تعلیم دیں کیونکہ وصول الی اللہ کیلئے فکر و مراقبہ و حدت وجودی ہے اقسام مراقبہ وحدت کیلئے تین قسم اوّل قال صحیح بصا بہ نبوی

پڑھے اور تکبیر و تہلیل بعدہٗ سورۂ فاتحہ گیارہ بار پڑھے پھر میت سے قریب ہو کر یا رب یا رب اکیس بار کہے۔ پھر یا روح کی ضرب آسمان میں اور یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے یہانتک کہ کشایش ہو جاوے۔ پھر صاحب قبر سے اپنے دل میں فیض پہنچنے کا منتظر رہے۔ **فصل سوم مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں** انکے نزدیک خدا تک پہنچنے کی تین راہیں ہیں۔ اول ذکر متقدمین نقشبندیہ سے ذکر نفی و اثبات منقول ہے اسطرح پر کہ بیرونی تشویشات سے اور اندرونی پریشانی بھوک و غصہ و سیری سے خالی ہو کر جمعیت خاطر و حضور قلب کیساتھ موت کو یاد کرے اور اسکا تصور پیش نظر رکھکر اپنے گناہوں کو یاد کرکے شرمندہ و پشیمان ہو کر خدا سے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور اپنے ہر دو لب و آنکھوں کو بند کرے اور دم کو اپنے سینہ میں روک کر دل سے کہے لا اسکو اپنی ناف سے داہنی طرف نکالے اور یہانتک کھینچ کر اپنے مونڈھے تک پہنچے پھر مونڈھے کو سر کیطرف جھکا دے اور ملاوے اور کلمہ الٰہ پھر اپنے دل میں سختی سے الا اللہ کی ضرب لگاوے۔ واضح ہو کہ کلمۂ توحید کی ضربی ذکر طریقہ قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ میں مشترک ہے حضرت شاہ اہل اللہ صاحب برادر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے چار باب میں فرمایا کہ ابتدائے سلوک میں اسم ذات (اللہ) ہر روز بارہ ہزار بار۔ نفی و اثبات ہر ایک ایکہزار بار پر مواظبت کرے عجیب و غریب آثار ظاہر ہوتے ہیں دم روکنے کی آہستہ آہستہ مشق کرے تا کہ ذاکر پر بار نہو اور خشکی کی بیماری پیدا نہ ہو دم کو افراط سے نہ روکے یعنی حصر نفس جو طریقہ جوگیہ ہے نکرے بعض کم فہمی سے حبس نفس و حصر نفس میں فرق نکرکے نقشبندیہ کے حبس نفس کو جوگیہ کے طریقہ حصر میں داخل کیا ہے مولانا شاہ ولی اللہ نے انکار کیا ہے ماشا کا بردہ جوگیہ ہند + اثبات + قالات در ما میں گفتہ + حبس نفس و حصر نفس دارد فرق + حبس نفس است انچہ نشانش بدہند + دم کو روک کر کلمۂ توحید کو ایکدم میں ایکبار کہے پھر ایک دم میں تین بار کہے اسیطرح درجہ بدرجہ چند روز کی مشق میں اکیس بار تک پہنچے طاق عدد کی رعایت رکھے یعنی اول ایک بار پھر تین بار پھر پانچ بار پھر سات بار اسیطرح طاق عدد کی رعایت سے بڑھائے اسکی رعایت میں عجیب مناسبت ہے اور لا سے معبودیت یا مقصودیت یا موجودیت کی غیر اللہ سے نفی کا تصور کرے اور الا اللہ کہنے میں ان امور کا خدا کیلئے اثبات کرے۔ دوسرا ذکر اثبات مجرد اسکا طریقہ یہ ہے کہ لب بند کرکے دم کو روک کر اللہ کو شدت و سختی کیساتھ ناف سے نکالے اور دماغ کی جھلی تک پہنچائے اور تھوڑا تھوڑا زیادہ کرتا جائے یہانتک کہ بعض نقشبندی ایک دم میں ایکہزار بار اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں۔ مولانا ولی اللہ دہلوی نے فرمایا کہ اثبات مجرد کا ذکر متقدمین نقشبندیہ کے وقت نتھا خواجہ محمد باقیؒ یا انکے کسی قریب العصر نے ایجاد کیا ہے دوسری راہ خدا تک پہنچنے کی مراقبے اسطرح پر کہ حضور قلب و یکسوئی و حواس مجتمع کر دم کو روکے رہے معنی مجرد و بسیط کیطرف متوجہ ہو جسکو بہ تحقیق اللہ لفظ لینے کے وقت تصور کرتا ہے اور غیر اللہ کیطرف التفات نہ کرے یہ دعا ہمیشہ دل سے کرتا رہے کہ یا اللہ تو ہی میرا مقصود ہے تیرے غیر سے بیزار ہو کر تیری طرف آیا ہوں تیسری راہ خدا تک پہنچنے کی مرشد کیساتھ رابطۂ قلب و محبت و عقیدت ہے اسکی شرط یہ ہے کہ مرشد قوی التوجہ ہو یاد داشت کی مشق دائمی رکھتا ہو جب ایسا مرشد ملے تو سب کو چھوڑ کر اسکی محبت و عقیدت دل میں رکھے اور مرشد کیطرف سے فیض آنیکا منتظر رہے آنکھ بند ہے یا کھلی ہر حال میں مرشد کا تصور اور اسکی صورت پر نظر کرتا رہے اگر مرشد اپنے سامنے نہ رہے تو بطریق محبت و تعظیم اسکی صورت کو اپنے دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرے اسکی خیالی صورت وہ فائدہ دیگی جو اسکی صحبت فائدہ دیتی تھی۔ **کلمات و اصطلاحات نقشبندیہ۔** **ہوش در دم** ہر دم کیساتھ ہوشیار رہے کہ وہ سانس ذاکر ہے یا غافل جس سے تدریجاً دوام حضور کی مشق حاصل ہوگی۔ **نظر بر قدم** چلنے پھرنے کے وقت اپنے قدم پر نظر رکھے اس سے نظر کو مختلف نقوش سے روک کر یکسوئی و یکجہتی پیدا کرنا مقصود ہے۔ **سفر در وطن** بری عادت بشریہ ترک کرکے صفات حمیدہ ملکیہ

باقی پوست ہے ٭ یعنی جمع و فرق جمع الجمع ہے ٭ معرفت کی جس سے روشن شمع ہے ٭ اوست کو ہمہ ز دست او ہمہ
زوست کو ٭ سمجھے جو ہمہ اوست سمجھے دوست کو ٭ خواجہ برہان دین اولیا ٭ عارف و معروف پیر پارسا ٭ آسمان معرفت
کے آفتاب ٭ قطب ارشاد زمان عالیجناب ٭ بلدۂ کرنول کے مشہور پیر ٭ کاملوں کے پیر کامل دستگیر ٭ صابر و قانع تھے
وہ نعم الفقیر ٭ حارص و طامع نہ تھے بئس الفقیر ٭ صاحب فقر و توکل بر خدا ٭ ہے توکل اصل توحید خدا ٭ کچھ نہ لی جاگیر و یومیہ
معاش ٭ بادشا ہونے کہا ہے دور باش ٭ انجمن میں انکو خلوت روز و شب ٭ تھا سفر بھی در وطن حاصل عجب ٭ ہوش در دم
اور نظر تھی بر قدم ٭ یاد مولیٰ ذکر اللہ دمبدم ٭ پاسباں ہر دم تھے پاس انفاس کے ٭ پاک دل تھے بیخ کے وسواس سے
کلمہ توحید کی تعلیم ملی ٭ حق شناسی کی عجب تفہیم میں ٭ نام نامی خواجہ برہان الدین ٭ آج تک مشہور عالم ہے یقین ٭
دین کی برہان تھے برہان الدین ٭ کلمۂ توحید ہے برہان دین ٭ کلمۃ اللہ آیت اللہ لا کلام ٭ ذات پاک مرشد
عالی مقام ٭ راز فرماتے تھے کلمے کے بیاں ٭ کرتے تھے مکشوف اسرار نہاں ٭ فیض صحبت سے ہزاروں فیضیاب ٭
ہو گئے عرفان حق سے کامیاب ٭ یک زمانہ صحبتے با اولیا ٭ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ٭ ای برادر تا بکی فکر معاش ٭
رہنمائے راہ حق کی کر تلاش ٭ آخرت کا جب یقینی ہے سفر ٭ جلد تر تیار کر زاد سفر ٭ مغفرت کا کچھ تو توشہ ساتھ لے ٭
گر نفیس خرمن تو خوشہ ہاتھ لے ٭ حق نے تجھ کو کسلئے پیدا کیا ٭ آفرینش کا سبب سمجھا ہے کیا ٭ ما خلقت الجن والانس
بخوان ٭ بہر عرفان گشت پیدا انس و جان ٭ حق شناسی تجھ پر فرض عین ہے ٭ تیرا سوا تیرا غیر و عین ہے ٭ خود کو
تو پہچان اول بعد ازاں ٭ حق شناسی ہوگی حاصل بے گماں ٭ ڈھونڈتا ہے در بدر حق کو کہاں ٭ تجھ میں کیا
ملتا نہیں حق کا نشاں ٭ حق نفول حق را تو سمجھی کجا ٭ خویش را نشناس تا یابی خدا ٭ حق شناسی ہوگی حاصل تجھ کو
جب ٭ ہو سکی حاصل تجھے تب دید رب ٭ آدمی دید است و باقی پوست است ٭ دید آں باشد کہ دید دوست است ٭
لا تموتن کو سن اے ذو الفنون ٭ اسکے بعد الا و انتم مسلمون ٭ موتوا قبل ان تموتوا ہے حدیث ٭ جو مرے بے علم حق
ہو گئے خبیث ٭ ہے یہی ارشاد اصحاب رشاد ٭ اختیاری موت اس سے مراد ٭ اختیاری موت کی تاکید ہے ٭
اختیاری موت ہی توحید ہے ٭ اختیاری موت سمجھو بھید ہے ٭ عقل سے حاصل نہ ہو تدبیر سے ٭ ہیچ نکشد نفس را
جز ظل پیر ٭ دامن آں نفس کش محکم بگیر ٭ نفس کے پھندے میں تو مت ہوا سیر ٭ پا لئے پیر و مرشد کامل بگیر ٭
قال ہو منہ سے رجال اللہ کے ٭ راز لے بندوں کے اور اللہ کے ٭ قال کیا ہے جس سے حاصل حال ہو ٭ حال
کیا ہے گر نہ حاصل قال ہو ٭ قال ہے سارے کتابوں کا نزول ٭ قال قال اللہ اور قال الرسول ٭ قال سے اقرار
ہے ایمان کا ٭ قال سے انکار ہے کفران کا ٭ قال سے ظاہر ہو سب ما فی الضمیر ٭ نفع و نقصان امر و نہی دار و گیر ٭
قال سے دارین کے حاصل کمال ٭ گر نہ ہوتے قال آوے صد وبال ٭ قال سے وعظ و نصیحت ہو بیاں ٭ قال
سے رشد و ہدایت ہو عیاں ٭ قال پہ موقوف ہے تحصیل حال ٭ قال پہ موقوف ہے سارا کمال ٭ قال را بگذار
مرد حال شو ٭ ایں ہم از قال است و مرد قال شو ٭ قال حاصل کر کے مرد حال ہو ٭ قال سے مقصود حاصل حال
ہو ٭ ہے یہی فرمودۂ اہل کمال ٭ بحری محمود اہل قال و حال ٭ دیکھ لے بحری کی عرفانی عروس ٭ سیکھ لے مولا
کے عرفانی دروس ٭ حال را دانند مردم بہ ز قال ٭ لیکن در دل چنیں سرزد خیال ٭ حال بس صنعت است
نزد عارفاں ٭ قال را صد مایہ باید اے جواں ٭ آں یکے مست آید بیک دیوانگی ٭ وین نیابد جز بصد فرزانگی ٭

اور خود شناسی وخدا شناسی بغیر قالِ صحیح کے ممکن نہیں الغرض بیشتر حضرات کو قالِ صحیح معلوم نہ ہونے سے صرف ذکر وشغل پر قناعت کئے ہوئے ہیں اسی ذکر واذکار کو سرمایۂ عرفان سمجھتے ہیں اور قال کے منکر ہیں کہتے ہیں کہ خالی باتوں سے کیا حاصل ہے اگرچہ اس زمانے میں صرف اذکار واشغال کی تعلیم وتلقین پر اکتفا کیا جاتا ہے لیکن عرفائی محققین نے ہر زمانے میں طالب تحقیق اگر فہیم وذکی ہو تو قالِ صحیح کی تعلیم کو مقدم سمجھا ہے چنانچہ ناچیز کو اپنے پیر ومرشد والا مجد قدس سرہ سے اور انکو اپنے والد وپیر ومرشد سے اسیطرح اور پہلے تک بھی یہی قالِ صحیح کی تعلیم دیگئی ۔ اور سب محققین کا یہی مسلک ہے جسکی نسبت مختصر کلام منظوم حسب ذیل عرض ہے جسمیں اکثر مسائل صوفیہ کیطرف اشارہ کیا گیا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔

ابتدائے خلق بسم اللہ ہے ٭ انتہائے خلق بسم اللہ ہے ٭ اوّل وآخر وہی موجود ہے ٭ باطن وظاہر وہی موجود ہے ٭ دیر وکعبہ میں وہی معبود ہے ٭ بلکہ عابد اور وہی معبود ہے ٭ اور وہی ساجد وہی مسجود ہے ٭ اور وہی شاہد وہی مشہود ہے ٭ اور وہی حامد وہی محمود ہے ٭ اور وہی قاصد وہی مقصود ہے ٭ ہے وہی شاکر وہی مشکور ہے ٭ اور وہی ذاکر وہی مذکور ہے ٭ بود ہے اللہ وغیر اللہ نبود ٭ بود حق سے بود ہے بود ونبود ٭ اوّل وآخر نہیں عالم کو بود ٭ بیچ میں انکو کہاں سے آیا بود ٭ جو ازل میں ہست ہے وہ ہست ہے ٭ جو ازل میں نیست ہے ۔ تا ابد ہست ہرگز نیست تو ہوتا نہیں ٭ نیست بھی حق ہست تو ہوتا نہیں ٭ جب حقیقت کا بدلنا ہے محال ٭ پس ہے واجب اسکا بننا ہے محال ٭ کلمۂ طیب یہ مقصود ہے ٭ سب جہاں نابود ہے حق بود ہے ٭ لَآ اِلٰہَ بول اِلَّا اللہ کے ساتھ ٭ اور محمد کو رسول اللہ کے ساتھ ٭ کلمۂ توحید سے ثابت ہوا ٭ ذات دو ہیں ایک بندہ ایک خدا ٭ معرفت کا ہے یہی اوّل سبق ٭ ذات دو ہیں نیست بندہ ہست حق ٭ ثابت الذات اور سالب الوجود ٭ بندہ ہے بود ونبود اسکا نمود ٭ عارفوں نے کی ہے یوں تعریف ذات ٭ جس سے ہوں منسوب اسماء وصفات ٭ بولتا سنتا سمجھتا دیکھتا ٭ چاہتا زندہ وقادر ہے خدا ٭ گونگا بہرہ بے سمجھ اور بے بصر ٭ بے ارادہ مردہ بے قدرت بشر ٭ ذات کامل حق کے ہیں کامل صفات ٭ ذاتِ ناقص عبد کے ناقص صفات ٭ عبد ورب میں ہے حقیقی غیریت ٭ باوجود غیریت ہے عینیت ٭ گرچہ ہر دو میں ہے ذاتاً غیریت ٭ پر ہے ان دونوں میں وجوداً عینیت ٭ دو سمجھنا ایک کو شرک خفی ٭ ایک کہنا دو کو یکسر ملحدی ٭ ہے سلامت ایک میں ۔ دو میں بلا ٭ پھر سلامت دونوں سے یک میں بلا ٭ راہ اوسط ہے صراط مستقیم ٭ دو ہیں ذاتاً یک وجوداً اسے فہیم ٭ ایک کے ہیں ایک پھر ہیں دو کے دو ٭ جامع الضدین ہے بیحد گفتگو ٭ بیحد کرشمہ ہے عجب توحید کا ٭ شرک اور الحاد کی تردید کا ٭ کلمۂ طیب ہے گرچہ مختصر ٭ دو جہاں کا بھید اسمیں ہے مگر ٭ راز کیا کلمہ میں ہے کونین کا ٭ جمع کر دکھلانا ہے ضدین کا ٭ جامع الاضداد کامل پیر ہے ٭ کامل الارشاد کامل پیر ہے ٭ معرفت کیا فارغ التحصیل ہو ٭ ظاہری میں گرچہ ناتکمیل ہو ٭ علم وہ ہے جو کہا ہے دوست کو ٭ مغز والا کیا کریگا پوست کو ٭ ما ز قرآن مغز را برداشتیم ٭ استخوان پیش سگان انداختیم ٭ علم وہ ہے جو ملا دے یار سے ٭ نفع کیا چھلکوں کے ہے انبار سے ٭ غیریت کا علم ہے علم خودی ٭ پس خودی ہے کفر کر ترک خودی ٭ علم ظاہر غیریت کا علم ہے ٭ علم باطن عینیت کا علم ہے ٭ غیریت کے ساتھ گر ہو عینیت ٭ کلیت کیا تھا اگر ہو غیریت ٭ تب ہو حاصل مدعا عرفان کا ٭ غیریت اور عینیت کی شان کا ٭ ہے یہ پیر ومرشد عالیجناب ٭ پیر قادر محی الدین عرفان مآب ٭ چار کلمے دین کے سکھلا دئے ٭ چار کلمے کے معنی سمجھا دئے ٭ اور دست بدست ہے ہمدست ہے ہمدوش ٭ مشغر ہے توحید

وسائر المسائل الاعتقادیة المفیدة للایقان فالعلم والعمل واحد هنا ای العلم عین العمل و العمل عین العلم وذلک القسم الاول افضل من الآخر لانه متعلق بالاصل فهو بمنزلة الاصل بالنسبة الی الآخر والقسم الآخر من العلم غیر العمل کعلم الصلوٰة والزکوٰة والصوم والحج والنکاح والطلاق والعتاق ونحو ذلک فهذا العلم غیر العمل لا عینه فلیس اولی من الاول لانه متعلق بالفرع فهو بمثابة الفرع بالنسبة الی الاول فلا بد من ان یکون الفرع ادنی من الاصل والاصل اعلی من الفرع لان الفرع یحتاج الی الاصل ویترتب علیه لا بالعکس فاعلم ان هذین القسمین فی العلم الظاهر وکذلک فی العلم الباطن احدهما هو عین العمل وعلم هو غیره والاول اولی من الثانی لان الاول یتعلق بالاصل فهو بمنزلة الاصل بالنسبة الی الثانی والثانی یتعلق بالفرع فهو بمثابة الفرع بالنسبة الی الاول کما مر فی العلم الظاهر فالاول کعلم وحدة الوجود وعلم توحید الافعال من غیر قیاس الحقائق والوحدة فی الکثرة والکثرة فی الوحدة والعینیة الحقیقیة والغیریة الحقیقیة بین الرب والعبد والمعیة الذاتیة والاحاطة والقرب والاقربیة والسریان و التنزیه والتشبیه وعلم ان کل شیء فی کل شیء وان کل شیء مظهر الله وان کل شیء مطلق ونحو ذلک من دقائق الحقائق فالعلم عین العمل والعمل عین العلم هنا وذلک العلم احسن وافضل واتم واکمل لانه یورث العبادة المطلقة والذکر المطلق والفکر المطلق والرؤیة المطلقة والفناء المطلق والبقاء المطلق یقال له التوحید الوجودی العلمی ویحصل ذلک العلم باستماع القال الصحیح من لسان المرشد الکامل والجامع للاوصاف لا بالمجاهدات الصعبة والریاضات الشاقة فلهذا قال سلطان الاولیاء عبد القادر جیلانی رضی الله عنه وارضاه عنا یؤخذ العلم من افواه الرجال لا من الدفاتر والصحائف ای وان کان هذا العلم مکتوبا فی الصحائف لکنه لا یحصل کما یحق وینبغی الا بافواه رجال الله کما لا یفتح الباب المغلق الا بالمفتاح والقسم الثانی من العلم الباطن کعلم الاذکار والاشغال والمراقبات المقیدة فعلمها غیر العمل وعملها غیر العلم ویحصل منه الفناء والبقاء المقیدة یقال التوحید الشهودی

فاعلم واعمل ای عزیز وا فر التمییز بنظر انصاف بنگر کہ بابر یا تحقیق قسم اول علم باطن کہ موقوف علیہ استحصال آن قال صحیح مرشد کامل بود کہ ازان حال صحیح مطلق حاصل میشود بر حال صحیح مقیدہ کہ حصولش موقوف بذکر و شغل مقید باشد چہ قدر رجحان و مزیت و اولویت و افضلیت دارد۔ قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم فضل العلم خیر من فضل العبادة۔ خلاصہ اسکا یہ کہ علم دین کے دو قسم ہیں ایک علم عین عمل ہے۔ دوسرا علم غیر عمل ہے اول کا تعلق اصل سے ہے دوسرا علم فرع سے متعلق ہے اوّل کی مثال ایمان اور اعتقادی مسائل ہیں جو مفید یقین ہیں پس علم وعمل یہاں ایک ہے۔ یعنی علم عین عمل ہے اور عمل عین علم ہے۔ قسم اوّل دوسری قسم سے افضل ہے کیونکہ وہ اصل سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ اصل کے ہے بہ نسبت دوسری قسم کے۔ اور دوسری قسم علم کی جو غیر عمل ہے وہ نماز و

گر کسے دیوانگی را ساز کرد ٭ حال را دروازہ بر خود باز کرد منے نے از وا ایں حال صورت یافتہ ٭ بلکہ زیں معنی کدورت یافتہ ٭ حال
بے قال باشد حال نیست ٭ مرغ نتواں گفت کو را بال نیست ٭ بچہ را کے لائق حالی بقال ٭ باش تا ہاں زیں ہر دو
فارغ و بے ملال ٭ علم حق ہے پیر کا قال صحیح ٭ قال کامل ہے یقین حال صحیح ٭ حاصل فرمودہ پیغمبر است ٭ فضل علم از
فضل طاعت بیشتر است ٭ علم ظاہر علم باطن ای عزیز ٭ ان سے ہر ایک ہیں دو دو قسم نیز ٭ علم دین ظاہری عین عمل ٭
علم دین ظاہری غیر عمل ٭ اصل ہے جو علم ہے عین عمل ٭ فرع ہے جو علم ہے غیر عمل ہے ٭ علم ایمان رہا بے خلل ٭
ہے یقین یہ علم تو عین عمل ٭ کیونکہ ایمان نام ہے اس کام کا جس سے حاصل ہوئے یہ توحید خدا ٭ علم ایمان اور عمل ایمان کا ٭ ہر دو
عین یکدگر ہیں برملا ٭ علم دین ظاہری قسم دگر ٭ ہے یقین غیر عمل ہے باخبر ٭ جیسا روزہ اور نماز ای باصفا ٭ جاننا ان کا
جدا کرنا جدا ٭ علم دین باطنی بھی ای عزیز ٭ مثل علم ظاہری دو قسم نیز ٭ علم باطن ایک ہے عین عمل ٭ علم باطن دوسرا
غیر عمل ٭ قسم اول افضل ہے اعلی بھی ہے ٭ قسم دوم فرع ہے ادنی بھی ہے ٭ علم توحید وجودی و عینیت ٭ جیسا رب عین یا وجوہ
غیریت ٭ عبد و رب ہر دو حقیقی عین و غیر ٭ سخت مشکل ہے سمجھنا یہ مسئلہ بہیر (?) ٭ اور بطلا قلب حقائق جاننا ٭ تازہ تازہ
تو بتو امثال کا ٭ جاننا کثرت میں وحدت برملا ٭ اور وحدت میں بھی کثرت جاننا ٭ قرب و اقرب اور معیت جاننا ٭ اور ربط
ذات اور احاطہ ماننا ٭ کل شئ ہے فی کل شئ اور کل شئ ٭ مطلق اور مظہر اتم ہے کل شئ ٭ مسئلہ تنزیہ اور تشبیہ کا ٭ ہے
دقائق سے حقائق کے بجا ٭ یہ مسائل جاننا ہے خود عمل ٭ عین یکدگر ہیں یہ علم و عمل ٭ اس میں حق الحق اکرم او رہا ہم ٭
علم یہ قال صحیح ہے ذوالکرم ٭ ذات مطلق اور عبادت مطلقہ ٭ قرب مطلق اور معیت مطلقہ ٭ اس سے ہو مطلق فنا مطلق
بقا ٭ ہے یہ توحید وجودی باصفا ٭ مرشد کامل سے سن قال صحیح ٭ تا کہ حاصل ہو تجھے حال صحیح ٭ اسکو ذکر و شغل کی حاجت
نہیں ٭ کیونکہ یہ ایمان ہے طاعت یقین ٭ عبد قادر پیر جیلان نے بجا ٭ فیض ربانی مجالس میں کہا ٭ علم لے منہ سے
رجال اللہ کے ٭ یہ دفاتر اور صحائف سے نہ لے ٭ گرچہ یہ ارشاد اور قال صحیح ٭ ہے دفاتر اور صحائف میں صحیح ٭
پر کتب بینی سے یہ ملتا نہیں ٭ قفل بے کنجی کبھی کھلتا نہیں ٭ اسلئے منہ سے رجال اللہ کے راز سن لے عبد اور را اللہ
کے ٭ قسم ثانی علم باطن کی بجا ٭ علم ہے اذکار اور اشغال کا ٭ علم یہ غیر عمل ہے اور عمل ٭ علم کا ہے بے شبہ و خلل ٭
اس سے جو حاصل فنا ہوا اور بقا ٭ ہے سفید ذکر و شغل و مثہا (?) ٭ اسکا توحید شہودی نام ہے ٭ جاننے کے بعد لازم کام ہو ٭
اسمیں ذکر و شغل و طاعت ہے ضرور ٭ تاکہ ہو کشف وجودی کا ظہور ٭ کشف علمی ہووے از قال صحیح ٭ حال مطلق
یعنی ہو حال صحیح ٭ اسکو جو سمجھے ہو عارف بے نظیر ٭ خواجہ و مخدوم پیر دستگیر ٭ اسیطرح میرے خسر بزرگ حضرت سید
محی الدین بادشاہ صاحب قبلہ بخاری مدفون در ادبکی من مضافات کرنول کے جد اعلی سید نور اللہ بادشاہ صاحب قبلہ
بخاری مدفون کرنول ۱۲۱۲ کے برادر خورد زبدۃ العارفین مولانا سید شاہ کمال الدین صاحب حسینی بخاری متوفی در ۱۰۰۰ھ
مدفون در موضع کرہم کنڈہ من متعلقات وائل پاڑ ملک مدراس مصنف مخزن العرفان و کمال الکلام و کلمات کمالیہ و غیرہ
نے (جنکے ارشادات کو مولانا سید شاہ عبد اللطیف عرف شاہ محی الدین صاحب ویلوری نے اپنی تصنیفات جواہر السلوک
جواہر الحقائق و نہایۃ التحقیق و فصل الخطاب میں بسند نقل فرمایا ہے) اپنی کتاب کلمات کمالیہ کے کلمہ بست و پنجم میں ارشاد فرمایا ہے
بدانکہ خواص امت و رؤسائے ملت علیہم الرحمۃ و التحیۃ فرمودہ اند کہ علم دین منقسم بر دو قسم است یکے علمے است کہ عین عمل باشد
و دیگر علمے است کہ غیر عمل بود و تعلق اول اصل است و ثانی فرع فالاول کعلم الایمان و ما سائر

حق شناسی و خدا شناسی اور شئی ہے عمل و ریاضات چیزِ دیگر حق شناسی کیلئے صرف قال صحیح کافی ہے کسی ریاضت و محنت
کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ علم ہی عین عمل ہے صرف اسی علم سے حصول عرفان ممکن ہے اگر دنیا بھر کی عبادت و ریاضت کریں
اور قالِ صحیح معلوم نہ ہو تو عرفانِ حق حاصل نہ ہوگا جیسا کہ بغیر ایمان کے صرف اعمالِ صالحہ مقبول نہیں ایسا ہی قالِ صحیح
کے بغیر زہد بے معرفت سے کچھ حصول عرفان متصور نہیں۔ عبادات و ریاضات سے خرقِ عادات و تصرفات و کشف مراتب
وجودی حاصل ہوتے ہیں ایسے خوارق تو راہبین غیر مومنین و اہل استدراج سے بھی ظاہر ہوتے ہیں پس یہ کوئی اعلیٰ درجہ کی
چیز نہیں ہے اسی کتاب کلمۃ الحق کے کالم ۵ میں مرقوم ہے۔ ہم دریں معنی مذکور عبد اللطیف مرحوم و مغفور المشہور محی الدین
صاحب ساکن ویلور در رسالہ خود مسمّٰی بہ لطائف لطیفی مسطور نمودہ اند وآں اینست لطیفہ ای عزیز طالب را بدو طریق
راہ میتوان نمود عشق و عقل طریق عشق تعلیم ذکر و شغل مقیدات است نتیجہ آں توحید شہودی است۔ و طریق عقل ذکر و شغل مطلق
است و نتیجہ آں توحید علمی است ای عزیز اشتغال بمقیدات نتیجہ تقید دہد و اشتغال بمطلقات نتیجہ اطلاق و براہ عشق
در مقیدات خوف زوال است و در مطلقات نے لطیفہ ای عزیز مجاہدہ و مکاسبہ و ریاضات شاقہ موقوف علیہ مراتب وجودی
است نہ علمی پس در تحصیل فعلیت مراتب علمی مجاہدہ و مکاسبہ بکار نمی آید بلکہ موقوف علیہ آں قال صحیح مرشد کامل است و
فعلیت مراتب وجودی بے فعلیت مراتب علمی محض لاحاصل است چہ یافت حق نتیجہ ثانی است نہ اول و فعلیت مراتب علمی
بے فعلیت مراتب وجودی کفایت میکند کہ حصول مقصود از ہمیں تواں نمود انتہیٰ دیگر مسائل متعلق بہ مراتب کتب بر آنچہ
کشف مراتب علمی است پس مرتبہ خاص باشد و کشف مراتب وجودی اہل استدراج نیز تا حدیث مشاکف میدانند
پس عام باشد۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ بیانِ مذکور سے ثابت ہوا کہ مسئلہ وحدۃ الوجود و تبدل امثال
بلا قلب حقائق و عینیت حقیقی و غیریت حقیقی اصطلاحی و قرب و معیت و احاطۂ ذاتی و وصل و فصل وغیرہ مسائل کا قیام
قال صحیح ہے جو بغیر ارشاد مرشد کامل ان مسائل کا صحیح مفہوم سمجھنا دشوار ہے جنکو مرشد کامل سے ان مسائل خصوصاً
وحدۃ الوجود کی تعلیم نہ ہوئی ہو وہ اپنے خیالی غلط مفہوم وحدۃ الوجود کا رد و انکار کرتے ہیں اگر انکو صحیح مفہوم معلوم ہوتا
تو ہرگز انکار نہ کرتے جیسا کہ علمائے محققین نے وحدۃ الوجود کے حق و مطابق واقع ہونیکا فتویٰ دیا ہے۔ مولانا سید شاہ
عبد اللطیف صاحب المعروف بہ محی الدین صاحب قادری نقشبندی ویلوری رحمہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب فی الفرق بین
الخطاء و الصواب صفحہ (۱۴۳) میں فرمایا ہے فائدہ در وحدۃ الوجود۔ بدانکہ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در فتاویٰ
خود میفرماید وحدۃ الوجود حق و مطابق واقع است چرا کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ بر آں قائم است چنانچہ در رسالہ الدلائل التوحید
شیخ علی مہائمی گجراتی مشروح و مبسوط است انتہیٰ۔ و صوفیہ آنچہ عالم را عین حق گفتہ اند مراد ایشاں [illegible]
نیست بلکہ عالم بوجہے عین و بوجہے غیر بود چنانچہ زید کہ فردے است از نوع انسان بوجہ حقیقت [illegible]
غیر۔ اور اسی فائدہ (۱۴۸) میں ہے نیز مولانا دہلوی در مکتوب مدنی می طرازند [illegible]
ما ارادوا نفی الوجودات الخاصۃ الحاصلۃ من تنزل الوجود الی مراتب شتی بل ارادوا افادۃ معنی [illegible]
المعقولی یقول زید و عمرو واحد یعنی بہ التماثل فی النوع لا الاتحاد من کل وجہ و یقول [illegible]
بہ الاشتراک فی الحیوانیۃ و یقول الشجاع و الاسد واحد یعنی بہ المشابہۃ فی الشجاعۃ فلذا [illegible]
عین الحق یعنون تعینۃ کلیۃ فی الوجود المنبسط بالحق الازل بل مجینہ لا نفی التمایز بالکلیۃ۔ قال [illegible]

زکوٰۃ و روزہ و حج و نکاح و طلاق و عتاق وغیرہ کا علم ہے پس یہ علم عمل کا غیر ہے عین عمل نہیں ہے۔ (کیونکہ نماز و روزہ و حج وغیرہ کے مسائل کا فقط علم ہونے سے وہ عمل ثابت نہیں ہوتا جب تک علم پر عمل نہ کریں بخلاف ایمان و عقائد کے کہ انکا علم (جاننا ہی) عین عمل ہے) یہ دوسری قسم پہلی قسم سے افضل نہیں ہے کیونکہ یہ فرع (عمل) سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ فرع کے ہے بہ نسبت اوّل کے پس فرع اصل سے ادنیٰ اور اصل فرع سے اعلیٰ ہونا ظاہر ہے کیونکہ فرع محتاج ہے اصل کا اور اصل پر فرع مترتب ہوتا ہے نہ برعکس پس یہ دو قسم مذکور علم ظاہر میں ہیں اسی طرح ایسا ہی علم باطن میں بھی ہیں یعنی ایک علم عین عمل ہے دوسرا علم غیر عمل ہے قسم اول قسم دوم سے افضل ہے کیونکہ اوّل اصل (ایمان) سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ اصل کے ہے بہ نسبت دوم کے اور دوم فروع سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ فرع کے ہے بہ نسبت اوّل کے جیسا کہ علم ظاہر میں گزرا پس قسم اوّل (یعنی جو علم باطن کہ عین عمل ہے) مثل علم وحدۃ الوجود و علم تجلیات و امثال نسب و حقائق۔ اور وحدت در کثرت و کثرت در وحدت و عینیت حقیقی و غیریت حقیقی درمیان رب و عبد کے اور معیت ذاتی و احاطہ و قرب و اقربیت و سریان وجود مطلق و تنزیہ و تشبیہ و علم ہر شئی در ہر شئی و ہر شئی منطوی در ہر شئی مطلق و مثل اسکے دقائق حقائق کا علم عین عمل ہے اور عمل عین علم ہے اور یہ علم احسن و افضل و اتم و اکمل ہے اسلئے کہ وہ عبادت مطلقہ و ذکر مطلق و قرب مطلق و رویت مطلقہ و فنائے مطلق و بقائے مطلق کا مورث و موجب ہے جسکو توحید وجودی علمی کہا جاتا ہے یہ علم مرشد کامل الارشاد جامع الاضداد کی زبان سے قال صحیح سننے سے حاصل ہوتا ہے سخت مجاہدات و ریاضات شاقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا اسی لئے سلطان الاولیا (غوث الثقلین سیدنا عبد القادر جیلانی) رضی اللہ عنہ نے مجالس ستین میں فرمایا ہے کہ علم باللہ رجال اللہ کے منہ سے حاصل کیا جاتا ہے دفاتر و صحائف سے حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی اگرچہ یہ علم کتابوں و صحیفوں میں لکھا ہوا ہے مگر بغیر رجال اللہ کے منہ سے حاصل کرنے کے صرف کتب بینی سے کما حقہ اور جیسا چاہیئے حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ بند و مقفل دروازہ بغیر کنجی کے نہیں کھل سکتا۔ علم باطن کی دوسری قسم (جو علم کہ غیر عمل ہے) مثل اذکار و اشغال و مراقبات مقیدہ پس انکا علم غیر عمل ہے اور عمل غیر علم ہے اس سے فنا و بقائی مقید حاصل ہوتا ہے جسکو توحید شہودی کہا جاتا ہے پس جان اور عمل کر ای عزیز کثیر التمیز نظر انصاف سے دیکھ کہ اس تحقیق کی بنا پر علم باطن کی قسم اوّل (کہ جسکا حصول مرشد کامل کے قال صحیح پر موقوف ہے جس سے حال صحیح مطلق حاصل ہوتا ہے) حال صحیح مقید پر (کہ جسکا حصول ذکر و شغل مقید پر موقوف ہے) کس قدر رجحان و زیادتی و اولویت و افضلیت رکھتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فضل علم فضل عبادت سے بہتر ہے) نیز اسی کلمہ ۲۵ میں مذکور ہے قال الجنید قدس سرہٗ استغراق الوجد فی العلم خیر من استغراق العلم فی الوجد ملا عبد الغفور مرید و شاگرد مولوی جامی قدس سرہما در معنی این قول نوشتہ یعنی استغراق و استہلاک وجد در علم و مغلوب بودن وجد مر علم را بہتر است از استہلاک علم در وجد و مغلوب بودن علم در وجد حاصل آنکہ غالب بودن علم بر وجد و حال بہتر است از غالب بودن وجد و حال بر علم نتیجہ پس میباید کہ قال صحیح را سر سری نپندارد و در خیریت حال مقید بر آن اندیشہ نماید۔ پس ان اکابر کے ارشاد صریح سے صراحتاً ثابت ہوا کہ قال صحیح حال سے بہتر و برتر ہے اسی قال صحیح کو حاصل کرنے کے لئے پیر و مرشد کامل سے بیعت کی ضرورت ہے۔ مرشد کامل وہی ہے جو قال صحیح جانتا ہو اور اسکی تعلیم و تفہیم کرتا ہو خواہ اذکار و اشغال تارک الدنیا صاحب حال مقید ہونا اسکو ضرور نہیں

جائز نیست۔ کذا فی السلوک القادریہ لمولنا مولوی رفیع الدین النقشبندی القندہاری۔ نیز باید دانست کہ ظہور مظہر در
در مظاہر بر سہ قسم است یکی ظہور مجرد در مجرد ہمچو ظہور ذات واحدہ حق تعالیٰ در اسمائے کثیرۃ الہیہ۔ دویم ظہور مجرد در مادی ہمچو ظہور
جان واحد در اجزائے کثیرہ تن۔ سیوم ظہور مادی در مادی ہمچو ظہور شخص واحد در مرایائے شکستہ و مختلفۃ الالوان والاشکال و در
ہر سہ ظہور تغیر و تبدل مظہر و تجزی و تقسیم و حلول و اتحاد و آں گنجایش ندارد۔ امام ربانی در مکتوب ہشتاد و سہ جلد سیوم
می نگارد آنچہ ایں فقیر از اطلاقات ایشاں یعنی ہمہ اوست می فہمد آنست کہ ایں ہمہ جزئیات متفرق حادثۃ ظہور یک ذات
اند تعالیٰ و تقدس در رنگ آنکہ صورت زید مثلاً در مرایا متعددہ ظہور پیدا کردہ است ظہور یک ذات زید است ہیچ اندام
جزئیت ذاتی او است و کدام حلول و تلون ذات زید با وجود ایں ہمہ صور بر صرافت حالت اصلی خود است و ایں صور
بر ہیچ از وے افزودہ است و نہ ہیچ کاستہ آنجا کہ ذات زید است ایں صور را آنجا نامی و نشانے نیست تا باوے نسبتے از نسب
جزئیت و اتحاد و حلول بیان کنند۔ بہ الآن کما کان را اینجا باید جست چہ در مرتبہ کہ اوست تعالیٰ ہیچ عالمی را پیش
از ظہور آنجا گنجایش نبود بعد از ظہور ہم آنجا گنجایش نباشد فلاجرم یکون الآن کما کان۔ انتہی۔ فائدہ (۵۳)
در اختلاف معنی وجود و معنی وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود۔ بدانکہ در ماہیت وجود اختلاف است۔ صاحب رشحات از
ملا عبد الغفور نقل می کند اختلاف است حکما و صوفیہ را کہ آں وجودے کہ مبداء آثار موجودات شدہ چہ وجود است شیخ رکن الدین
علاء الدولہ سمنانی و قلیلے از صوفیہ و اکثر حکما و متکلمین برآں اند کہ آں صفتے است از صفات حق سبحانہ کہ افاضہ کردہ
است بر موجودات و آں کہ است بفیض جودی و وجود عام و نفس الرحمٰن و غیر آں و حضرت شیخ محی الدین ابن العربی و اتباع
ایشاں و اکثر صوفیہ محققین و متقدمین از متقدمین و متاخرین و قلیلے از حکما و متکلمین برآں اند کہ آں وجودیکہ مبداء آثار
شدہ ہم وجود حق است سبحانہ و تعالیٰ شانہ کہ عین حقیقت خود است لاغیر۔ پس ہمہ ممکنات موجود بوجود واجب اند
یعنی ذات را با اشیاء علاقہ معیت واقع است کہ آں معیت مجہول الکیفیت است و ہیچ احدے از ارباب تحقیق از
انبیاء و اولیاء و حکما پے بسر آں معیت و حقیقت وے نبردہ اند غایتش آنکہ بعضے از افراد انسان مطلع شدہ
اند بر معیت بقدر استعداد و قابلیت خود و تمثیلے کہ مشابہ ایں علاقہ است کہ بقدرے مناسبت دارد شاید آنکہ فی
الواقع عیاں باشد نسبت عارض است بہ معروض انتہی۔ و نزد بعضے وجود امر انتزاعی است۔ صاحب مکتوب
مدنی مولانا دہلوی می نگارد۔ وقیل الوجود امر انتزاعی تتصف بہ الماہیات والجاعل لم یجعل الماہیۃ ماہیۃ ولا الوجود
موجوداً ولکن جعل الماہیۃ موجودۃ اقول ہذا قول صادق فی نفسہ خطاء باعتبار حصر معرفۃ الوجود فیہ باعتبار ذکرہ فی
مبحث الوجود الحقیقی فانا ندرک لامحالۃ امرا انتزاعیا نسمیہ بالوجود و نصف بہ الماہیات و الاتصاف بہ اثر من
آثار جعل الجاعل و مسبب لہ۔ وقیل الجاعل جعل الماہیۃ و اصدرہا من نفسہ و بعد اصدارہا نظر الناظرون الی
بعض احوالہا من ظہور الفاعلیۃ والقابلیۃ و نحو ذلک فارتسم فی صدورہم عند ذلک صورۃ تسمی بالوجود اقول و
ہذا ایضاً قول صادق فی نفسہ خطاء باعتبار حصر معرفۃ الوجود فیہ۔ فانا ندرک قطعاً امورا متمایزۃ فی الخارج نسمیہا
بالاسماء المختلفۃ لاجرم انہا جعل الجاعل۔ انتہی۔ و در تعین اختلاف وجود مولانا دہلوی در مکتوب مدنی حکم میفرماید۔
والحق ان ہنالک وجودات خاصۃ نسمیہا بالماہیات محفوف بین وجودین آخرین۔ احدہما الوجود الوحدانی المنبسط
علی ہیاکل الموجودات و ہو متقدم علی الوجودات الخاصۃ والوجودات الخاصۃ تنزلات و تعینات لبعض عموم و

وجود حکمے وارد بگر حفظ مراتب نکنی زندیقی۔ انتہی۔ و آنچہ مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی و صاحب تحفۃ المرسلہ و دیگر
صوفیہ غیریت را اعتباری گفتہ اند مراد از ان اعتبار واقعی و تحقیقی است نہ اعتبار معتبر چنانچہ مولانا در مکتوب مذکور میگوید
لا یقال الصوفیۃ یلتزمون ان الحقائق الامکانیۃ اعتبارات و اضافات لاحقۃ بالوجود لانا نقول الصوفیۃ یقولون بان النار
غیر الماء والماء غیر الہواء و ان الانسان غیر الفرس وان کان الوجود یشملہا کلہا فلا جرم انہم ارادوا بالاعتبارات والاضافات
معنی لا یزاحم ہذا التغایر الذی یکون منشأ لاختلاف الاحکام والآثار وہذا المعنی ہو الذی یعبر عنہ بان الکثرۃ حقیقیۃ
والوحدۃ اعتباریۃ اذ لا نعنی بحقیقیۃ الکثرۃ الا تمایز الاحکام واختلاف الآثار وتغایر الحقائق التی ہی الوجودات الخاصۃ لا اختلافہا فی
اصل الوجود وعدم رجوعہا الی الوجود الواحد المنبسط علی ہیاکل الموجودات کلہا۔ انتہی۔ و نیز مولانا در مکتوب مذکور میگوید و لذلک
کلام مولانا عبد الرحمٰن الجامی عندی مسلم فان مقصودہ نفی تأصل الحقائق بحیالہا وانہا اعتبارات واضافات للوجود الحق بمعنی
ان الوجود ظہر فیہا و تعین بہا لا بمعنی الفرق الاعتباری۔ انتہی۔ و نیز مولانا در مکتوب مذکور میگوید۔ اقول ہذا القول صحیح
عقلا و کشفا فانک اذا تأملت ان المتحقق فی معرکۃ القتال لیس الا الجسم فہو القاتل وہو المقتول وہو آلۃ القتل
وہو الراکب وہو المرکوب وہو السرج وہو السیف وہو الرمح وہو القوس وہو السہم وہو الرامی وہو المرمی وہو الہازم و
المہزوم وہو الصائل وہو المصول علیہ غیر ان الجسم لم یستحق اسما من ہذہ الاسماء الا بکیفیۃ خاصۃ و معنی خاص و
اذا نظرنا الی تلک الکیفیات مع قطع النظر عن اقترانہا بالجسم کانت معدومۃ ولم تصدر منہا آثارہا واذا انضم الیہا
الجسم صارت موجودۃ و صدر منہا آثارہا والجسم محل تلک الکیفیات والحامل لہا استعد لتلک المعانی فی العقل والتقدیر
قبل الوجود الخارجی وتلک الصور المتکثرۃ اعدام محضۃ ان لوحظ الیہا مع قطع النظر عن الجسم لم یکن لہا تحقق و کانت
موہومۃ وان لوحظ بضم ضمیمۃ وہی الجسم کانت موجودۃ فاذا صار الجسم سیفا تارۃ ورمحا اخری فقد اقتضی بہ الاسباب
اعنی النجار والحداد والخشب والحدید والنار والکیر والمقمع والقدوم والمنشار وغیرہا الی ان حدثت بین المعدوم
الموہوم الذی ہو السیف والرمح وبین الموجود الذی ہو الجسم نسبۃ معلومۃ الانیۃ مجہولۃ الکیفیۃ بہا اتصف ذلک المعدوم
بالوجود بمعنی وجود السیف والرمح حینئذ ارتباط المعدوم بالوجود بحیث یصح لہ اشتقاق الاسم من الوجود و کان الجسم عاما
محتملا لصور کثیرۃ فاذا صار سیفا وتلبس باحکام السیفیۃ من القطع وغیرہ فقد تعین بتعین خاص و برز فی بعض حدودہ
المحتملۃ فیقال حینئذ عند ذلک ظہر فی مظہر خاص وہو السیف کان ذلک کلہ کلاما صحیحا لا یتمکن من انکارہ عاقل۔ اللہم
الا مناقشات لفظیۃ ترجع الی الوضع والعرف ولا عبرۃ بہا فاذا فہمت ہذا القدر فی الجسم فالوجود اولی بہ لانہم الموجود
معناہ ما اتصف بالوجود لا شک انہ صفۃ انتزاعیۃ فلنبحث عن ہذہ الصفۃ الانتزاعیۃ ہل لہا منشأ انتزاع فی الخارج
او ہی بمنزلۃ انیاب الغول لا شبہۃ ان بداہۃ العقل یحکم بالاول ویمنع الاحتمال الثانی واذا کان ہذا فحکم الموجود الحقیقی الذی
ہو منشأ الانتزاع بالاولی۔ انتہی۔ ولصاحب ہذا المکتوب ہہنا کلام لا یحتمل المقام پس از ان باید دانست کہ وجود در ما
نحن فیہ بمعنی ہستی است و ہو الحق تعالی و تقدس و این وجود حقیقی است کہ با این صفات ثلثہ متصف بود یکی
آنکہ ہستی وے بذات وے بود ازلا و ابدا۔ دویم آنکہ قیام موجودات بذات وے بود حدوثا و بقاء۔ سیوم آنکہ غیر او
در خارج منتفی باشد انتفاء و امکانا بمعنی تحقق و حصول کما ذہب الیہ بعض الحکماء والمتکلمین زیرا کہ تحقق و حصول از معانی
مصدریہ اند و معانی مصدریہ در خارج موجود نیستند بلکہ از موجودات ذہنیہ اند پس اطلاق لفظ وجود با معنی بر ذات حق تعالی

اوّل مشهود گشت یعنی شهود وحدت در کثرت حقیقت نفس الامری است زیرا که آن حقیقت واحده را با کثرات احاطه و
معیت ذاتی است و آنچه آخر مشهود گشت این اختفا و استتار در شهود است فقط مثل استتار کواکب در سطوت نورِ
آفتاب۔ و بعضے دیگر صوفیه را نیز همین طور پیش آید ایشان گمان برند که آنچه اوّل مشهود ما بود بسبب استیلائے محبت
بوده است ۵ در و دیوار من آئینه شد از کثرت شوق ❊ هر کجا می نگرم روے ترا می بینم ❊ و الّا حقیقت واحده را
با کثرات هیچ ملابست و مخالطت نیست و آنچه آخر مشهود گشت حقیقت نفس الامری است و آن دان مرتبه ترقی واقع شد
و همچنین بعضے صوفیه چون بمقام فنائے تام رسند ایشان را شهود قسم اوّل میسر شود و چون بمقام بقا سرفراز شوند بشهود
قسم ثانی فرود آیند پس گویند که آن تجلّی ذاتی الٰهی و سیر الی الله و فنا فی الله بوده است و این تجلّی صفاتی و اسمائی و سیر
فی الله و بقا بالله است ❊ و بعضے دیگر را هم همین طور پیش آید ایشان پندارند که آن شهود ذات بحت نفس الامری
بود و این شهود وحدت در کثرت فقط در شهود ما است و نفس الامری نیست چنانچه کسے تحدیق نظر در قرص شمس کند
بعد ازان بجانب اشیاء دیگر نظر اندازد۔ و شیخ ولی الله محدث که عمدهٔ خلفائے سلسلهٔ احمدیه است در همعات بعد از بیان
راهِ جذب میگوید۔ و چون این قسم وحدت بر سالک منکشف شد راه جذب طے کرده معتقد توحید وجودی باشد یا نه۔
تفصیلش آنست که سالک اوّلا توحید صفاتی می یابد و بعد زمانے ازان در میگذرد و بتوحید ذاتی میرسد و این معامله را
توجیه میکند بآنکه نخست مغلوب شده بودم و قیومیت واجب را به نسبت ممکن انتقا دانسته بودم چنانکه در عالم منام
کسے شبح را می بیند و آنجا هیچ شبح نیست قوت تخیله وے است که بشکل شبح ظهور کرده است و چون ازین مقام ترقی
کرد و تنزه افتاد آنرا خلاص از ورطهٔ تشبیه دانست و دیگرے را همچنین صورت واقع شده آنرا توجیه کرد بآنکه
آن ظهور و سریان امر محقق است و آن استتار ثانیا استتار است در نظر خفاش ثم قال این راه امر متفق علیه است
هیچ کس از اولیائے کمّل نبوده است الّا باین راه رفته اگر در تعبیر میان ایشان اختلاف باشد ۵ عباراتنا
شتّٰی و حسنک واحد ❊ و کلّ الٰی ذاک الجمیل یشیر ❊ آنا مرد قوی المعرفت ذکی الذهن میشود که ملخص کلام ایشان بفهمد
و اختلاف عبارات بدان راجع کند انتهی۔ کلامه انتهی۔ و نیز مولانا سیالپوری در اصل مذکور میگوید که معنی قول
بوحدة الشهود آنست که در میان این وجودات خاصه جهتے جامعه نیست بلکه همه حقائق مختلفه اند و همه آثار فاعل
از فاعل حقیقی که بمقتضائے ذات او است و غیر این وجودات خاصه بجمیع وجوه ادّا اکابر اولیا را مرتبهٔ توحید حالی
حاصل میشود و درین آثار فاعل این آثار را مشاهده کنند پس بسبب غلوّ محبت و استیلائے عشق است مثلاً کسے تحدیق
نظر در قرص شمس کند تا آنکه در حس مشترک وے صورت قرص شمس منطبع و راسخ شود پس هر چیزے را که بیند
اوّل مشهود وے قرص شمس شود پس گوید ما رایتُ شیئًا الّا و رایتُ الشمس قبله و باز بعضے را چون نظر در خود
افتد سبحانی ما اعظم شانی و لیس فی جبّتی سوی الشمس و بعضی انا الشمس گوید و بضرورت و بداهت عقل معلوم است که شمس هرگز
عین اشیاء نشده است قال بعض الصوفیة هذا هو المشهور علی الالسنة من معنی وحدة الشهود و لکنی لست اظن
بالاکابر انهم هکذا قالوا بل متی تصدی لتحریر مذهبهم و الله اعلم بمرادهم لانه یرد علیه ان کون التوحید الحالی
للخواص و هو الکمال الاقصی متفق علیه عند جمیع الصوفیة فلو کان کذالک لزم ان ربیا غنائهم و مجاهداتهم اثمر شهود
غیر النفس الامری من قبیل اغلاط الحس و قد قال الله تعالیٰ والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا الآیه فحاشاهم

حاصلۃ من ارتباط معلوم الانیۃ مجہول الکیفیۃ بینہ وبین الماہیات التی ہی شئون ہذا الوجود المنبسط وصورہ العلمیۃ وثانیہما الوجود المنتزع من ملاحظۃ الوجودات الخاصۃ اجمالاً فکل واحد من ہذین القائلین اصاب الحق واخطأ فی الاکتفاء بما لایشفی علیلاً ولایطفی غلیلاً وقالت الصوفیۃ القائلۃ بوحدۃ الوجود الشئ الذی یکون فی الخارج ویترتب علیہ الآثار الخارجیۃ لایخلو من ان یکون فی حصولہ فی الخارج وفی ترتب الآثار الخارجیۃ علیہ محتاجاً الی ضم ضمیمۃ اولایکون محتاجاً الی ضم ضمیمۃ فالاول ہو الممکن والثانی ہو الواجب وقد ادرکنا ان ہذہ الضمیمۃ ہو الوجود المنبسط علی ہیاکل الموجودات وہو شئ قائم بذاتہ مقوم بغیرہ ولیس متعیناً فی نفسہ مختصاً بنوع من الآثار المعلومۃ عند الناس لکن لتنزلاتہ علماً وعیناً فبتلک التنزلات صار متعیناً مختصاً بآثار خاصۃ معلومۃ واول مراتب تنزلہ تجلیہ لنفسہ بنفسہ بشان کلی لایخرج عنہ شان البتۃ ثم تنزلہ الی تفاصیل ہذا الشان الکلی فی العلم دون العین ثم تنزلہ فی تلک التفصیل فی العین کما کان فی العلم انتہی۔ اینست آنچہ اختلاف در معنی وجود کردہ اند۔ اما اختلاف در معنی وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود آنچہ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی در مکتوب مدنی میگوید۔ اعلموا ان وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود لفظتان تطلقان فی موضعین فتارۃ تستعملان فی مباحث السیر الی اللہ عزوجل فیقال ہذا السالک مقامہ وحدۃ الوجود وذلک مقامہ وحدۃ الشہود ومعنی وحدۃ الوجود ہہنا الاستغراق فی المعرفۃ الحقیقۃ الجامعۃ التی تعین العالم فیہا بحیث تسقط عنہ احکام التفرقۃ والتمایز التی معرفۃ الخیر والشر مبنیۃ علیہما والشرع والعقل مخبران عنہما مبینان لہما ثم بیان واوفی اشیاء وہذا مقام یتحقق فیہ بعض السالکین حتی یخلصہ اللہ تعالیٰ منہ۔ ومعنی وحدۃ الشہود الجمع بین احکام الجمع والتفرقۃ فیعلم ان الاشیاء واحدۃ بوجہ من الوجوہ کثیرۃ متباینۃ بوجہ آخر وہذا المقام اتم وارفع من الاول وہذا الاصطلاح التقطتہ من بعض اتباع الشیخ آدم البنوری قدس سرہ۔ وتارۃ تستعملان فی معرفۃ حقائق الاشیاء علی ماہی علیہ فنظروا فی وجہ ارتباط الحادث بالقدیم فوقع عند قوم ان العالم اعراض مجتمعۃ فی حقیقۃ واحدۃ کما ان صورۃ الانسان وصورۃ الفرس وصورۃ الحمار متواردات علی الشمع والطبیعۃ الشمعیۃ باقیۃ فی جمیع الحالات لاکن الشمع لایسمی باسم التماثیل الا تلک الصور المتواردۃ علیہ بل تلک الصور فی الحقیقۃ ہی التماثیل لکن لاوجود لہا الا بضم ضمیمۃ ہی الشمع ووقع عند آخرین ان العالم عکوس الاسماء والصفات انطبعت فی مرایا الاعدام المقابلۃ لتلک الاسماء کما ان القدرۃ یقابلہا عدم وہو العجز فلما انعکس ضوء القدرۃ فی مراۃ العجز صار تقدیرۃ ممکنۃ وعلی ہذا القیاس سائر الصفات والوجود ایضاً علی ہذا الاسلوب فالمذہب الاول یسمی بوحدۃ الوجود والثانی بوحدۃ الشہود۔ انتہیٰ۔ صاحب اصل الاصول مولانا شاہ عبدالقادر فخری میلاپوری درین مباحث سیر وسلوک صوفی ومرتبۂ توحید حالی و اصل سیوم میفرماید کہ مرتبۂ توحید حالی صوفیہ را بدو قسم منقسم میشود۔ قسم اول آنکہ در سطوت احدیت ذاتیہ این ہمہ کثرات مشہودہ مختفی میشود و مشہود حقیقت واحدہ باشد مثلاً تمام زیور را بگداز ند ذہب خالص بے صورت مشہود شود و ہمہ اسلحہ و دروع بگدازند محض حدید مشہود باشد و ہمہ صور موج و حباب و ثلج و برد برطرف شود و بحر صافی مشہود باشد۔ قسم ثانی آنکہ آن حقیقت واحدہ را درین کثرات مشاہدہ کند بے آنکہ این کثرت از نظرش مرتفع شود مثل مشاہدۂ کلی در ضمن افراد و مشاہدۂ ذہب در زیور و حدید در اسلحہ و بحر در امواج و حباب وطین در اوانی بعضے صوفیہ را در سلوک خود نخست قسم ثانی پیش آید۔ بعد ازان بشہود قسم اول فائز شوند پس دانند کہ آنچہ مارا

ہم عالم را ظل حق سبحانہ میگویند و ایں طائفہ واصل کامل اند علی تفاوت درجات الوصول والکمال۔ انتہی ملخصہ۔ طائفہ اولی را ایجادیہ گویند و ایں طائفہ ہمچو متکلمین قائل ہمہ از وست بود و خلق و خالق را ہمچو مصنوع و صانع و نقش و نقاش و کوزہ و کلال و تصویر و مصور می دانند۔ و طائفہ ثانیہ را شہودیہ خوانند و ایں طائفہ قائل ہمہ با وست بود و خلق و خالق را ہمچو عکس و شخص می دانند چنانچہ عکس بدون شخص قیام ندارد ہمچنیں عالم بدون حق سبحانہ قائم نبود و نزد ایں ہر دو طائفہ وجود ممکن بجمیع الوجوہ غیر وجود واجب است تعالیٰ و تقدس۔ و طائفہ ثالثہ را وجودیہ نامند و ایں طائفہ قائل ہمہ اوست بود۔ طائفہ اولی قائل ایجاد است فقط و طائفہ ثانیہ با وجود اقرار ایجاد قائل انعکاس است و طائفہ ثالثہ با وجود اقرار ایجاد و انعکاس قائل است بمعیت وجود در صور۔ و صور را بدون ضم وجود نزد ایشان ظہوری و نمودی نبود۔ حاصل آنکہ نزد وجودیہ در میان وجودات خاصہ جہتی است جامعہ وہی الوجود العام و ایں وجود عام تعالیٰ و تقدس جوہر قیوم و جنس اعلی است و وجودات خاصہ بجمیع اجزائہ در یں عین واحد وجود اعراض مجتمعہ اند و نسبت ایں جنس اعلی با وجودات خاصہ از نسب اربعہ مشہورہ نسبت عموم و خصوص مطلق است و نزد شہودیہ و ایجادیہ و بسیارے از علما کلام در میان وجودات خاصہ جہتی جامعہ نیست و نسبت ایں جنس اعلی با وجودات خاصہ از نسب مذکورہ نسبت تباین است و نیز باید دانست کہ عالم نزد علماء ظاہر موجود بوجود اصلی است و نزد علماء باطن چہ وجودیہ و چہ شہودیہ موجود بوجود ظلی در نفی وجود اصلی شیخ ابن عربی و امام ربانی ہر دو متفق اند و در اثبات وجود ظلی نیز متفق لیکن شیخ وجود ظلی را در وہم و تخیل می انگارد و در خارج جز احدیت مجردہ موجود نمی داند و امام ربانی وجود ظلی در خارج اثبات می نماید۔ کذا فی المکتوب الاول من المجلد الثانی للامام ربانی۔ و نیز باید دانست کہ در موجود ظلی اقوال امام ربانی مختلف اند۔ مکتوب اول جلد ثانی و غیرہ میفرماید کہ عالم موجود خارجی است بوجود ظلی و در مکتوب چہل و چہارم جلد مذکور و غیرہ می نگارد کہ عالم موجود وہمی است موہوم متقن۔ از ینجاست کہ مولانا دہلوی در مکتوب مدنی می طرازد۔ واختلفت اقوالہ ای اقوال المجدد فی العالم فقال ہو موجود فی الخارج وجوداً ظلیاً۔ وقال اخری ہو موجود فی الوہم الا ان اللہ تعالیٰ اتقنہ فی تلک المرتبۃ فصار موجوداً متقناً۔ و نیز در مکتوب مذکور میگوید۔ کذلک اختلاف اقوالہ ای اقوال المجدد فی ان العالم موجود خارجی بوجود ظلی او موہوم متقن اختلاف تعلیل المجددی اذ المقصود ان الوجودات انما صفۃ متحققۃ بحیث یترتب علیہا آثارہا سواء یسمی ہذا التحقق وجوداً خارجیاً او وجوداً وہمیاً متقناً۔ وان سالتنی عن الحق الصراح قلت ان الذات الالٰہیۃ من حیث ہی ہی اجل من ان یکون فی الخارج او فی الاعیان اذ الخارج اسم للنفس الرحمانی وفی الاعیان کنایۃ عنہ نعم للحق تجلی عظیم ہو فی الخارج ویتصف الحق بانہ فی الخارج او فی العالم بشرط ہذا التجلی۔ وان سالتنی عن ہذہ الاقوال کلہا ما اختلفا علیہا الا من جہۃ التعبیر او من جہۃ ذکر شئی فی غیر محلہ والا فکلہا یشیر صاحب کشف الی ما لیس لہ حقیقۃ اصلاً انتہی۔ و نیز باید دانست کہ در تاصل اسماء و فرعیۃ ممکنات در میان شیخ ابن عربی و امام ربانی [illegible] ہر دو اکابر یکے است اما ہر یکے ازیں دو اکابر ایں مقصد را بعبارتے دیگر تعبیر فرمودہ و امام ربانی بغلبۃ علمی و سہو بشری عبارت شیخ را برخلاف وجدان خود حمل کردہ است۔ ازینجاست کہ مولانا دہلوی در مکتوب مدنی میفرماید من اراد التعبیر عن تاصل الاسماء و فرعیۃ الممکنات فی ہذہ المرتبۃ فلہ عبارتان کانہما صحیحتان۔ احدہما ان حقائق الممکنات ہی الاسماء والصفات متمیزۃ فی العلم۔ والثانیۃ ان حقائق الممکنات ہی عکوس الاسماء

عن ذالک۔ انتهی و نیز ملخص کلام مولنا رسیلا پوری که در اصل مذکور میگوید آنکه درمیان وجودات خاصه جهتی هست
جامعه و هی الوجود المنبسط او الوجود العام اثبات ما شئت فقل و نسبت وجود منبسط و ربط آن با وجودات خاصه اگرچه بحکم
و لله المثل الاعلی از مثال محسوسات متعالی است اما تقریبا للاذهان همچو ظهور صورت نوعیه در افراد است یا همچو نسبت
آب با موج و حباب یا همچو نسبت ذهب با حلی یا همچو نسبت طین با اوانی چه بحکم ما من کثرة الا و قد فیها الوحدة
و بموجب کل متعین مسبوق باللاتعین باید که این وجودات خاصه ظلال و اشراقات وجود منبسط باشند یا بگوئی ظهورات
و تنزلات وے باشند یا بگوئی تقییدات و تعینات وے باشند چه مفاد این همه عبارات آنکه وجود منبسط اصل است
و وجودات خاصه که حقائق اشیا است فرع وے پس این خصوصیات بمنزله قوالب موهومه باشند و متحقق بجز وجود
منبسط هیچ نیست زیرا که موجود اگر چون تحلیل کنیم بماهیت و وجود و وجود را از ماهیت سلخ نمائیم هیچ من جمیع الوجوه هیچ
نمی ماند مثلاً از طین سبو سازیم و صورت سبو را در تصور از طین جدا نمائیم پس آن صورت را تحقق نبود و زیاده از وهمی
نباشد و عند الانتزاع چون دقت کنیم هر اشیاء که هست از طین بود و لیکن طین محتمل صور کثیره است اگر خواهیم کعب
کنیم یا کره یا شکل دیگر سازیم و این همه اشکال بمنزله قالب است مر طین را و هر یکے در حقیقت خود امر موهوم بود
که با طین از راه نسبتے پیش می آید و باں نسبت نام طین سبو میشود و احکام و خصوصیات سبو از طین ظهور می یابد
پس آنچه میگویند که عالم وهم و خیال است و اعیان ثابته بوئی از وجود نچشیده است و مانند آں مراد ازیں عبارات
آنکه صور عالم موجود نیست بوجودی که غیر این وجود منبسط باشد و وجود منبسط شامل این همه صور بود و اضافت وجود
حقیقی بسوئے صور عالم محض وهم و خیال باشد نه آنکه حقائق اشیا ثبوت ندارد و آتش و باد و آب و خاک و فرش
انسان را حقیقتے نبود و مکلف را طاعت و معصیت و جزا و سزا و جنت و دوزخ نباشد معاذ الله من ذالک۔ و لیکن
مراد آں عبارات بسبب دقت معنی و ضیق عبارت کما ینبغی واضح نمیشود و موهم خلاف مقصود بود و قول شیخ قدس سره
الحق محسوس والخلق معقول ازیں مقام خبر میدهد بالجمله وجود حقیقی یک ذات فائض البرکات بود و لا موجود الا
الله متحقق باشد۔ مثنوی ۔ ما عدم هائیم هستی هائے ما ۔ تو وجود مطلق فانی نما ۔ نیست را بنمود هست آن محتشم ۔
هست را بنمود بر شکل عدم ۔ بحر را پوشید و کف کرد آشکار ۔ باد را پوشید و بنمودت غبار ۔ خاک را بینی ببالا ای علیل ۔
باد را ای جز بتعریف و دلیل ۔ کف همی بینی روانه هر طرف ۔ کف بجز دریا ندارد منصرف ۔ کف بحس بینی و دریا از دلیل ۔
فکر پنهان آشکارا قال و قیل ۔ نفی را اثبات می پنداشتیم ۔ دیده معدوم بینی داشتیم ۔ لاجرم سرگشته گشتیم
از ضلال ۔ چون حقیقت شد نهان پیدا خیال ۔ ای عدم را چون نشاندی در نظر ۔ چون نهان کردی آں
حقیقت از بصر ۔ آفرین اے اوستاد سحر باف ۔ که نمودی معرضان را درد صاف ۔ پس ازاں باید دا
که ملخص کلام امام ربانی که در مکتوب صد و شصتم جلد اول میفرماید آنکه مشائخ طریقت قدس الله تعالی اسرارهم
سه طائفه اند۔ طائفه اولی قائل اند بانکه عالم بایجاد حق سبحانه در خارج موجود است و هر چه درو است از اوصاف
کمال همه بایجاد حق است سبحانه و طائفه ثانیه عالم را ظل حق سبحانه می دانند اما قائل اند بانکه عالم در خارج موجود
است لیکن بطریق ظلیت نه بطریق اصالت و وجود اینها قائم بوجود حق است سبحانه کقیام الظل بالاصل
و طائفه ثالثه قائل اند بوحدت وجود یعنی در خارج یک موجود است و بس عالم را در خارج تحقق نیست و این جماعه

انسان که صحیح نشدے چنانکه هذا الحجر که صحیح نیست نوع انسان، و نوع فرس بنسبت حیوان و حیوان و شجر به نسبت نامی
و نامی و جماد به نسبت جسم و جسم و مجرد به نسبت جوهر و جوهر و عرض به نسبت وجود عام همین حال دارد. پس
بدیهی است که درین مواضع مصداق حمل و مصداق تغایر هر دو یافته میشود و درین صورت احکام هر دو
قبیل را گنجایش بود. عقول قاصره گاهے آن را از قبیل عین شئے گیرند من جمیع الوجوه چون بعض لوازم
عینیت یافته نشود نقض آن عقیده کنند و گاه آن را از قبیل غیر انگاشتند من جمیع الوجوه چون بعض لوازم غیریت
بدست نیاید متحیر مانند. عقول سلیمه دانند که نسبتے است غیر نسبت عینیت و غیریت هر چه از خصوصیات اشیاء
ناشی شده ساحت وجود عام از غبار آن پاک است چنانکه سواد بشره و قصر قامت و لکنت زبان نوع انسان
را ملوث نمی سازد هر چند این اسود و اقصر و الکن انسان است هر چه از مرتبه اطلاق من حیث المطلقیة سر بر آورده
بخصوصیات نسبت نتوان کرد چنانکه نوع بودن و کلی بودن و مطلق بودن باین فردیت نتوان کرد هر چند که
مطلق در مقید است چون درین انواع مختلف خواص متنوعه بدست می آید عقل به شاهد ان امور متغایره
بحکم الاشیاء تعرف باضدادها بثبوت انواع شتی جزم کند و هر یکے را از دیگرے می شناسد بخلاف وجود عام
که غیر وے چیزے محسوس و معقول نیست تا عقل را در وے تصرف بود و از غیر باز شناسد هذا لطافت در لطافت
و بساطت در بساطت است بجز حیرت چیزے بدست عقل نیاید. از اینجا است که معقولیان در میان جوهر و
عرض حقیقت مشترک اثبات نکرده و وجود عام را جنس اعلیٰ نشمرده اند. منشاء آن عدم حضور وجود عام است
نزد عقل ایشان ما خود می دانیم که یک حقیقت منتج بدو منتج میشود گاهے در کسوت قیام بنفسه ظهور کند و مسمی
بجوهر گردد و گاهے در لباس قیام بغیره برآید و مسمی بعرض شود از نیرنگیهائی همین معنی است جوهر شدن اعراض
در عالم مثال و عرض شدن جوهر در موطن خیال و صدق صورت ذهنیه بر موجود خارجی الی غیر ذلک مما لا یخفی
و لیکن اهل ذوق بجاسهٔ ذوق بطریق حضور الشیء لذاته بذاته فی ذاته ادراک آن کنند و حقیقت را بوجهے من الوجوه
می دانند و بآن نا آشنا آشنا شوند. بالجمله رنگی از آن در عقل اهل ذوق می افتد. بیان سهو ثانی آنکه میان
وجود عام و ذات بحت نسبتی است معلوم الانیة و مجهول الکیفیة نه تنزل است بجمیع وجوه نه ظهور پس اشکال لاحق
کل از ثبوت هر حقیقت منفصل از بین حقائق ناشی میشود اینجا مسموع نیست و آن را در آن مرتبه ورود نه از اهل
وجدان. قومی را چون نظر نحو دانند رکردند وجود عام مشهود شد آن را وجود نام نهادند. در وے انقدر لطافت
و بساطت یافتند که در اندیشه عقل نگنجید همون را مبدأ المبادی زعم کردند. و هر چه از بساطت و لطافت که
بایشان رسیده بود بر آن وجود منطبق ساختند و در آن معرفت ابد الدهر ماندند و ندانستند که ع هنوز
ایوان استغنا بلند است * هر که مقدمه تقصیری را بهم بیند این مذهب را روشن تر بداند. منشاء این غلط و توهم
است بر وجود عام و بر وجهے از وجوه او اکتفا کردن و بکنه او نا رسیدن اگر بکنه وجود عام رسیدندے آن را
مبدأ المبادی نه گفتندے و جمیعے را بر ماوراء وجود عام گذر افتاد ایشان ذات بحت را مبدأ المبادی و اول
الاوائل دانستند و وجود عام را صادر اول و وجود منبسط علی هیاکل الموجودات گفتند لیکن در احکام تفصیلیه
هر دو را مخلوط کردند و بیک اسم مسمی نمودند. و از جهت تسامح و تساهل تعبیر احکام هر یکے را بدیگری منوط ساختند

والصفات المنطبعة فی الاعدام المقابلة لها علا فرق بین العبارتین الا فرقا ضعیفا لا یعبأ به عند التفتیش عن حقائق
الاشیا وعلی ما ہی علیہ وبالجملۃ فالقول بان حقائق الممکنات عکوس الاسماء المنطبعۃ فی الاعدام المقابلۃ لہا لیس
مخالفا لکلام الشیخ العربی واتباعہ وکم لہم من تصریح او تلویح بہذا المعنی وتقدما انا الی ادعیہ المسئلۃ فلا حاجۃ الی
نقل کلامہم والاطناب بسرد تصریحاتہم فالقول بان حقائق الممکنات ہی الاسماء بمعنی ان الاسماء ہی المتعینات
فی الوجود ولہا ظل فی الطرف المقابل یسمی باعیان الممکنات او بمعنی ان العارف لہ ربا من الاسماء وہو حقیقتہ
التی یرجع الیہا لیس مخالفا لکلام الشیخ المجدد ولو تتبعنا لاثبتنا براہین کثیرۃ من کلامہ علی کلامہ تحمل کلام الشیخ المجدد
انہ وجد بعض مقال الشیخ ابن العربی واتباعہ محمد علی ما یخالف وجدانہ وتلک قلۃ علیہم لا من لہ کشفیۃ و
الغلطات لا یخلو منہا العلماء ولا یقدح علو مقامہم ان یوجد فی بعض کلامہم قلیلا فلتۃ انتہی ملخصہ قال اصحاب
العقائد المجتہد یخطی ویصیب. چوں خطا امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ وسائر مجتہدان والاشان در
علو مقام ایشان ضررے ندارد پس خطا امام ربانی کہ مقلد حنفی است در علو مقام وے چہ ضرر خواہد داشت
غرض میان وجودیہ وشہودیہ مباحثات ومناظرات طویلہ اند ایں مختصر گنجائش ترجمان آنہا ندارد بعد اللتیا والتی
تفتیش وتنقیح واقعی چوں عالم در نظر ہر دو طائفہ موجود ظلی است پس مآل ہر دو یکے بود۔ لہذا مولانا دہلوی
در مکتوب مدنی حکم میفرماید. قد وقع عندنا ان المکشوفین صحیحان جمیعا لکن القول بان وحدۃ الشہود علی
ہذا المعنی۔ ای علی ان العالم عکوس الاسماء والصفات المنطبعۃ فی مرایا الاعدام المقابلۃ لتلک الاسماء
والصفات لم یقل بہ الشیخ ابن العربی ہو بل الشیخ واتباعہ بل الحکماء ایضا یقولون بہا وذلک لان محصل
ہذا القول بعد التہذیب والتخلیص من المجازات والاستعارات التی اوجبت صعوبۃ الفہم ہو ان الحقائق
الامکانیۃ اضعف وانقص والحقیقۃ الوجوبیۃ اتم واقوی بحیث یمکن ان یقال للحقائق الامکانیۃ انہا اعدام
ظہر فیہا صور الوجودات ولا خفاء ان ہذا القول متفق علیہ انتہی۔ درین مسئلہ وحدۃ الوجود تفاصیل دیگر اند
قدر کافی از انہا در غایۃ التحقیق فتوای فقیر تواں یافت۔ ونیز باید دانست کہ وجودیہ وشہودیہ وایجادیہ
علما کلام ہمہ از اہل سنت وجماعت اند۔ در اختلافات اہل سنت عیب یکدیگر نباید کرد لقولہ علیہ السلام
اختلاف العلماء رحمۃ۔ وہر یکے را بحال خود باید گذاشت فربکم اعلم بمن ہو اہدی سبیلا۔ درین اختلافات
جزم بیک جانب مجتہد را میسر نیست تا بمقلد چہ رسد۔ تفصیل ایں مقدمہ از مقدمہ پنجم باید طلبید وآنچہ بعضے
از عوام بر علماء وعرفائے کرام دریں مسئلہ اختلافی طعنہ میزنند اصلے ندارد ونیز باید دانست کہ درین اختلافات
صاحب الطاف القدس شاہ ولی اللہ دہلوی وصاحب قول الفصل شاہ شرف الدین تلمیذ دہلوی قدس سرہما
قول فیصل دارند۔ خلاصہ اش آنکہ اعظم اغلاط قوم دریں باب آنست کہ گویند ہمہ اوست باز درمیان لوازم
عبودیت وربوبیت تفرقہ بایں نہ بیند وتشبیہ ماند حل ایں غلط موقوف بر بیان سہ چیز است معنوی کہ در معرفت نسبت
وجودات خاصہ با وجود عام بود وسوی کہ درمیان نسبت عام با ذات بحت بود وبیان سوم آنکہ ظہور یعنی است میان ظاہر ومظہر وحکم ان
نسبت غیر حکم سائر نسبتہا است چہ ظاہر عین مظہر بجمیع اعتبار وغیر او نیز بجمیع اعتبار نیست مانند نوع انسان نسبت افراد انسان اگر نوع عین ہر فرد بودے
من جمیع الوجوہ بایستی کہ ایں فرد بر فرد دیگر محمول شدے چنانچہ نوع محمول میشود اگر غیر ایں فرد بودے من جمیع الوجوہ بایستی کہ

انکار تاویل وحشت ناک سیان رمضان شاہ وصول عشرت شمول نمود۔ مہربان من حقیقت الامر این است
کہ صوفیہ علیہ از قدیم اشارات باین مسئلہ میفرمودند بوجہے کہ محتمل بتاویل بود گاہے بحکایت تاویل میتوان
کرد و گاہے محمول بسکر می توان داشت چنانچہ آنصاحب خود از چند بزرگ نقل فرمودہ اند لیکن بعد از
مرور طبقہ سلف و گذشتن پانصد سال از ہجرت نبویہ این حضرات دو فرقہ شدند جمعے کثیر آن اشارات را
بر حقیقت حمل کردند و قائل شدند باآنکہ وجود واحد در مراتب وجوب و امکان و قدیم و حادث و مجرد و جسمانی و
مومن و کافر و نجس و طاہر ظاہر است لیکن ہر مظہر حکم جدا دارد و فرق در احکام مظاہر ضرور است مومن را حکم
بر نجات و کافر را بر قتل و اسر و علی ہذا القیاس در جمیع صفات متضادہ چنانچہ گفتہ اند ؎ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نکنی زندیقی ؎ و ہمین فرق وابستہ است احکام ظاہر شریعت چہ زن منکوحہ حلال است و اجنبیہ
حرام و پدر واجب التعظیم است و کافر معاند واجب التحقیر و ہر کہ فرق در احکام نکند و محض وحدت وجود را لاحظہ
نماید خلاف شرع و الحاد و زندقہ است و ہمچنین وجود را کہ عین ذات حق است نزد ایشان با وجود ظہور در
مظاہر مختلفہ در مرتبہ احدیت صرف پاک و منزہ است از نقائص و متصف بکمالات۔ و نیز میدانند کہ نقصان
مراتب کثرت باو عائد نمی شود چنانچہ شعاع آفتاب باوجودی کہ بر نجاسات می افتد نجس نمی شود و حقیقت
کلیہ انسان باوجودیکہ در مسلمان و کافر و صالح و فاسق و عالم و جاہل ظہور کردہ خود نقصان نمی پذیرد و ہمین
مذہب صوفیہ بسیار و علماء نامدار کردہ اند و درین باب رسائل و کتب نوشتہ اند عمدہ آنہا از قادریہ شیخ اکبر محی الدین
بن العربی و شیخ صدر الدین قونوی و شیخ عبدالکریم جیلی و شیخ عبدالرزاق جھانوی و شیخ امام پانی پتی
رحمہم اللہ و از کبرویہ مولانا جلال الدین رومی و شمس الدین تبریزی رحمہما اللہ و از سہروردیہ شیخ فرید الدین
عطار رحمہ اللہ و از حضرات چشتیہ سید محمد گیسو دراز و سید جعفر مکی رحمہما اللہ۔ و از نقشبندیہ خواجہ باقی باللہ و
عبیداللہ احرار و مولانا نور الدین جامی و مولانا عبدالغفور لاری و علی ہذا القیاس شیخ عبدالرزاق کاشی شمس الدین
فناری و قیصری و سعید الدین فرغانی و غیر ایشان گذشتہ اند و تصانیف این بزرگان موجود و مشہور است
چنانچہ بملاحظہ آنصاحب در آمدہ باشد۔ و جماعہ دیگر آن ہمہ اشارات را بر تاویل حکایت یا سکر حمل نمودہ انکار
وحدت وجود کردہ اند و گفتہ اند کہ وحدت وجود در بعضے اوقات بنظر سالک می آید بے آنکہ در حقیقت باشد
چنانچہ در روشنی آفتاب ہمہ ستارہا بے نور می شوند و بنظر نمی آیند حالانکہ در نفس الامر موجود اند۔ و نور ہم دارند
ولیکن در وقت نہار بسبب غلبہ نور آفتاب نور اینہا مضمحل میگردد و ہمچنین است حال چراغ پیش مشعل
پس کسانیکہ بتوحید صرف راہ زدہ اند توحید ایشان محض در شہود و در نظر است بے آنکہ در وجود باشد و ہمین است
مذہب شیخ علاؤ الدولہ سمنانی و جماعتے دیگر از قدماء و مذہب امام ربانی و اتباع ایشان و این حضرات ہم در
اثبات این عقیدہ رسائل و مصنفات بسیار پرداختہ اند۔ چنانچہ معلوم خاطر شریف خواہد بود پس ما مردم را کہ بعد
ازین اختلاف پیدا شدہ ایم جزم باحد الطرفین نمی تواند شد پس سبیل ما مردم این است کہ چنانچہ در مذاہب اربعہ
حق را دائر می انگاریم و میگوئیم کہ مثلاً مذہب حنفیہ صواب محتمل الخطا است و مذہب شافعی و مالکی و غیر ایشان
محتمل الصواب است ہمچنین درین دو مذہب توحید وجودی و توحید شہودی اگر نظر بدلیل یک طرف راجح شود

است مسئلہ وحدۃ الوجود را بسبب دقتی کہ دارد نفہمیدہ و بر حلول حمل نمودہ و از ینجا دقیقہ فہمی علماء ایشان تواں دریافت۔ ہمیں قسم دیگر مطالب غامضہ را کہ در کلام حضرات ائمہ واقع شدہ اند بسبب غلط فہمی مسخ و تبدیل نمودہ باشند و بعضے از فرق غلاۃ بنانیہ و نصیریہ و اسحاقیہ اتحاد بجائے حلول استعمال میکنند حالانکہ اتحاد مطلقا باطل است و بطلان او از اجلائی بدیہیات است و شیخ حلی بنا بر کمال دقیقہ فہمی قول اتحاد را نیز بسالکین اہل سنت منسوب کردہ حالانکہ مقصد ایشان ازیں اتحاد یکے از دو معنی است نہ اتحاد حقیقی اول انمحاق و اضمحلال انانیت عبد نزدیک ظہور نور تجلی مثل حالتے کہ نور چراغ را نزدیک ظہور آفتاب میشود و عروض ایں حالت و ظہور آفتاب میشود و عروض ایں حالت و ظہور نور تجلی از قرآن مجید و اقوال عترت پیدا ظاہر است قولہ تعالیٰ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا۔ و قولہ تعالیٰ فلما جاءہا نودی ان بورک من فی النار و من حولہا و سبحان اللہ رب العالمین واز اقوال عترت طاہرہ قول حضرت صادق در مخاطبہ ابو بصیر بروایت کلینی سابق گذشتہ کہ ان المومنین یرونہ فی الدنیا قبل یوم القیمۃ الست تراہ فی وقتک ہذا۔ ایں معنی را شیخ ابن فارض مصری علیہ الرحمہ در تائیہ خود واضح نمودہ و گفتہ لہ و جاء حدیث فی اتحادی ثابت ۞ روایتہ فی النقل غیر ضعیفۃ ۞ یشیر بحب الحق بعد تقرب ۞ الیہ بنفل او اداء فریضۃ ۞ و موضع تنبیہ الاشارۃ واضح ۞ بکنت لہ سمعا کنور الظہیرۃ ۞ و آں حدیث صحیح قدسی ایں است لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا۔ دوم آنکہ خود را مراۃ حق داند و مظہر مجاز مظاہر او شناسد بوجہے کہ بعض احکام ظاہر بمظہر منسوب گردد و بالعکس لکن وصفے کہ قادح باشد در تنزیہ است ظاہر از مظہر ترقی نکند و وصفے کہ عنوان مرتبہ ظاہر باشد بمظہر نزول نفرماید و ایں معنی نیز از قرآن مجید و اقوال عترت پیدا ظاہر است۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ و خطبۃ الافتخار و خطبۃ البیان حضرت امیر در کتب امامیہ معروف و مشہور است و اگر شیخ حلی ازیں معانی صحیحہ اتحاد تجاہل نماید مضائقہ ندارد کہ دیگر عقلاء شیعہ ایں معانی را فہمیدہ و بموازین عقلیہ سنجیدہ اند کلام خواجہ نصیر طوسی در شرح مقامات العارفین از کتاب اشارات و کلام صدرای شیرازی در شواہد الربوبیت و اسفار و کلام ابن ابی جمہور و دیگر متاخرین ایں فرقہ باید دید و اگر ایں اشخاص را ہم اعتبار نباشد کہ اینہا مخلط اند بین التصوف و الفلسفۃ و الشریعۃ پس کلام مقداد را کہ پیشوا و مقتدائے ایشان در علوم دینیہ است و شارح قواعد و صاحب کنز العرفان فی تفسیر احکام القرآن نقل کنیم قال المقداد فی شرح الفصول فی علم الاصول فی ذکر الاحوال السانحۃ لکسالک المراد من الاتحاد ہو ان لا ینظر الا الیہ من غیر ان یتکلف و یقول ما عداہ قائم بہ فیکون الکل واحدا من حیث انہ اذا صار البصیر منور بتجلیہ لا یبصر الا ذاتہ لا الرائی ولا المرئی انتہی کلامہ المتقی۔ و ایضا مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در جواب استفسار عالمے می طراز د بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مولوی صاحب مجمع کمالات و مناقب قیم احکام شریعت مولوی نعمۃ اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ زاد اللہ حرصہ علی حفظ الشرع و اصلاح الدین فقیر عبد العزیز بعد از ابلاغ سلام مسنون الاسلام ملتمس میدارد رقیمہ کریمہ درباب استفسار از مسئلہ توحید وجودی و توحید شہودی و

آں طرف دیگر را ہم ضلال و گمراہی نباید انگاشت کہ تضلیل و تکفیر جماعۂ کثیر از علماء نامدار و مشائخ لازم می آید
آری اگر غلبۂ یکطرف غلو پیدا کردہ و فرق مراتب را از نظر انداختہ و یا از جادۂ اعتدال بیروں نہادہ عابد را
معبود و حادث را قدیم و ملوث را منزہ و حرام را حلال و نجس را طاہر انگارد البتہ از ملحدان و زندیقان میگردد
و حاصل الکلام اینکہ اختلافیکہ درمیان امت بسبب تفاریق توحید وجودی و توحید شہودی واقع شدہ مانند اختلاف
سنی و رافضی یا سنی و خارجی نیست کہ تضلیل و تکفیر احد المجتہدین از جانبین باشد بلکہ مانند اختلاف مذاہب
اربعہ است آری ہر کہ از قائلان توحید وجودی پا از جادۂ اعتدال نہادہ نوبت بالحاد و زندقہ رساند البتہ
ضال و گمراہ میگردد و ہمچنیں اگر کسے از قائلان توحید شہودی پا از جادۂ اعتدال بیروں نہادہ تکفیر و تضلیل
جمع کثیر از علماء و صوفیہ نماید البتہ مطعون و ملام است ایں است حال مفصل دریں باب حالا احوال میاں
رمضان شاہ ملاحظہ نمایند اگر تقیید شرع دارند و مردم را بر نماز و روزہ و تلاوت قرآن و ذکر و خوف و رجا و تقوی
و صلاح دعوت میکنند پس از الحاد و زندقہ بسیار دور اند و اگر معاذ اللہ تقیید احکام شرع نمی نمایند و مردم را
باباحت و زندقہ دعوت میکنند پس قابل تضلیل و تکفیر اند و در کتب فقہ می نویسند اگر در مسئلہ وجوہات چند باشند
کہ موجب کفر اند و یک وجہ عدم کفر پس بر مفتی لازم کہ میلان بر عدم کفر کردہ باشد مگر قائل خود تصریح وجہ کفر
کردہ باشد و در فتاوی عالمگیری مرقوم است و در دیگر فتاوی معتبرہ نیز مرقوم و مسطور است اذا کان فی
المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر و وجہ واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذالک الوجہ الا اذا صرح بارادۃ توجب الکفر فلا
ینفعہ التاویل حینئذ ثم ان کان فی نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فہو مسلم و ان کانت فی نیۃ القائل الوجہ
الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ فتوی المفتی انتہی واللہ یحق الحق و ہو یہدی السبیل السلام علیکم و قلبی لدیکم انتہی
و ایضاً مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در جواب سائلے می نگارد وحدۃ الوجود حق و مطابق واقع است چراکہ
دلائل عقلیہ و نقلیہ برآں قائم است چنانچہ در رسالۂ اثبات التوحید شیخ علی مہائمی گجراتی مشروح و مبسوط است و
علماء متکلمین را انکار ایں مسئلہ مبنی از دو وجہ است اول آنکہ دریں مسئلہ بسبب کمال دقت و باریکی شبہات عقلیہ
و نقلیہ بسیار وارد میشوند در نظر آنہا حل آں شبہات میسر نشدہ ناچار بانکارش آمدند ایں است حال سطحیان
از متکلمین دوم آنکہ ایں مسئلہ از اسرار است شرائع و ادیان موقوف بر دانستن ایں مسئلہ نیست بلکہ عوام را
تلقین ایں مسئلہ موجب انفتاح باب الحاد است و اباحت و شرور و فساد است و مداہنت در امتثال تکلیفات
شرعیہ و پس بیان ایں مسئلہ بنا بر دقت و باریکی آں ممنوع و محذور است و امساک لسان از آں واجب دانند
چنانچہ در حدیث شریف واذا ذکر القدر فامسکوا و اذا ذکر اصحابی فامسکوا و اذا ذکر النجوم فامسکوا معلوم
میشود کہ تفصیل و تفتیش و تحقیق در امثال ایں مسئلۂ دقیق منجر بضلال و اضلال میگردد ایں است حال محققان از
متکلمین و معہذا ایں جماعہ در تصانیف خود ایمائے اجمالی دادہ اند کالغزالی و الرازی و غیرہما من ائمۃ
المتکلمین اگر تفصیلش منظور باشد در کتاب تنبیہ المحجوبین مطالعہ باید کرد و بالجملہ انکشاف ایں مسئلہ در ابتدا ابدال
و مسیات نبودہ است بلکہ محض موہبت و معرفت [illegible] و انکشاف ایں بر تحصیل و کسب نیست بلکہ بر ورود حالا
[illegible] آری اگر کسے بقاء ظن [illegible] کہ ایں مسئلہ منکشف شدہ منظور افتد خواہد کہ در جناب ایشاں التفات

اور عینیت کا اثبات کرتا ہے کہ ہر شئی عین اللہ ہے حضرت آدم سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہم وسلم اجمعین تک جملہ انبیاءؑ
کی یہی توحید تھی اور اسی کی دعوت و تبلیغ کرتے تھے اپنی قوم کو فرماتے تھے ان اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ تم اللہ کی
عبادت کرو کہ تمہارا کوئی الٰہ و معبود اس اللہ کا غیر نہیں ہے بلکہ ہر الٰہ و ہر معبود (جسکی الوہیت و معبودیت کا تم گمان
کرتے ہو) عین اللہ ہے اور ہر صورت و مورت و مظہر و تجلی و صنم و وثن میں وہی اللہ پاک معبود ہے مظہر و تجلی کی عبادت
مت کرو بلکہ معبود حقیقی کی عبادت کرو جو ان تمام مظاہر و تجالی میں پایا جا رہا ہے جو جلوہ گر ہے گو بت پرست حق بت پرستی اور
صورت پرستی کرتا ہے مگر تمہارا اور معبود حقیقی سے غافل ہے سمجھتا ہے کہ میں بت کی پرستش کر رہا ہوں اور اس بات سے واقف
نہیں ہے کہ بت کی حقیقت کیا ہے اور بت کے ضمن میں کس معبود کی عبادت کیجا رہی ہے بحکم وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ
حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ بجز اسکی ذات پاک کے کسی غیر اللہ کی عبادت و پرستش کیجا ہی نہیں سکتی تو پھر کسی کی کیا طاقت ہے اور ہوتا کون
کرتا وا ایسا ہونا ہے جن کے سوا ایک ہی ہے مسجد میں بتکدہ میں کعبہ میں بتکدہ میں ہ تیرا ہی تذکرہ ہے تیری ہی گفتگو ہے ہ اسی ایک
معبود حقیقی کی عبادت کیجا رہی ہے خدا پرست خوشی کیساتھ خدا پرستی کرتا ہے اور بت پرست کر کے عبادت حق کرتا ہے کیونکہ وہ
اپنے گمان میں بت پرستی سمجھتا ہے چونکہ در اصل بت کا وجود نہیں تو بت کی صورت میں بھی وہی ایک معبود حقیقی کی عبادت اس
بت پرستی کے معنی سے خلاف کرتا ادا ہو رہی ہے ہ اگر کافر ز بت آگاہ گشتے ہ چرا در دین خود گمراہ گشتے ہ مسلماں گر بدانستے کہ
بت چیست ہ بدانستے کہ دین در بت پرستی است ہ اگر کافر بت کی حقیقت سے واقف و آگاہ ہوتا تو حقیقت پرست ہوتا۔
صورت پرستی کر کے گمراہ نہ ہوتا اسیطرح اگر مجازی مسلمان بھی بت کی حقیقت سے واقف ہوتا اور بت و غیر بت تمام عالم کو
عین اللہ سمجھتا تو مسلمان حقیقی ہو کر بت پرستی کو خدا پرستی سمجھتا کیونکہ بت تو معدوم و باطل ہے اور مظہر عبادت الٰہی ہے اس بت
کی صورت میں ہمیشہ حقیقی معبود حقیقی جل شانہٗ کی عبادت ادا ہو رہی ہے جو لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم حقیقی ہے مولانا جامی
کے معنی لا الٰہ الا اللہ ہ این بود پیش عارف آگاہ ہ کانچہ خوانند مشرکانش خدا ہ گرچہ باشد ز فرط جہل و عمی ہ نیست آن
در حقیقت الا حق ہ کہ بود عین ہستی مطلق ہ در میان نیست از کمال خالق ہ فارقی جز تقید و اطلاق ہ اس کلمہ
توحید کا صحیح مفہوم بلا تاویل یہی ہے کہ کوئی موجود غیر اللہ نہیں ہے ہر شئی عین اللہ ہے کفار نے کلمہ طیبہ سے وحدۃ الوجود کا مطلب سمجھکر تعجب کیا اجعل الالہۃ الٰہا واحدا
ان ہذا لشیء عجاب اس کی تفصیل اسی کتاب کے صفحہ (۶۱) میں غور سے دیکھیں جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو کسی شیخ کامل سے تحقیق کر کے بطور خود
وحدۃ الوجود کا معنی غلط و ضلالت روا رکھتے ہیں جس سے ان کے دلوں میں ہزاروں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں وہ مسئلہ وحدۃ الوجود
کو مخالف شریعت سمجھ کر انکار کرتے ہیں حالانکہ ہر گز خلاف شریعت نہیں بلکہ تمام انبیاء کی توحید یہی وحدۃ الوجود کی تصدیق ہے
اہل ظاہر نے اپنی تاویلات فاسدہ و تسویلات کاسدہ سے کلمہ طیبہ کو کلمہ خبیثہ بنا رکھا ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ کو لا الٰہ الا غیر اللہ
قرار دیا ہے یعنی کوئی الٰہ عین اللہ نہیں ہے مگر غیر اللہ ہے کیونکہ وہ اہل ظاہر عبد و رب میں محض غیریت حقیقی کے قائل ہیں عینیت
وجودی عبد و رب کے منکر ہیں تنزیہ محض کے قائل ہیں اور تشبیہ کے منکر ہیں از دست کے معتقد ہیں حالانکہ ہمہ از وست اور ہمہ اوست دونوں کا
مفہوم و مقصود ایک ہے جو پیر کامل کے ارشاد سے بخوبی از حقیقت منکشف ہوگا حضرات محققین صوفیہ وجودیہ قدس اسرارہم کا
ارشاد ہے کہ اللہ اس ذات پاک کا نام ہے جو تشبیہ و تنزیہ کا جامع اور جمیع صفات کمالیہ کا مستجمع ہے اور یہ ہمہ اوست کے
قائل ہیں ہمہ اوست جو در اصل عین ہمہ از وست ہی تمام انبیاء و اولیاء کی یہی توحید و تعلیم ہے اور یہی شریعت محمدیؐ ہے مسلکین

شرک ہے صوفیہ کے پاس بھی اور اسکے علاوہ تعدد موجود بھی شرک ہے کیونکہ حقیقۃً غیر اللہ کے شرک کی نفی و تردید ہوگی تو
غیر اللہ کے معبود ہونے کی نفی و تردید بھی بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی اسلئے کہ معبودیت وغیرہ جملہ صفات وجودیہ کا ثبوت و تحقق
وجود پر موقوف و منحصر ہے جب غیر اللہ کا وجود ہی نہ ہوگا تو اوسکا معبود ہونا بھی ثابت نہ ہوگا یہ توحید حقیقی صوفیہ کی
کامل و جمیع اقسام شرک کی نفی و تردید پر شامل ہے صوفیہ کے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ علمنا
ہذا مقید بالکتاب والسنۃ ہمارا یہ علم توحید و تصوف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مقید و [illegible]
کیونکہ کلمہ طیبہ توحید لا الٰہ الا اللہ قرآن شریف کی آیات محکمات میں سے ہے جسمیں تاویل کی گنجائش نہیں اگر لا الٰہ الا اللہ کو
آیات متشابہات اور تاویلی کلمہ فرض کیا جائے تو توحید کی تبلیغ و دعوت میں خدا کی حجت بندوں پر غالب نہ ہوگی بلکہ بندوں کی
حجت خدا پر غالب رہیگی اسطرح عرض کرینگے کہ خداوندا تو نے ایک بھی آیت محکمہ اور دلیل قطعی توحید کی ہمیں تبلیغ
نہیں فرمائی اور ایک تعقید لفظی و معنوی والا پیچیدہ تاویلی کلمہ جو آیات متشابہات سے ہے ہمکو تیری توحید کی معلوم و مفہوم
نہوئی تو پھر بلا اتمام حجت و تکمیل دعوت و تبلیغ توحید عدم تصدیق و عدم ایمان پر عذاب و عتاب عدل و انصاف کے خلاف ہے
پس فللہ الحجۃ البالغۃ کے موافق خدا کی حجت بندوں پر غالب و بالغ نہوگی اسلئے کلمہ طیبہ توحید کو آیت محکمہ سمجھنا ضروری ہے
اسکے معنی متبادر بلا تاویل یہ ہیں کہ نہیں ہے کوئی الٰہ غیر اللہ کا۔ لا حرف نفی جنس ہے جنس الٰہ کی نفی کرتا ہے الٰہ لا کا
اسم ہے منصوب اور رشتہ معنی ہے نکرہ ہے اور لا نفی کے تحت میں داخل ہے اور زیادہ تمام ہوا یعنی کوئی الٰہ عام ازیں کہ
الٰہ حق ہو یا باطل) غیر اللہ نہیں ہے الا حرف استثنا نہیں ہے یہاں صفت یعنی غیر کے معنی میں ہے اور لا نفی جنس کی خبر [illegible] مرفوع ہے
جیسا کہ اسکی تفسیر حدیث صحیح سے غیر کے رفع کے ساتھ ثابت ہے لا الٰہ غیرک اور غیرک کو الٰہ منصوب منکور کی صفت قرار دیکر
لا کی خبر کو افعال عامہ میں سے محذوف ماننا غلط ہے کیونکہ صفت موصوف میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے اسلئے کہ الٰہ
نکرہ منصوب کو موصوف اور غیرک معرفہ مرفوع کو صفت قرار دینا قواعد عربیت کے خلاف ہے یہ کہ کلمہ طیبہ [illegible]
سالبہ کلیہ اور موجبہ کلیہ ہے یعنی لا شئی من الالٰہ بغیر اللہ سالبہ کلیہ اور کل الٰہ عین اللہ موجبہ کلیہ [illegible]
وعینیہ سبحانہ و تعالیٰ بعبارۃ المحکم کما حققہ اکابر الصوفیہ ہیں جبکہ الٰہ حق حقیقی واجب تعالیٰ اور الٰہ باطلہ [illegible] درمیان اتحاد
یگانگی و عینیت آیت محکمہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی عبارۃ النص سے ثابت ہوئی ہو اللہ تعالیٰ اور [illegible] غیر الٰہ باطلہ
درمیان میں بھی عینیت دلالۃ النص سے کہ یہ بھی محکمہ ہے سے ثابت ہوئی کیونکہ الٰہ باطلہ اور غیر الٰہ ہر دو [illegible]
حکم خاص ہونے میں مساوی ہیں حق تعالیٰ کیساتھ تمام عالم آلہہ وغیرہ کی عینیت کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ الٰہ معبود کو
کہتے ہیں اور لغت میں معبود کو ہر وہ شئ مراد ہے جسکے سامنے کوئی دوسری شئ حقیر و ذلیل ہو عالم میں کوئی ایسا موجود نہیں
جسکے سامنے دوسرا موجود اس سے ادنیٰ ہو متذلل نہو بلکہ ہر موجود اعلیٰ کے سامنے اس سے جو ادنیٰ و اسفل ہوگا ضرور ذلیل ہوگا اس اعتبار
سے تمام موجودات عالم پر الٰہ کا اطلاق جائز ہوا اور الٰہ کا معنی موجود ہوا اور کلمہ کا مفہوم یہ ہوا کہ کوئی موجود غیر اللہ نہیں ہے بحکم
ما یشغلک عن ربک فہو صنمک جو چیز تجھکو تیرے رب سے باز رکھے وہ تیرا صنم و معبود ہے کوئی ایسی شئ نہیں ہے جو [illegible]
سے سالک کو باز نہ رکھتی ہو اس اعتبار سے بھی ہر شئ کا صنم اور الٰہ ہونا ثابت ہوا اور کلمہ طیبہ کا مفہوم یہ ہوا کہ کوئی معبود اور
الٰہ اور رب اور صنم غیر اللہ نہیں ہے صوفیہ کی توحید وجودی یعنی اعتقاد وحدۃ الوجود حق و صحیح مطابق واقع کے ہے جسپر دلائل عقلیہ
نقلیہ قائم ہیں۔ کلمہ طیبہ توحید لا الٰہ الا اللہ کسقدر صاف صریح ہے کہ کوئی الٰہ غیر اللہ نہیں ہے خلق و حق میں غیریت کی نفی

ہمہ از وست کے قائل ہیں اور اہل حقیقت ہمہ اوست کے قائل ہیں جو صرف ایک ذات الٰہی کی تصدیق کرتے ہیں دوئی و اثنینیت انکے مذہب میں شرک ہے جیسا کہ لوائح
جامی میں ہے ؎ ای بسر این و آں نازدہ خط ◆ بنہادہ دوئی دلیل شید است و غلط ◆ در جملہ کائنات بے سہو و غلط ◆ یک عین فحسب دان و
یک ذات فقط ◆ ؎ غیر یک ذات در دو عالم کو ◆ لیس فی الکائنات الا ہو ◆ نیز مرقوم ہے ؎ ہمسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست ◆
در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست ◆ در انجمن فرق و نہانخانہ جمع ◆ باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست ◆ ان اولیاء اللہ
مکرر قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہمہ اوست جس سے فقط ایک ذات حقتعالیٰ کی ثابت ہوتی ہے نہ کہ دو ذات عبد و رب ◆ جواب ہمہ از وست
در اصل عین ہمہ اوست ہے جو پیر کامل کے ارشاد سے اسکی تحقیق و تصدیق حاصل ہوگی بے سمجھی سے ہمہ از وست کو ہمہ اوست کا ضد و عکس قرار دیکر
شریعت و طریقت کو باہمی ضد و مخالف سمجھا گیا ہے۔ حضرات صوفیہ نے مکرر قسم کھا کر جو ہمہ اوست کہا ہے اس سے صرف ایک ہی ذات حق کا ثبوت
نہیں ہوتا بلکہ انکا ہمہ اوست کہنا بھی حق ہے اور باوجود ہمہ اوست کے ہمہ از وست حق ہے یہی مرشد انکا ملین مکملین کا ارشاد ہے لوائح جامی
کے اشعار سے جسطرح صرف ایک ذات حق کا ایہام ہوتا ہے اسیطرح لوائح جامی میں دو ذات عبد و رب کا اثبات و فرق بھی بیان کیا گیا ہے ؎ ذات
ہمہ جز وجود قائم بوجود ◆ ذات تو وجود ساز و ہستی بخشت ◆ سلسلۃ الذہب میں بھی عارف جامی مولانا جامی قدس سرہ السامی نے دو
ذوات کی تصریح فرمائی ہے ؎ ہو کنایت ز غیب ذات شناس ◆ مکنش بر دگر ذوات قیاس ◆ ہیچ ذاتی بذات او نرسد ◆ عقل کل
در صفات او نرسد ◆ عقل کل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ذات مقدس مراد ہے جو لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی
نفسک فرمایا نیز مولانا رومی نے بھی مثنوی شریف میں دو ذات عبد و رب کا اثبات مدلل فرمایا ہے ؎ بیچون و بیچگونہ نیست پیوستہ بکل ورنہ بود
باطل بدست بعث رسل ◆ چون مولانا زپی پیوستن اند ◆ پس چہ پیوندد شناس چون یکتن اند ◆ عقائد جامی میں ہے ؎ از ہمہ در صفات و در ذات
لیس شئی کمثلہ ابدا ◆ لوائح جامی میں ہے ؎ اطلاق اسامی مرتبہ الوہیت چون اللہ و رحمن و رحیم و غیرہ بر مراتب کونیہ عین کفر و محض زندقہ است و
ہمچنین اطلاق اسامی مخصوصہ کونیہ بر مراتب الوہیت غایت ضلالت و نہایت خذلان ؎ ای بر دہ گمان کہ صاحب تحقیقی ◆
واندر صفت صدق و صفا صدیقی ◆ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ◆ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ◆ اور حضرت شیخ عبد الکریم جیلی جلد اول
انسان کامل صفحہ ۱۳ میں ذات کی تعریف اور ذات عبد و رب میں صراحت کیساتھ فرق بیان فرمایا ہے اعلم ان مطلق الذات ہو الامر الذی تستند الیہ
الاسماء و الصفات فی عینہا لا فی وجودہا فکل اسم او صفۃ استند الی شئی فذالک الشئی ہو الذات سواء کان معدوما کالعنقاء او موجودا
والموجود نوعان نوع موجود محض وہو ذات الباری سبحانہ و تعالیٰ و نوع موجود ملحق بالعدم وہو ذوات المخلوقات ◆ حضرت امام العارفین شیخ اکبر
نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے فالعبد من لا یکون فیہ من الربوبیۃ وجہ والرب من لا یکون فیہ من العبودیۃ وجہ فلا یجتمع الرب و العبد ابدا ◆ ۔
پس اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد و رب میں ذاتاً غیریت حقیقی ہونے پر اہل شریعت و طریقت سب کا اتفاق ہے اختلاف صرف یہی ہے کہ اہل
شریعت محض نری غیریت حقیقی عبد و رب کے معتقد ہیں عینیت وجودی عبد و رب کے منکر ہیں محققین صوفیہ با وجود غیریت حقیقی عبد و رب
عینیت حقیقی عبد و رب کے معتقد ہیں ملحدین محض نری عینیت حقیقی عبد و رب کے معتقد ہیں غیریت حقیقی کے منکر ہیں یہ اعتقاد ملحدانہ و زندیقانہ
ہے خلاف شریعت ہے کفر و الحاد ہے محققین صوفیہ شرک و الحاد کی افراط و تفریط سے محفوظ اور صراط مستقیم پر ثابت و قائم ہیں جمع صورتیں حقیقی
معنی ز شرف بعینیت ممکن غیر سلطان شگرف ◆ در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ◆ ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن ◆
حاصل یہ کہ مسئلہ عینیت و غیریت حقیقی عبد و رب وحدۃ الوجود بلا وحدۃ الوجود وصل و فصل وصل مع الفصل و فصل مع الوصل و وصل بلا فصل
فصل بلا وصل عجیب الحقائق و دقائق کو پیر و مرشد کامل سے تحقیق و تصدیق کرنیکی ضرورت ہے مطالعہ کتب تصوف سے یہ اسرار حال نہیں ہوتے
اسلئے عرق بحکم مشتے نمونہ از خروار ◆ و اندکے بنمود بسیار ◆ یہ مقدمہ مختصر مفید تحریر بتحریر کیا گیا اسکے بعد ظاہر شریعت کا بیان شروع ہوگا۔

مائۃ المسائل می نگارد تعیین نمودن روز برائے فاتحہ چہلم باعتقاد آنکہ قبل از چہل روز یا بعد از چہل ثواب طعام بمردہ نخواہد رسید یا روز چہلم زیادہ تر ثواب خواہد رسید۔ غیر جائز است۔ اسیطرح برسی و فاتحہ ثواب رسانی و اعراس و نذر و نیاز بزرگان دین کی تاریخ کا تعین بھی جائز ہے۔ کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ جب اصل مطلق ثواب رسانی کا جواز و استحباب قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ نماز جنازہ بحق احیاء و اموات جس پر وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم اور ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان وغیرہ آیات و احادیث شاہد ہیں تو تعین کرنے سے اسکا ممنوع و مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بشرطیکہ روز معین میں زیادتی ثواب اور غیر معین میں عدم ثواب یا کمی ثواب کا اعتقاد نہ ہو۔ بلکہ کسی مصلحت و سہولت اور کار ثواب رسانی کے اہتمام وغیرہ اغراض کے لئے تاریخ کا تعین مناسب سمجھا گیا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ تعین افضل ہے جیسا کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن قرآن سے جو سہل و آسان [illegible] ہو۔ یہ مطلق قرآن پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سورہ قرآن کا تعین کرکے پڑھتا ہو اور اس سورۃ معینہ کے سوائے دوسرے سورہ کے پڑھنے کو بھی جائز سمجھتا ہو تو ایسے شخص کو تعین قرأت قرآن جائز ہے بلکہ اسکی آسانی و سہولت کی غرض سے تعین کرنا افضل و اولیٰ ہے۔ کیونکہ ما تیسر کا یہی مطلب ہے کہ جس میں آسانی ہو پڑھو۔ اسیطرح جب فاتحہ ثواب رسانی بلا تعین تاریخ جائز و مستحسن ہے تو اگر کوئی شخص تاریخ معین میں ثواب رسانی کرے اور دوسری تاریخ میں بھی ثواب رسانی کو جائز سمجھے کمی و زیادتی ثواب کا معتقد نہ ہو محض اپنی مصلحت و سہولت و آسانی کیلئے تاریخ معین میں فاتحہ ثواب رسانی کرتا ہو تو بیشک جائز بلکہ افضل ہے۔ فصل الخطاب صفحہ ۵۰ میں ہے۔ الحاصل تعیین غیر شرعی روز سیوم یا دہم یا چہلم یا سہ ماہی یا ششماہی یا سالیانہ ہرچہ باشد باعتقاد آنکہ تعیین موجب ثواب یا زیادت ثواب بود مکروہ است چنانچہ تعیین آیت یا سورۃ در نماز باعتقاد عدم جواز غیر آں مکروہ بود والا لا باس بہ است صاحب دستور القضاۃ در باب ثانی می گوید من الظہیریۃ لا باس بتوقیت القرأۃ [illegible] اذا اعتقد ان الصلوۃ تجوز بدونہ مع ہذا ہان انہ اذا اعتقد [illegible] المؤقت ایسر علیہ فلا یکرہ بل یستحب لانہ مامور بقرأۃ التیسر من القرآن فما کان ادخل فی الیسر کان افضل انتہی۔ اور فصل الخطاب صفحہ ۱۸ [illegible] ازیں اسناد ہویدا است کہ تعیین اگر برائے آسانی یا یادداشت یا قطع نظر از تعیین بود در اعتقاد سے جب ثواب یا زیادت ثواب نباشد کراہت ندارد۔ اور اسی صفحہ میں دو چار سطر پہلے مرقوم ہے کہ [illegible] العلماء (شاہ عبد العزیز دہلوی) در جواب سوالے سفر یا یہ طعامیکہ برائے نیاز حضرت امامین علیہما السلام می نمایند بر آں فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک می شود و خوردن آں بسیار خوب است۔ پس معلوم ہوا کہ جس طعام پر فاتحہ و قل درود پڑھی جائے تو وہ تبرک ہے۔ اس تبرک کا کھانا بہت خوب ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جس کام کو بسم اللہ و الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ابتر و بے برکت ہوتا ہے۔ پس جب بسم اللہ و الحمد للہ پڑھیں تو بابرکت و متبرک ہوگا۔

نوقہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم فما حال المسلم الموحد من امتہ یسر بمولدہ ویبذل ما یقدر علی
محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم فی جنات النعیم انتہت عبارۃ
الہیتمی بلفظہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے
نے کہا کہ نار جہنم میں ہوں مگر ہر دوشنبہ کی شب کو میرے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے میری دو انگلیوں سے پانی
ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ نبی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت جب ثویبہ نے مجھ کو دی تھی تو میں نے میلاد
کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ ابن جزری نے کہا کہ جب ابولہب کافر جس کی قرآن میں ایسی مذمت وارد ہے کہ جس
زائد کوئی مذمت نہیں۔ شب میلاد نبوی میں خوشی منانیکی وجہ سے عین جہنم میں اس کو بدلہ دیا گیا ہے اور
تخفیف ہوتی ہے تو اس مسلمان موحد کا کیا حال ہوگا جو آنحضرت علیہ السلام کی عید میلاد مناتا ہے اور مسرت کا اظہار کر
اور حسب قدرت آنحضرت کی محبت میں اپنا پیسہ خرچ کرے۔ میری قسم ہے کہ خدائے کریم اسکو اپنے فضل عمیم سے
جنات النعیم میں داخل کریگا۔ اور نبی علیہ السلام کے ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی ... فصل الخطاب
صفحہ ۵۷۔ قال علی بن برہان الدین فی سیرۃ الحلبی جرت عادۃ کثیر من الناس اذا سمعوا بذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وسلم وہذا القیام بدعۃ حسنۃ۔ وقال ایضا فیہ وقد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ
علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعہ علی ذلک مشائخ الاسلام فی
عصرہ انتہی۔ وقال السید جعفر البرزنجی المدنی رحمہ اللہ فی رسالۃ المولد قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف
ائمۃ ذو روایۃ ورویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ انتہی۔ وفی ہذا المقام قال یوسف
بن محمد الاہدل رحمہ اللہ وعلی ذلک کافۃ اہل الحرمین علماءہم وعوامہم وفیہ من التعظیم للجناب الکریم ما لا یخفی انتہی

سوال موئے مبارک۔ آنحضرت علیہ السلام کے موئے مبارک وآثار ومساجد وغیرہ کی زیارت کا کیا حکم ہے۔ جواب: مستحب ہے۔
جیسا کہ فصل الخطاب صفحہ ۵۵ میں ہے۔ بدانکہ زیارت
موئے شریف ... در عالم وزیارت مساجد و آبار و آثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستحب است صاحب حیاۃ
القلوب فی زیارۃ المحبوب (مولانا مخدوم ہاشم سندی رح) در فصل سیزدہم باب چہاردہم آوردہ ... عبارت مولانا
رحمت اللہ سندی و ملا علی قاری مکی می نگارد آنکہ مستحب است زیارت مساجد و آبار و آثار کہ منسوب اند بسوئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم برابر است کہ دانستہ شود عین آنہا یا جہت آنہا و تصریح کردہ اند باین
استحباب علی الاطلاق جماعۃ از حنفیہ و طائفہ از شافعیہ و مالکیہ و حنابلہ۔ و بدرستیکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی
عنہما اجتہاد بلیغ نمودے۔ در نزول و مرور خود درجائیکہ نماز یا نزول یا مرور نمودہ بود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وگفتہ است
قاضی عیاض در شفا کہ از اعظام و اکرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اعظام جمیع اشیاء او و اجزای
او و اکرام جمیع اماکن او و از آنچہ سکونت کرد یا نزول نمود در آنہا و تعظیم ہر چیزیکہ مساس کردہ باشد بدست او یا
پہلوے او یا قدم او یا عضوے دیگر از اعضاے او برابر است کہ صحیح گشتہ باشد نقل در ثبوت او یا آنکہ معروف
باشد در مردم بوجہ اشتہار بغیر ثبوت آں در اخبار و آثار انتہی محصل کلام الہندی والمکی۔ اسی فصل الخطاب کے
صفحہ ۵۸ میں ہے محصل کلام صاحب سفینۃ النجات مطبوعہ کہ در صفحہ چہل و دوم نقل آوردہ آنکہ موئے شریف سرور عالم

سوال صدقات و طعام فاتحہ ثواب رسانی کا کھانا گھر والوں کو اور اغنیاء و مالداروں کو درست ہے یا نہیں :- **جواب** — صدقات و طعام فاتحہ ثواب رسانی صدقات واجبہ سے نہیں جو فقراء و مساکین کے لئے ہی مخصوص و مختص ہو۔ بلکہ صدقات نافلہ سے ہے۔ جس طرح قربانی کا گوشت صدقات نافلہ سے ہے اور دوست و اقارب و اغنیاء و مالداروں کو کھانا درست ہے اسی طرح طعام فاتحہ ثواب رسانی کا کھانا بھی اقارب و اغنیاء و مالداروں کو درست ہے۔ اغنیاء کو کھلانے سے بھی ثواب ملتا ہے لیکن فقراء کے ثواب سے کم جیسا کہ **فصل الخطاب** صفحہ ۴۹ فائدہ ششم میں ہے وکذا خوردن آں غنی و فقیر را برابر است کہ دعوت کردہ شوند۔ یا بایشاں فرستادہ شود۔ مکروہ نبود چہ در تصدق باغنیاء نیز ثواب است اما کم از ثواب تصدق بہ فقر **کذا فی شرح البرزخ واللآلی المفاخرہ فی تذکرۃ الآخرہ** زیرا کہ صدقہ موتی از قسم صدقات واجبہ نیست کہ محض حق فقرا باشد و سوائے ایشاں بدیگرے حلال نبود بل از تطوعات است کہ تصرف آں بدیگراں ہم جائز باشد۔ **سوال اولیاء اللہ کی نذر و نیاز و عرس و فاتحہ درست ہے یا نہیں** — **جواب** — بیشک درست ہے۔ کیونکہ نذر سے ہدیہ و تحفہ و صدقہ و ثواب رسانی مراد ہے۔ اور یہ جائز بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا اور مصنف تقویۃ الایمان نے بھی صراط مستقیم کے باب دوم میں لکھا ہے (ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گذشتگان رسانیدن و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہیست۔ پس ایں خود البتہ معتبر و مستحسن است و اگر آں کس کہ ثواب بروحش میرسانید از اہل الحقوق است بمقدار حق وے خوبی رسانیدن ایں ثواب زیادہ تر خواہد شد پس در خوبی اینقدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست۔ اور امام ربانی نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا کہ "نذر شما رسید"۔ اور امراء و بادشاہان و سلاطین و علماء و مشائخین کو جو نذر پیش کیجاتی ہے وہ بھی اسی ہدیہ و تحفہ کے معنے و اعتبار سے ہے۔ یہ نذر عرفی ہے پس اولیاء وغیرہ کی نذر و نیاز عرفی و جائز و مستحب ہے۔ اور نذر شرعی یعنی عبادت و نماز و روزہ و صدقات واجبہ مثل زکوۃ و فطرہ و قربانی وغیرہ از قسم عبادت مخلوق کیلئے شرک و حرام ہے اسی نذر شرعی عبادت کو مخلوق کے لئے فقہاء نے حرام کیا ہے۔ **سوال سرور میلاد سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم اور قیام وقت ذکر ولادت خیر الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام جائز ہے یا نہیں** — **جواب** — بے شک و ریب جائز و موجب خوشنودی خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ہے۔ اور رزالعین و زنادقہ و ملاحدہ و کفار و مشرکین و دشمنان اسلام پر شان و شوکت اسلام کو ظاہر کرنیکا بہتر طریقہ ہے۔ **ورفعنا لک ذکرک** فرمان الٰہی کے مطابق رفعت ذکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ فصل الخطاب صفحہ ۵۶ میں **النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم** سے شیخ ابن حجر مکی ہیتمی رحمہ اللہ کا قول منقول ہے رؤی ابولہب عمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقیل ما حالک قال فی النار الا انہ خفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعی ہاتین ماء وان ذالک عن اعتاقی لثویبۃ عندما بشرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن الجوزی فاذا کان ابولہب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ الذی لا ذم

صلی اللہ علیہ وسلم واجب التعظیم است اگرچہ ثبوت آں متیقن نبود زیرا کہ تعظیم کل چوں واجب است اجزائی
آں در تعظیم و تکریم مثل اوست و تعظیم بتاں و طواغیت و پیچہا و نعول فرس و بغال و لواہا و امثال آں کفر است
و قیاس حرمت تعظیم ایں چیزہا مع الفارق و باطل بود انتہی۔ ازیں اسناد ہویدا است کہ موی شریف سرور انام
علیہ التحیۃ والسلام واجب التعظیم است اگرچہ ثبوت آں متیقن نبود۔ و زیارت موئے شریف مستحب است کہ از آنجا
در ہمہ افراط و تفریط بعضے از عوام دیدنی است۔ گاہی تعظیم موئی شریف را عبادت و موی پرستی گویند حال آنکہ
تو ... مگر است و عبادت دیگر۔ کن الی الفاسد ... اگر یکے بوئے حق تعالی و تقدس و من یعظم شعائر اللہ
فانہا من تقوی القلوب نفرمودی۔ و علمائے متاخرین حکم استحباب قیام برائے تعظیم قرآن مجید نمودہ اند
کما فی الاتقان للسیوطی و نیز قیام را نزد ذکر مولد و اسم گرامی صلی اللہ علیہ وسلم مستحسن گفتہ اند۔ چنانچہ
در مائدہ ہر دو اندر ... گذشت۔ تحریر مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ اور موئے مبارک
... جسکو آپ نے مس کیا ہو سب واجب التعظیم ہے۔ اسکی زیارت مستحب ہے۔ بعض بلا تحقیق
... اقسام کے شکوک و شبہات سے مسلمانوں کو زیارت آثار شریف سے منع کرتے ہیں۔ کبھی تو ... پرست
... کہتے ہیں۔ ثبوت و سند طلب کرتے ہیں کہ یہ موئے مبارک و آثار شریفہ آنحضرت علیہ السلام کے
... کا ثبوت و یقین ہے۔ ان منکروں سے اگر کوئی پوچھے کہ تم کو تمہارے باپ کے بیٹے اور دادا کے
... ہونے کا کیا ثبوت و یقین ہے۔ فقط اتنا جواب دینگے میرے باپ نے میری ماں کو نکاح کیا تھا۔ اور میں
... گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ اور لوگ مجھکو میرے باپ کا بیٹا کہتے ہیں۔ جبکہ لوگوں کے کہنے سے یہ اپنے باپ
... بیٹے اور دادا کے پوتے ... باپ دادا کی ملک و معاش کے مالک و وارث ہوگئے۔ اور شہرت سے اس
... یقین نسب کو معتبر مانکر میراث و نسب کے احکام جاری کرتے۔ اسیطرح مسائل قیاسیہ ... بھی ...
... حق و صواب ہونے کا کچھ یقین نہیں صرف حسن ظن پر تقلیداً عمل کرتے ہیں۔ اور کرنا ... ضروری
... کیونکہ بغیر اسکے گزیر نہیں تو اسیطرح موئے مبارک و آثار شریفہ آنحضرت علیہ السلام کی تعظیم بھی
واجب ہے۔ تیقن کی ضرورت نہیں شہرت و نسبت کافی ہے ؎ مرا از زلف تو موئے بسند است
فضولی میکنم بوئے بسند است ؎ عاشقاں را چہ کار با تحقیق ؎ ہر کجا نام اوست قربانیم۔ **سوال**
قبروں پر قبہ و گنبد بنانا اور گچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ **جواب**۔ بیشک جائز
ہے۔ اگرچہ بعض نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن مقبول و مختار قول لاباس بہ ہے۔ یعنی بنانا جائز
... ناجائز نہیں ہے۔ فصل الخطاب میں ہے۔ فائدہ ... در حکم قبہ و بنا بر قبر و متعلقات آں بدانکہ
در جواز ... بنا بر قبر بین الفقہا اختلاف است و مختار لاباس بہ است قال صاحب تنویر الابصار
ولا یرفع علیہ بناء ای یحلی القبر وقیل لاباس بہ وہو المختار وقال صاحب الدر المختار شرح تنویر الابصار کما فی کراہیۃ
السراجیۃ و فی الطحطاوی فی حاشیۃ الدر قولہ وقیل لاباس بہ ینبغی تقیید الجواز علی ہذا القول بما اذا کان من مال حلال
ولم یقصد بہ الزینۃ والتفاخر والاقلامیۃ فی الحرمۃ کما یفعل الآن من بناء الاحجار الرخام المذہبۃ انتہی۔ و شیخ الہند
در شرح سفر السعادۃ می فرماید۔ اینچہ مصنف ذکر کردہ ای از عدم تعمیر بر مقابر و غیرہ حق است و احادیث صحیحہ

میں ہے :- قال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعة المال وقد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ۔ ہمارے علمائے شارحین حدیث نہی بناء علی القبور نے کہا ہے۔ کہ قبروں پر عمارت وقبہ وگنبد بنانے کی ممانعت حدیث میں اسلئے ہے کہ بے فائدہ مال ضائع نہ ہو۔

سلف نے مشائخ وعلماء مشہورین کی قبروں پر قبہ وگنبد بنانے کو مباح وجائز کہا ہے تاکہ لوگ انکی زیارت کریں۔ اور اس قبہ وگنبد میں بیٹھکر آرام پائیں۔ اور مشکات شریف باب البکاء علی المیت میں ہے عن البخاری تعلیقا قال لما مات الحسن بن الحسن بن علی ضربت امراتہ القبة علی قبرہ سنة۔ بخاری سے تعلیقا مروی ہے کہ جب حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہوئے تو انکی بیوی نے ایکسال تک حضرت حسن مثنیٰ کی قبر پر قبہ قائم کیا تھا۔ اسکی شرح مرقاۃ میں ہے کہ الظاہر انہ لاجتماع الاحباب للذکر والقراءة وحضور الاحباب للدعاء بالمغفرة والرحمة۔ حضرت حسن مثنیٰ کی قبر پر قبہ ایک سال تک قائم کرنے کا سبب ظاہر یہی ہے کہ ذکر وقراۃ قرآن ودعائے مغفرت ورحمت کے لئے احباب جمع ہوں اور ان کو آرام سے کسیطرح تکلیف نہ ہو۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قبروں پر گچ لگانا۔ قبہ وگنبد بنانا اسلام ومسلمین کی شان وشوکت کفار کے دلمیں قائم کرنے کیلئے۔ اور زائرین کو سردی وگرمی وبارش سے محفوظ رہنے اور اس کے سایہ میں بیٹھکر قرآن وذکر ودعائے مغفرت ورحمت کرنیکے زائد کیلئے جائز ومستحسن ہے :-

سوال - حدیث جابرؓ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو گچ اور چونہ کرنے اور کتابت کرنے اور پاؤں اور کفش سے روندنے کو منع فرمایا ہے - جیساکہ عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیہا وان توطاء رواہ الترمذی۔ اسطرح قبروں پر قبہ وگنبد وسایہ دار عمارت بنانیکی حدیث سے ممانعت ہے۔ پس ظاہر حدیث کے اعتبار سے گچ اور چونہ سے بنی ہوئی قبروں کو اور اسکی چاردیواری وقبہ وگنبد کو توڑنا اور گرا دینا واجب ہے یا نہیں۔ اور قبروں کو لیپنا اور گچ وگلابہ کرنا۔ اور قبر کی علامت ونشان معلوم ہونے کیلئے کتبہ لگانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب :- قرآن وحدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنا اہلسنت وجماعت کے محققین ومدققین کی شان وبرہان نہیں ہے بلکہ داؤد ظاہری کا طریقہ ہے وہ اور اسکے مانند اہل بدعت وہابیہ نجدیہ بغیر اتباع مجتہدین ظاہر الفاظ قرآن وحدیث پر عمل کرکے گمراہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی نے رسالہ نصرۃ الحنفیہ میں لکھا ہے۔ اما العمل بظواہر القرآن والاحادیث فلیس شان المحققین ولا برہان المدققین من اہل السنة وانما ہو طریق داؤد الظاہری وامثالہ من اہل البدعة انتہی۔ اگرچہ کہ ظاہر حدیث میں قبروں کو گچ وچونہ لگانے اور قبروں پر قبہ وگنبد وعمارت بنانے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن شارحین حدیث کی تشریح اور فقہاء کی تصریح سے ثابت ہوا کہ زینت وفخر ومباہات واسراف واضاعت مال سے عبث وبلافائدہ قبہ وگنبد بنانا اور

المحشی علی المنہج وعبارتہ و استثنیٰ قبور الانبیاء علیہم السلام والصحابۃ رضی اللہ عنہم والعلماء والاولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ فلا تحرم عمارتہا۔ ای فی المسبلۃ لانہ یحرم نبشہم والدفن فی محلہم بعد البناء تعظیما لہم واحیاء لزیارتہم ولا تغتر بما وقع لابن حجر کغیرہ فی ہذا المحل ای فی المسبلۃ لا فی المملوکۃ انتہیٰ حلبی۔ قال سیدی الشیخ العلامۃ طاہر بن الحبیب محمد بن ہاشم باعلوی مفہوم کلام الشیخ ابن حجر فی التحفۃ فی المسبلۃ یجوز وضع نحو صندوق علی القبر او فی حرمہ عند امن النبش وعند خوف النبش لا یجب ما یمنع منہ الی البلا او بعدہ من بناء اذ لا تضییق بسببہ حالا او مالا لامتناع النبش مطلقا ولا یجوز الاعتراض علیٰ واضع علیٰ قبر نحو عالم وولی والحاصل ماذکر فی التحفۃ وعند الحنفیۃ والمالکیۃ قریبا مما ذکرنا واما القبۃ فعلیٰ غیر نحو عالم وولی۔ فیحمل کما فی الاقناع للشربینی عن سیدنا عمر لما رأی قال نحوہا عنہ وغلوا بینہ وبین عملہ فیطلہ ای لانہ لا یقصد للزیارۃ بخلاف النبی والعالم والولی لانہ لم یامر بتنحیتہا عن الخلیل ابراہیم وغیرہ من الانبیاء لما فتح الشام وہی علیہم فافہم واللہ عالم فاذا تقرر ذلک کلام العلماء عرفت ضلال النجدی وبہتانہ العظیم با فتائہ بالکفر وہدمہ لقبابہم ونبش قبورہم بانہم عاملہ اللہ بعدلہ انتہیٰ۔ اگر سایہ مطلقاً ممنوع بودے بر قبور علماء و اولیاء جہاں و شیوخ طاعنان قبب و عمارات بنا نہ کردے۔ و در زمان تبع تابعین بر مزار امام الائمہ امام اعظم قبہ نساختے و سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبرؓ و عمر فاروق را حضرات صحابہ زیر سایہ نہ نہادے۔ درینجا غلو و تعصب طاعنان دیدنی است کہ نوبت بتضلیل صحابہ رسانیدہ بلکہ منکر اجماع صحابہ گردانیدہ است۔ نجاہم اللہ تعالیٰ عن التعصب والعناد وہداہم الی سبیل الرشاد۔ انتہیٰ مضمون فصل الخطاب :۔ تحریر مذکور کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ مذہب حنفی و حنبلی و شافعی و مالکی چاروں مذاہب میں انبیاء و اولیاء و علماء و مشائخ و عرفاء و صلحا کی قبروں پر قبہ و گنبد و سایہ دار عمارت کا بنانا جائز بلکہ مستحسن و باعث علو و رفعت شان اسلام و مسلمین ہے۔ اور دشمنان دین، کفار و مشرکین کو مرعوب و منقاد کرنیکا ذریعہ ہے :۔ ردالمحتار شرح درمختار مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲ میں ہے :۔ (لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات (جبکہ میت مشائخ و علماء و سادات سے ہو تو اسکی قبر پر قبہ و گنبد بنانا مکروہ نہیں ہے۔) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکٰوۃ المصابیح میں توربشتی سے عبارت ذیل (یحتمل الوجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراہا والاخری ان یضرب علیہا خباء ونحوہ وکلاھما منہی عنہ لعدم الفائدۃ فیہ) نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری نے کہا ہے۔ قلت فیستفاد منہ انہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتہا فلا یکون منہیۃ۔ توربشتی نے کہا کہ قبر پر بنا کی ممانعت جو حدیث میں ہے اس بنا سے دو قسم کی بناء کا احتمال ہوتا ہے ایک تو قبر پر پتھر یا اس کے قائم مقام چیز اینٹ وغیرہ سے عمارت بنائی جائے۔ دوسری قسم بنا کی یہ ہے کہ قبر پر خیمہ نصب کیا جائے۔ یہ دونوں قسم کی بناء میں جب کوئی فائدہ متصور نہیں ہے تو ممنوع ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ توربشتی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ قبروں پر عبث و بے فائدہ عمارت بنانا ممنوع ہے۔ اگر کسی فائدہ کیلئے قبہ و گنبد بنائیں تو منع نہیں ہے۔ یعنی اس قبہ و گنبد کے نیچے قرآن شریف پڑھنے والوں کے بیٹھنے کی غرض سے بنائیں تو منہی و ممنوع نہیں ہے اسی مرقاۃ المفاتیح

اسکے پاس ان بزرگوں کی کونسی عزت و توقیر ہوگی کہ اُسنے اُن کے قبور شریفہ کو کھود کر پھینکا یا جس سے اُن کے بدن و کفن ظاہر ہوگئے۔ جیسا کہ بعض علمائے نجد نے اپنے استفتاء میں ذکر کیا ہے۔ جسکو میرے پاس بھیجا کیا ہے۔ انتہی مختصراً۔ اسی کتاب میں ہے کہ شہدائے صحابہ مذکورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں کو اُن پر قبہ و گنبد ہونیکی سبب سے منہدم کرنا بڑی گمرہی و ضلالت عظیمہ ہے۔ اسی کتاب میں ہے کہ ابن عبد الوہاب یعنی شیخ نجدی نے اسطرح بیہودہ گوئی کی کہ اگر میں حجرۂ رسول (صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ) پر قدرت پاؤنگا تو اسکو بھی گرادونگا۔ نعوذ باللہ منہ۔ شان رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کسقدر گستاخی و بے ادبی کی ہے کہ سید القبور کے کھودنے و منہدم کردینے کا قاصد ارادہ بجز مفسد بے دین اسکے کوئی مسلمان ہرگز نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اسلام میں قبروں کے بنانے اور نشان باقی رکھنے کا حکم ثابت ہے۔ بزرگوں کے آثار قدیمہ و یادگاروں کی حفاظت مسلم و غیر مسلم سب لوگ زمانہ قدیم سے کرتے چلے آئے ہیں تاریخ عالم اسی آثار قدیمہ و اخبار و ویرینہ کے تحفظ و نقل و روایت کا نام ہے۔ کوئی صاحب عقل آثار قدیمہ و دیرینہ یادگاروں کے مٹانے اور فنا کرنے کو ہرگز جائز نہیں سمجھیگا۔ لارڈ کرزن نے آثار قدیمہ کی حفاظت کیلئے کیا کیا کوششیں کیں۔ اور سب متمدن اقوام نے اسی حفاظت آثار قدیمہ کیلئے کسقدر نمایاں کام کئے اور کئے جارہے ہیں وہ دنیا پر مخفی نہیں ہے۔ آثار قدیمہ سے مراد کتب پارینہ بھی ہیں عمارات دیرینہ بھی مساجد و معابد بھی ہیں۔ جامہائے بوسیدہ بھی اور سکہ ہائے قدیمہ بھی ہیں علاوہ ازیں کہ متبرک بھی جاتے ہوں یا نہیں۔ مدارس و مقدس افراد کے پنجاہ سالہ و صد سالہ و غیرہ جشن جوبلی منائے جاتے ہیں وہ بھی قیام یادگار میں داخل ہیں۔ اسکو چھوڑ دو کہ آجکل دنیا کس طرز و روش پر چل رہی ہے اور اس پر غور کرو کہ ادیان ماضیہ میں آثار قدیمہ کی حفاظت کیگئی یا نہیں اور ہماری شریعت ناسخہ اس امر میں کیا فتوے دیتی ہے۔ اور بحکم استفت قلبک مفتی قلب سے استفتاء کا جواب حل کرو کیا جواب دیتا ہے۔ اولیاء و انبیاء کے آثار قدیمہ اور صلحا کی یادگار کو متبرک سمجھنا اسکی حفاظت کرنی وہاں عمارتیں و مسجدیں تعمیر کروانیکا اگلی امتوں میں طریقہ جاری تھا۔ یا نہیں اور مسلمانوں کا اسپر عملدرآمد رہا ہے یا نہیں۔ ادلۂ اربعہ قرآن۔ و حدیث۔ و اجماع۔ و قیاس سے ان امور کا جواز و استحباب ثابت ہے یا نہیں۔ اور ایسی یادگاروں کا توڑنا اور مسمار کرنا وحشت و بربریت ہے یا نہیں۔ بنظر غور دیکھو تو ان تمام سوالات کا جواب اثبات میں ملیگا۔ نفی میں نہیں۔ فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء و الصواب کے صفحہ ۱۱ فائدہ دوم ورد تبرک میں ہے۔ قال صاحب الجلالین فی تفسیر سورۃ البقرۃ۔ (و قال لھم نبیھم) لما طلبوا منہ آیۃ علی ملکہ (ان آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت) الصندوق وکان فیہ صور الانبیاء انزلہ اللہ تعالیٰ علی آدم و استمر الیھم فغلبتھم العمالقۃ علیہ و اخذوہ وکانوا یستفتحون بہ علی عدوھم و یقدمونہ فی القتال و یسکنون الیہ کما قال تعالیٰ (فیہ سکینۃ) طمانینۃ لقلوبکم (من ربکم و بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و آل ھارون) ای ترکاہ و نعلا موسیٰ و عصاہ و عمامۃ ھارون و قفیز من المن الذی کان ینزل علیھم و رضاض الالواح (تحملہ الملئکۃ) حال من فاعل یاتیکم (ان فی ذالک لآیۃ لکم) علی ملکہ (ان کنتم مؤمنین)۔ سورہ بقرہ کی تفسیر میں صاحب جلالین نے کہا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے

قبروں کو چونا و گچ لگانا مکروہ ہے ۔ اور قرآن پڑھنے والوں کے بیٹھنے اور زائرین کی راحت و آرام کے فائدہ
کے لئے بنانا جائز بلکہ مستحسن ہے ۔ جیسا کہ سابقاً درمختار و ردالمحتار و مطالب المومنین و شرح سفر السعادۃ
و رسالہ عقد [illegible] والسر و مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح سے مفصل و مدلل ثابت کر دیا گیا
تو پھر بدوں سے قبہ و گنبدوں کو توڑنا اور گرا دینا واجب تو کیا جائز بھی نہیں ۔ بلکہ مستوجب حرام ہے کیونکہ
قبہ و گنبد بنانے کی ممانعت صرف بے فائدہ ہونیکی صورت میں ہے ۔ اور فائدہ کیلئے بنانا جائز تو پھر توڑنا
اور گرانا ہرگز جائز نہیں ۔ ابن عبدالوہاب شیخ نجدی نے مومنین کو گمراہ کیا اور جس شہر میں قبہ و گنبد ہو
وہاں کے سب مسلمانوں پر کافر ہونیکا فتوی دیا ۔ قبہ و گنبد کو صنم و بت کہا ۔ اکابر صحابہ کے گنبدوں کو
توڑ دیا اور گرا دیا ۔ اسکے اس فعل بد کو جو اچھا سمجھے وہ خود گمراہ ہے ۔ کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب
ملک شام کو فتح کیا تو حضرت ابراہیم و دیگر انبیاء علیہم السلام کے قبوں و گنبدوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے منہدم نہیں کیا ۔ اگر قبوں و گنبدوں کو گرا دینا سنت نبوی تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس لئے
اتباع سنت نہ کی ۔ شاید شیخ نجدی اپنے آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ عاقل و متبع سنت سمجھتا ہو
نعوذ باللہ منہ ۔ علامہ احمد بن علی بصری نے فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب میں لکھا ہے ۔
قال بعضهم و كان المبني عليه مشهورا بالعلم والصلاح او كان صحابيا او كان
المبني عليه قبة فكان البناء على قدر القبة فقط فينبغي ان لا يهدم لمصلحة
تبقيه و ان اندرس اذا علمت هذا فهدم البناء على قبورهم لا سيما الشهداء او
الصحابة رضي الله تعالى عنهم لا يخلوا اما ان يكون واجبا او جائزا بغير كراهة و على كل
حال فلا يجترئ على الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاك حرمة اصحاب
رسول الله صلى الله عليه و على آله واصحابه وسلم الواجب على كل مسلم محبتهم ومن لوازم محبتهم وجوب
توقيرهم اي توقيرهم عند من هدم قبورهم حتى يدل [illegible] و آذاهم
كما ذكر بعض علماء نجد في سوال ارسله الى [illegible] انتهى مختصرا اور اسی میں ہے اقول فهدم
قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم ضلالة اى ضلالة
عظيمة انتهى مختصرا ۔ اور اسی میں ہے منها انه صح انه يقول يا اقبلوا على حجرة الرسول
صلى الله تعالى عليه و على آله و اصحابه وسلم لو لم [illegible] انتهى ۔ حاصل یہ کہ علماء نے کہا کہ جسکی قبر
پر قبہ و گنبد بنایا جائے وہ [illegible] عالم و صالح و مشہور ہو ۔ یا صحابی ہو تو گنبد و قبہ نہیں گرانا چاہئے کیونکہ
[illegible] ہو چکا ہو [illegible] کھودنا حرام ہے ۔ جب تجھکو یہ معلوم ہوا تو ان شہداء و
صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبروں پر گنبد و قبہ بنانا یا تو واجب ہے یا بلا کراہت جائز ہے ۔ ہر حال میں قبہ و گنبد
کے گرانے پر جرات گمراہ و بدعتی شخص کے کوئی اچھا شخص پیشقدمی نہیں کریگا ۔ کیونکہ اس گرانے میں اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک حرمت لازم ہوتی ہے ۔ ہر مسلمان پر اصحاب رسول کی محبت واجب
ہے ۔ لوازم محبت سے یہ بات ہے کہ انکی عزت و توقیر بھی واجب ہے ۔ جو شخص انکے قبروں کو منہدم کریگا تو

دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تابوت طالوت کے پاس نزول کیا۔ یہ مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کا قول ہے۔ اور اربابِ اخبار نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر تابوت کو نازل کیا تھا
جس میں تماثیل و تصاویر انبیاء کی تھے۔ اور وہ شمشاد کی لکڑی کا تھا۔ تا وفات آدم علیہ السلام کے پاس رہا
پھر ان کے بعد یکے بعد دیگرے اولادِ آدم وارث ہوتے رہے یہاں تک کہ یعقوب علیہ السلام کی طرف پہنچا جو بنی اسرائیل
کے دستِ تصرف میں رہا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو پہنچا۔ وفات تک موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھا۔ موسیٰ
علیہ السلام اوس میں توراۃ اور اپنا سامان رکھتے تھے۔ اور وقتِ جہاد تبرکاً اسکو سامنے رکھتے تھے جس سے
دل خوفِ جہاد سے تسکین و اطمینان پاتے تھے۔ پھر بنی اسرائیل یکے بعد دیگرے اس پر قابض رہے
کسی بات میں باہم جھگڑتے تو تابوت کی طرف بقصد رجوع کرتے۔ وہ ان سے کلام کر کے ان میں فیصلہ کر دیتا
تھا۔ اور جنگ میں تابوت کو اپنے سامنے رکھتے اسکی برکت سے اپنے دشمن پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے ملائکہ
تابوت کو اٹھا کے اوپر اٹھا لیتے تھے۔ اور بنی اسرائیل دشمن سے جنگ کرتے۔ جب تابوت سے چیخ و آواز کو
سنتے تو اپنی فتح و نصرت کا یقین کرتے تھے جب وہ خدا کی نافرمانی و فساد کرنے لگے تو خدا نے انکے سر پر قوم
عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ بنی اسرائیل پر غالب ہو کر تابوت کو ان سے چھین لیا۔ اور بول و براز کی جگہ میں
اوس کو بے حرمتی سے رکھا تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ بنانا چاہا۔ عمالقہ پر تابوت کی بے حرمتی کرنے
کے سبب ان پر بلا نازل کی یہاں تک کہ جو تابوت کے پاس پیشاب کرتے تھے وہ بواسیر میں مبتلا ہو گئے۔
اور ان کے پانچ شہر ویران ہو گئے تب کفار نے سمجھا کہ تابوت کی بے حرمتی و اہانت کرنے کے سبب سے
ہم پر بلا نازل ہوئی ہے۔ پس تابوت کو وہاں سے نکال کر گاڑی پر رکھ کر دو بیل گاڑی کو ہانکے بیل چلنے لگے
اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو ان پر مقرر کیا۔ وہ بیلوں کو ہانکتے ہوئے منزلِ طالوت تک پہنچائے۔ بنی اسرائیل
نے طالوت کے بادشاہ ہونے پر اپنے پیغمبر سے دلیل طلب کی تو پیغمبر سموئیل نے کہا کہ طالوت کے بادشاہ
ہونے کی نشانی یہ ہے کہ طالوت کے گھر میں تابوت آئیگا۔ جب انہوں نے طالوت کے پاس تابوت کو
پایا تو اوس کے بادشاہ ہونے کا یقین کیا۔ پس اس تمام بیان سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ
ادیانِ سابقہ میں آثارِ قدیمہ کی حفاظت و عزت کیگئی۔ بنی اسرائیل کو تابوت کے احترام کی وجہ سے
فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔ اور ان آثارِ قدیمہ و یادگارِ متبرکہ کی بے حرمتی کرنیوالوں پر قہر و بلا نازل
ہوئی۔ ان کے شہر تباہ و ویران ہو گئے۔ اسیطرح یعقوب علیہ السلام جب اپنے فرزند یوسف علیہ السلام
کی جدائی میں روتے روتے نابینا ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا پیرہن (جو دراصل حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا پیرہن تھا۔ جب آتشِ نمرود میں ڈالے گئے تو اوس کو پہنے ہوئے تھے اور وہ جنتی
پیرہن تھا۔) بحکم جبرئیلؑ یعقوب علیہ السلام کے پاس روانہ کیا تو اوس کو یعقوب علیہ السلام کے منہ پر
ڈالنے سے وہ بینا ہو گئے۔ صاحبِ جلالین نے تفسیر سورۂ یوسف میں فرمایا ہے۔ (اذہبوا بقمیصی ہذا)
وهو قميص ابراهيم الذي لبسه حين القي في النار كان في عنقه في الجب وهو من الجنة. امره جبرئيل بارساله
وقال ان فيه ريحها ولا يلقى على مبتلى الا عوفي۔ (فالقوه على وجه ابي يات) يعد (بصيرا) وقال ايضا

معترفین بالعبادۃ و الصلوٰۃ۔ یہ قول (لنتخذن علیهم مسجدا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مسجد بنانیوالے مسلمان عارف باللہ اور عبادت و صلاۃ کے معترف تھے۔ نیز اسی صفحہ ۹۸۹ میں ہے (لنتخذن علیهم مسجدا) نعبد اللہ فیہ ونستبقی آثار اصحاب الکہف بسبب ذلک المسجد۔ اصحاب کہف کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر ہم اسمیں عبادت کرینگے۔ اور اس مسجد کے سبب سے اصحاب کہف کے آثار اور یادگار باقی رکھینگے۔ روز روشن کیطرح ثابت ہوا کہ اصحاب کہف کے آثار و یادگار باقی رکھنے کیلئے ہی ان عارفین باللہ مسلمانوں نے مسجد بنائی تھی ہم مسلمانوں کے لئے یہ دلائل کافی ہیں۔ اور کوئی آیت و حدیث یا فقہی و قیاسی دلیل بھی اس بقائے یادگار وحفاظت یادگار قدیمہ و تبرک بآثار صالحین کے حرام و ممنوع ہونے پر ثابت نہیں ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ بلکہ علامہ شہاب خفاجی نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں (لنتخذن علیهم مسجدا) سے استدلال بیان کیا ہے وکونہ مسجدا یدل علی جواز البناء علی قبور الصلحاء ونحوھم کما اشار الیہ فی الکشاف وجواز الصلاۃ فی ذالک البناء :۔ باب کہف پر مسجد کا ہونا صلحا وغیرہم کے قبور پر عمارات تعمیر کرنے اور اسمیں اوائی نماز کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر کشاف میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے :۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ باب کہف پر مسجد بنانے سے قبور صالحین پر عمارت و قبہ و گنبد و حجرہ چار دیواری کا بنانا ثابت نہیں ہو سکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک و شبہ ثابت ہوتا ہے اسطرح پر کہ قبور صالحین کے قرب و جوار و اردگرد کی خالی زمین پر (جہاں کوئی قبر نہ ہو بحکم جعلت لی الارض کلها مسجدا۔) سجدہ کرنا و نماز پڑھنا جائز ہے تو اگر کوئی شخص بزرگوں سے برکت حاصل کرنے کیلئے انکی قبروں کے پاس نماز پڑھنے و قرآن پڑھنے و اصحاب قبور سے فیض حاصل کرنے اور زیارت کرنیوالوں کی راحت و آسایش کیلئے قبہ و گنبد و الاحجرہ تعمیر کرے تو یہ بھی صحابہ کہف کی مسجد کیطرح جائز و مستحسن ہوگا۔ کسی دلیل سے حرمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ لعن اللہ الیہود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد۔ جو طرق مختلفہ سے مروی ہے دراصل صرف ایک حدیث ہے اسکی عبارۃ النص سے یہود و نصاریٰ کے فعل کی حکایت ثابت ہوتی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کو مساجد سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ دلالۃ النص و قیاس جلی سے ہی مسلمانوں کو بھی قبور انبیاء کو مساجد سجدہ گاہ بنانیکی ممانعت کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے صریح حکم نہیں ہے کہ تم ایسا نہ کرو۔ درصورت تسلیم قبروں کو مساجد سجدہ گاہ بنانیکی ممانعت ثابت ہوتی۔ قبروں کے پاس مساجد بنانیکی ممانعت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ نفس قبر کو مسجد سجدہ گاہ بنانے اور قبر کے پاس مسجد بنانے میں بڑا فرق ہے۔ قبروں کے پاس مسجد بنانیکا جواز و استحسان قرآن شریف (لنتخذن علیهم مسجدا) سے ثابت ہے۔ اسکی تردید و نسخ کسی آیت قرآنی سے تو کیا کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں۔ بفرض محال اگر کوئی حدیث سے قبروں کے پاس قرب و جوار میں مسجد بنانیکی ممانعت بھی ثابت ہو جائے تو بحکم حدیث (کلامی لا ینسخ کلام اللہ و کلام اللہ ینسخ کلامی۔ میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے) جبکہ قبور صالحین کے قرب و جوار میں مسجد بنانا قرآن سے ثابت ہے تو کلام اللہ ناسخ اور کلام رسول منسوخ سمجھا جائیگا۔ اور جب قرآن کا مقابلہ حدیث متواتر بھی نہیں کر سکتی تو کسی مفسر و محدث کا محض قول غیر محقق قرآنی حکم کو ہرگز منسوخ نہیں کر سکتا۔ پس حدیث مذکورہ

(فلما ان جاء البشیر) یہودا بالقمیص وکان قد حمل قمیص الدم فاحب ان یفرحہ کما احزنہ (القاہ) - کی
طرح القمیص (علی وجہہ فارتد بصیرا) ۔ اس سے بھی آثار قدیمہ کی حفاظت و احترام و تبرکات انبیاء و اولیاء
سے برکت حاصل کرنیکا ثبوت واضح ہوتا ہے ۔ تفسیر مہائمی میں سورۂ کہف کی آیت ذیل کی تفسیر اسطرح مرقوم
ہے (اذ یتنازعون بینہم امرہم) فیقول المسلمون انہم مسلمون نبنی علیہم مسجدا وقال الکفار انہم اولاد الکفار
ولیثبت اسلامہم (فقالوا ابنوا علیہم بنیانا) صومعۃ او کنیسۃ لکن قطع اللہ ذالک النزاع ایضا بتغلیب المؤمنین
اذ (ربہم اعلم بہم) ای فغلب بالحجۃ والقدرۃ من علم الاطلاع علی حقیقۃ امرہم حتی (قال الذین غلبوا علی امرہم)
بالحجۃ والقدرۃ (لنتخذن) علی رغم المشرکین (علیہم مسجدا) نصلی فیہ ونتبرک بہم ۔ اصحاب کہف کے بارہ میں
مسلمان اور کفار جھگڑنے لگے ۔ مسلمان کہتے تھے کہ اصحاب کہف مسلمان ہیں ہم ان پر مسجد بناوینگے ۔ کفار نے کہا کہ
اصحاب کہف اولاد کفار ہیں ان کا مسلمان ہونا ثابت نہ ہوا اسلئے وہ آپس میں کہنے لگے کہ صومعہ یا کنیسہ بناؤ ۔ خدا نے مسلمانوں کو
کفار پر غالب بنا کر اس نزاع کو قطع کردیا کیونکہ اصحاب کہف کا رب ان کو زیادہ جانتا ہے پس حجت و قدرت
کیساتھ ان پر غالب کردیا جو اصحاب کہف کی حقیقت حال خدا کے مطلع ہونیکا یقین رکھتے تھے حجت و قدرت
کیساتھ اپنے کام میں جو غالب تھے یعنی مسلمانوں نے کہا کہ مشرکین کے خلاف میں ہم اصحاب کہف کے قرب وجوار
میں مسجد بنا کر اسمیں نماز پڑھینگے اور اصحاب کہف سے برکت و تبرک حاصل کرینگے ۔ تفسیر مدارک میں ہے (لنتخذن
علیہم) علی باب الکہف (مسجدا) یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانہم ۔ ہم باب کہف پر مسجد بنائینگے تاکہ اسمیں
مسلمان نماز پڑھیں ۔ اور اصحاب کہف سے تبرک حاصل کریں ۔ تفسیر روح البیان جلد سوم میں ہے (لنتخذن
علیہم مسجدا) ای لنبنین علی باب کہفہم مسجدا یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانہم ۔ ہم اصحاب کہف کے دروازہ پر
مسجد بنائینگے تاکہ اسمیں مسلمان نماز پڑھیں اور اصحاب کہف کے مکان سے تبرک حاصل کریں ۔ تفسیر روح المعانی
جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۳ میں ہے ۔ والمذکور فی القصۃ ان الملک جعل علی باب الکہف مسجدا وجعل لہ فی کل سنۃ
عیدا عظیما ۔ قصہ اصحاب کہف میں یہہ مذکور ہے کہ باب کہف پر بادشاہ نے مسجد بنائی ۔ اور ہر سال میں اسکی
عید عظیم منائی ۔ ان تفسیروں سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ آثار قدیمہ کی حفاظت و احترام اور بزرگوں کی
یادگار قائم و باقی رکھنا ۔ اور ان کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر اسمیں نماز ادا کرنا اور ان بزرگوں کے مکانات
و مرقد سے تبرک حاصل کرنا ادیان سابقہ میں موجود تھا جسکا ذکر قرآن شریف میں بلا تردید بتفصیل موجود ہے
ہر سال میں اس یادگار کی عید عظیم منانیکا طریقہ بھی قدیم سے جاری ہے ۔ ہمارے زمانہ کی اصطلاح میں فاتحہ
سالانہ یا عرس شریف سے موسوم ہے جسمیں بزرگوں کی یادگار و ثواب رسانی مقصود ہے ۔ آیت تابوت و
پیراہن یوسفی ۔ و مسجد اصحاب کہف کا بیان و تفسیر مذکور ہم مسلمانان امت محمدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیلئے بھی
قیام یادگار بزرگان دین و حفاظت آثار قدیمہ و تبرک بآثار صالحین کے استحسان و استحباب پر حجت و سند ہے
کیونکہ اصحاب کہف کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر ہر سال اسکی عید عظیم منانیوالے مسلمان عارف باللہ
عبادت و صلاۃ کے معترف تھے ۔ جیساکہ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر
جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۹ میں فرمایا ہے ۔ ہذا القول یدل علی ان اولئک القوم کانوا عارفین باللہ

لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد) کا زیادہ سے زیادہ اگر مطلب ہے تو یہی مطلب ہے کہ نفس قبر کو سجدہ کرنا ممنوع ہے۔ قبروں کے قرب وجوار میں مسجد بنانا ممنوع نہیں ثابت ہو سکتا تو پھر قبروں پر قبہ وگنبد وسقف وسایہ دار عمارت چوکھنڈی وحجرہ بنانیکی حرمت وممانعت حدیث مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حدیث مذکورہ میں قبہ وگنبد وحجرہ بناء علی القبور کا کہیں مطلقاً ذکر ہی نہیں۔ تو پھر حرمت وممانعت کے اثبات کا دعویٰ بے دلیل ہے قبر پر قبہ وگنبد وحجرہ بنانیکی حرمت پھر آئیے اور حدیث فرما سے پیش کیجاتی ہے (عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ رواہ مسلم) جابر سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو گچ سے پختہ کرنے اور اوپر تعمیر کرنے اور قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے تین امر کی نہی مفہوم ہوتی ہے۔ (۱) قبر کو گچ سے پختہ ومضبوط کرنا۔ (۲) نفس قبر پر تعمیر کرنی۔ (۳) نفس قبر پر بیٹھنا۔ اولاً یہ عرض ہے کہ لفظ نہی سے حرمت ہی مخصوص ومقصود نہیں ہو سکتی بلکہ بعض خلاف اولیٰ وخلاف افضل کاموں کو بھی لفظ نہی سے روکا گیا ہے۔ جیسا کہ نہی عن تشیید البناء) مکانات وعمارات کو مضبوط ومحکم کرنے سے منع فرمایا ہے اسیطرح ہر روز کنگھی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کیا یہ اور حرام ناجائز ہو جائینگے۔ ہرگز نہیں بلکہ تنزیہی وخلاف اولیٰ ومکروہ عادی ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی سیرت وعادات کے اعتبار سے استحکام دنیا کو اچھا نہ سمجھا۔ اور زینت ولذات دنیوی میں انہماک ہونے سے روکا۔ اور جسطرح زندوں کے مکانات وعمارات کو مستحکم ومضبوط بنانے سے منع فرمایا ہے اسیطرح مردوں کے مکانات وحجرات یعنی قبروں کو پختہ بنانے سے بھی بطور خلاف اولیٰ منع فرمایا نہ یہ کہ حرام قطعی فرمایا۔ ورنہ جسطرح پختہ قبروں کو توڑ دینا واجب ہوا ہے۔ اسیطرح سے مضبوط مکانات وعمارات ومساجد کو بھی توڑ کر پھینک دینا چاہئے۔ کیونکہ نہی ان یجصص القبر سے قبر کو پختہ بنانا ممنوع بتلایا جاتا ہے۔ اسیطرح نہی عن تشیید البناء سے مکانات وعمارات کو پختہ بنانا ممنوع ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ قبروں کو توڑنیکی وحشت وبربریت وخبط وجنون پیدا ہوا۔ اور پختہ عمارات ومکانات کو توڑنے سے باز رہے۔

اگر کوئی ابو الہیاج اسدی کی روایت (عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ۔ ابو الہیاج اسدی نے کہا کہ مجھ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھکو ایسے کام پر روانہ کروں جس کام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو روانہ فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ کسی تصویر کو بغیر مٹائے نہ چھوڑے اور کسی بلند قبر کو نہ چھوڑے مگر اسکو برابر کردے۔) کو سند وحجت گردان کر پیش کرے کہ اس حدیث میں بلند قبر کو برابر کر دینے یعنی توڑنیکا حکم ثابت ہے۔ اسلئے پختہ قبروں کو توڑنا واجب ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن قبروں کو برابر کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور کس چیز کے برابر کرنیکا حکم کیا تھا۔ اور برابر کرنیکی علت کیا تھی۔ عبادت وپرستش تھی۔ یا اور کیا وجہ تھی۔ جبکہ اس حدیث میں کسی امر کی تصریح وتعیین ہی نہیں ہے۔ اور بہت ساری صحیح حدیثوں کے خلاف بھی ہو تو یہ حدیث قابل حجت وسند نہیں ہے۔ محتمل ہے کہ کفار یہود ونصاریٰ کی قبروں کو برابر کرنیکا حکم ہوا ہو اسلئے کہ اسوقت کفار کے قبور ہی زیادہ تھے۔ علاوہ ازیں جب کسی مسلمان کی

قبر پر قبہ بنایا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (مات الحکم بن ابی العاص فی خلافۃ عثمانؓ فضرب علی قبرہ فسطاط فی یوم صائف۔ فتکلم الناس فی ذالک فقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد ضرب فی عہد عمر علی زینب بنت جحش فسطاط فھل رأیتم عائبا عاب ذالک (اصابہ) حضرت عثمانؓ کی خلافت میں حکم بن عاص فوت ہوئے انکی قبر پر قبہ بنایا گیا۔ گرمی کے موسم میں۔ لوگوں نے اسمیں کلام کیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ عمرؓ کے زمانہ میں زینب بنت جحش کی قبر پر قبہ بنایا گیا تو کیا تم نے کسی کو اس فعل پر عیب چینی کرتے دیکھا۔ پس قبہ بنانے اور قبر پر شامیانہ کھڑا کرنے کے جواز و استحسان میں کسی مسلمان منصف کو انکار کی مجال نہیں ہے اور نہ قبر کے قرب وجوار خالی جگہ میں مسجد بنانے کی ممانعت ہے۔ آیت قرآنی (لنتخذن علیہم مسجدا) سے اسکا جواز و استحسان ثابت ہوا۔ اسکے علاوہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے راستہ میں متعدد ایسے مسجدوں کا موجود ہونا ثابت ہے کہ جن کے پاس قبریں موجود ہیں۔ بخاری صفحہ ۔۔ میں ہے عند المسجد قبران او ثلثۃ مسجد کے پاس دو یا تین قبریں اور علی القبور رضم من حجارۃ۔ قبروں پر بڑے پتھروں کا ڈھیر تھا۔ بخاری صفحہ ۔۔ جبکہ خیر القرون ہی میں قبروں کے پاس مسجدیں بنائی گئی تھیں تو پھر اسکے جائز ہونے میں کیا کلام ہے اور جبکہ قبور صالحین کے قرب وجوار میں بنا و بیادگار مسجد بنا کر اسمیں نماز پڑھنا۔ اور ان قبور صالحین سے برکت و تبرک حاصل کرنا شرعاً جائز ہے ہرگز ممنوع نہیں ہے تو قبور صالحین کا آثار متبرکہ و یادگار قدیمہ ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا کیونکہ جب ان قبور صالحین سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے مسجد بنوائی جاتی ہے تو مقامات متبرکہ وہی قبور صالحین ہیں۔ پھر انکے ارد گرد کی عمارتیں و مسجدیں ان کی آثار ہی جاوینگی۔ علاوہ ازیں جبکہ غیر متبرک عمارتیں مکانات و قلعے و مسجدیں اور منارات آثار قدیمہ اور یادگار دیرینہ سمجھے جاویں تو وہ قبور و مزارات جنمیں انبیاء و اولیاء و صلحاء (جیسے بحکم صدور الابرار قبور الاسرار۔ اسرار الٰہی کے قبور ہیں) آسودہ و آرام فرما ہیں بیشک و بے شبہ قطعاً و یقیناً مذہبی آثار متبرکہ و یادگار قدیمہ ہیں جو فیض رسان عالم ہیں جنکی تعظیم زندوں پر اسیطرح واجب ہے جیسی ان کی دنیوی زندگی میں تعظیم کیجاتی تھی دیکھو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مسقف چار دیواری میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ ——

افضی العبد اولٰہ فی الذی سالنہ و فیما العفاف و فیہ اجود الکرم۔ اگر نبی ان جنبی علیہ کا یہ مقصود ہوتا کہ قبر پر کسیطرح کی بھی تعمیر حرام و ممنوع ہے تو پھر ہمارے سرکار فداہ روحی والی و امی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے باجماع و اتفاق سایہ دار چھت والی حجرہ میں کیسلئے دفن کیا اگر یہ جواب دیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ جہاں آپکا وصال ہوا اسی جگہ دفن ضروری تھا پس ہم بھی یہ جواب عرض کرینگے کہ اللہ پاک کو بھی یہی پسند و مرغوب تھا کہ سایہ دار چھت والے حجرہ میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقد و آرامگاہ بنائے اسی لئے اس حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں قبض روح شریف ہوا اگر سایہ دار عمارت حجرہ میں تدفین ناجائز و ممنوع ہوتی تو ایسے ناجائز مقام میں قبض روح نہ ہوتا۔ نہ وہ حجرہ مرقد و آرامگاہ بنایا جاتا۔ اگر انبیاء کی خصوصیت ہوتی کہ سایہ دار حجرہ و عمارت میں غیر نبی کی تدفین ممنوع ہوتی تو حضرت ابوبکر و عمر

حکم ہوا تھا کہ مسلمانوں کی قبر نہ کھودو۔ خود آنحضرت علیہ السلام کا عثمان بن مظعون کی قبر پر پتھر لا کر رکھنا اور اعلم بہا
قبر اخی فرمانا۔ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ مسلمانوں کی قبریں باقی رکھی جائیں۔ اور مسلمانوں کی قبروں کو
کھودنا اور توڑنا حرام ہے (عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبر۔)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو۔ اس حدیث پر عمل اسوقت تک ممکن نہیں جبتک کہ
قبر زمین سے بلند بنی ہوئی نمایاں طور پر ظاہر نہ ہو۔ ان تمام احادیث صحیحہ سے زمین پر قبر کا نمایاں طور پر بلند و معلوم
و ممتاز و معروف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان حدیثوں کے خلاف میں ابو الہیاج کی روایت ہرگز قابلِ اعتبار نہیں
الا سویتہ سے یہود و مشرکین کی قبروں کو برابر کرنا مراد ہے اور مسلمانوں کی قبروں کو توڑنا اور کھودنا حرام
ہے:۔ پس حدیثِ جابر میں نہی ان یجصص القبر سے قبر کو پختہ بنانیکی حرمت و ممانعت بھی منسوخ ہے یہ استحکام
قبور کی ممانعت اسوقت تھی جبکہ قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا۔ پھر ممانعت زیارت قبور منسوخ ہو کر زیارت
قبور کی اجازت دیگئی تو استحکام قبور کی اجازت بھی دیگئی:۔ حدیث جابر میں نہی ان یبنی علیہ و ان یقعد
علیہ جو وارد ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نفس قبر پر یہود و نصاریٰ کیطرح مثل لاٹ عمارت
بنانیکو منع فرمایا۔ اور نفس قبر پر بیٹھنے کو منع فرمایا۔ نفس قبر مراد لینے کی اسلئے ضرورت ہے کہ علیہ میں علی کا
حقیقی معنی علو و فوق و اوپر ہے۔ اور علی کا مجازی معنی عند ہے۔ یہاں ہر دو علیہ میں حقیقی معنی بن سکتا
ہے اسطرح پر کہ یہود و نصاریٰ کی قبروں کے مانند بلند عمارت جسکو لاٹ کہتے ہیں نفس قبر پر بنانا ممنوع ہے
اسیطرح نفس قبر پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے۔ اگر علی کا مجازی معنی عند مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ قبر کے
نزدیک اطراف و بازو عمارت بنانی ممنوع ہے۔ اور قبر کے نزدیک اطراف و بازو بیٹھنا بھی ممنوع ہے
حالانکہ قبر کے نزدیک بیٹھنے کی ہرگز ممانعت نہیں ہے بلکہ نفس قبر پر بیٹھنا ممنوع ہے۔ اسیطرح نفس قبر پر عمارت
بنانی بھی ممنوع ہے:۔ یہ قاعدہ ہے کہ جبتک حقیقی معنی بن سکے مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔ اور جمع بین
الحقیقۃ والمجاز بھی جائز نہیں محال ہے۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ پہلے جملہ ان یبنی علیہ میں علی کا مجازی
معنی عند مراد ہو اور دوسرے جملہ وان یقعد علیہ میں علی کا حقیقی معنے علو و فوق مراد ہو۔ اسلئے کہ جملہ
اولیٰ معطوف علیہ اور جملہ ثانیہ معطوف ہے معطوف علیہ میں مجازی معنے عند اور معطوف میں حقیقی معنے
علو نفس قبر مراد سے معطوف علیہ اور معطوف میں حقیقت اور مجاز کا اجتماع اور اختلاف و تغیر معنی لازم آئیگا
حاصل یہ کہ نفس قبر پر بنا و تعمیر اور نفس قبر پر بیٹھنا ممنوع ہے۔ اور قبر کے ارد گرد اطراف میں عمارت و چوکھنڈی
و حجرہ و قبہ و گنبد بنانیکی حرمت پر نہ آیت قرآنی دلالت کرتی ہے نہ کوئی حدیث۔ من ادعی فعلیہ البیان۔
قبر پر قبہ بنانیکا ثبوت:۔ جب قبر پر قبہ بنانیکی حرمت نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے اور
بقاعدہ اصول در اصل ہر شئے مباح ہے۔ اور خود صحابہ کرام نے قبہ بنایا ہے جیسا کہ (ضرب عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ علی قبر زینب بنت جحش۔) زینب بنت جحش کی قبر پر حضرت عمرؓ نے قبہ بنایا۔ (ضرب
محمد بن الحنفیۃ علی قبر ابن عباسؓ) حضرت علیؓ کے فرزند محمد بن حنفیہؓ نے ابن عباسؓ کی قبر پر قبہ
بنایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔ (ضربت عائشۃ علی قبر اخیہا۔) حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی کی

انکی زیارت کریں اور اوسمیں بیٹھکر راحت پاویں۔ ابو حنیفہؒ و شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ و علامہ عبد الغنی
نابلسی دمشقیؒ و ملا حقی آفندی حنفی صاحب تفسیر روح البیان علامہ حصکفی کا یہی مسلک ہے۔ اور جامع الفتاوےٰ
سے احکام میں منقول ہے اور کہا گیا ہے کہ قبر پر قبہ و گنبد تعمیر کرنا مکروہ نہیں۔ جبکہ صاحب قبر مشائخ و
علماء و سادات سے ہو۔ فی الاحکام عن جامع الفتاوے وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ
والعلماء والسادات۔ بعض فقہا کی عبارتوں میں قبروں پر بناء و تعمیر کی بظاہر کراہت معلوم ہوتی ہے
اس مکروہ بناء سے وہی مراد ہے جو نفس قبر پر یہود و نصاریٰ کی قبروں کی طرح لاٹ و سفط و تابوت
بنایا جائے جیسا کہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ لا یرفع علیہ البناء قالوا اراد بہ السفط الذی فی دیارنا
علی القبور۔ (قبر پر بناء و تعمیر بلند نہ کیجائے۔ فقہا نے کہا کہ اس سے سفط مراد ہے جو ہمارے ملک میں
قبروں پر بلند اٹھایا جاتا ہے۔) اور کرہ ابو حنیفۃ البناء علی القبر و ان یعلم بعلامۃ قالوا اراد بالبناء السفط
الذی علی القبر فی دیارنا۔ (مفید المستفیدین عن المحیط) ویستعار للتابوت الصغیر (المغرب فی تفسیر لفظ
السفط) ابو حنیفہؒ نے قبر پر بناء تعمیر کو مکروہ سمجھا ہے۔ اور علامت کو فقہا نے کہا ہے کہ جس بناء کو مکروہ سمجھا ہے
اس بناء سے سفط مراد ہے جو ہمارے ملک میں قبروں پر ہوتا ہے سفط چھوٹے تابوت کیلئے مستعار لفظ مستعمل
ہے جیسا کہ لفظ سفط کی تفسیر مغرب میں مرقوم ہے۔ پس فقہا کی عبارتوں میں قبر پر تعمیر و بناء مکروہ جو
کہا گیا ہے اس سے قبر پر سفط یعنی تابوت صغیر و نفس قبر پر لاٹ بنانا مکروہ مراد ہے۔ لیکن قبر کے ارد گرد
سے چار دیواری بنا کر قبر پر سایہ وار عمارت و قبہ و گنبد بنانا مکروہ نہیں ہے۔ چاروں مذاہب کے علماء
کے پاس قبر پر گنبد و قبہ بنانا جائز و مستحسن ہے کسی کتاب فقہ میں قبر پر قبہ و گنبد بنانیکی حرمت یا مکروہ
تحریمی ہونا مصرح نہیں ہے صرف فضول و بیفائدہ مال اسراف و ضائع کرنیکی ممانعت ہے زائرین و قاریان
قرآن اسمیں بیٹھکر سردی و گرمی و بارش سے محفوظ رہنے و نزاہت و آرام پانیکے فائدہ کے لئے بنانا مستحسن
ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ درمختار میں وقیل لا باس بہ و ہو المختار کہا ہے قیل سے قول ضعیف
کیطرف اشارہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ قیل سے ہر جگہ قول ضعیف کیطرف اشارہ سمجھنا غلط ہے۔
جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ قیل کہنے والے نے ہر قول ضعیف بیان کرنیکے وقت لفظ قیل کہنے کا التزام کیا ہے
جیسا کہ ملتقی الابحر کے مؤلف کی عادت معلوم ہے عمدۃ الرعایہ میں ہے۔ فائدہ کثیرا ما یذکرون حکما
مصدرا بلفظ قیل ویکتب الشراح والمحشون تحتہ انہ اشارۃ الی ضعفہ۔ والحق انہ ان علم ان قائلہ
انہ التزم ان یذکر الحکم المرجوح بہذہ الصفۃ ویشیر بہا الی ضعفہ فعنی یحتج کما نعلم من عادۃ مؤلف
ملتقی الابحر۔ پھر اسکے بعد عمدۃ الرعایہ میں مرقوم ہے والا فلا یجزم بذالک ومن ثم قال الشرنبلالی
فی رسالتہ المسائل البہیۃ الزاکیۃ علی الاثنی عشریۃ صیغۃ قیل لیس کل ما دخلت علیہ یکون ضعیفا۔
ورنہ یعنی جبتک قیل کہنے والیکے حکم ضعیف کو قیل سے کہنے کے التزام کرنیکا حال معلوم نہ ہو ہرگز لفظ قیل
سے ضعیف قول کا یقین نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ المسائل البہیۃ الزاکیۃ
علی الاثنی عشریہ میں کہا ہے کہ ہر وہ حکم جسپر لفظ قیل داخل ہو ضعیف نہیں ہوا کرتا۔ پس قیل

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تمام صحابہؓ نے باتفاق اسی حجرہ عائشہ میں کیلئے دفن کیا اس سے ثابت ہوا کہ سایہ دار عمارت میں کسی شخص کی تدفین بھی حرام و ممنوع نہیں ہے اور تعمیر پر بناء و تقمیر ناجائز و ممنوع ہونیکا وہی مطلب ہے جو مذکور ہوا یعنی نفس قبر کو نصاریٰ کی قبروں کیطرح بلند مثل لاٹ نہ بنائیں اور قبر کو گچ سے پختہ و مستحکم بنانیکی ممانعت سے بھی یہی مراد ہے کہ نصاریٰ کی قبروں کیطرح لاٹ کے مانند بلند چونہ و گچ سے قبر کو پختہ نہ بنائیں ورنہ قبر کو مسنم کوہان شتر کیطرح بنانا زمین سے قبر کا بلند ہونا قبر کا نشان باقی رکھنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح و نجاۃ الارواح للعلامۃ المجید الشیخ حسن ابن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی قلمی صفحہ ۲۸ میں واذا خربت القبور فلاباس بتطینہا۔ لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراھیم فرای فیہ حجرا سقط منہ فسدہ ثم قال من عمل عملا فلیتقنہ۔ جبکہ قبریں شکستہ و خراب ہو جائیں تو انکو گلابہ کرنا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر گذرے تو اس قبر سے ایک پتھر گرا ہوا دیکھکر اسکو آپنے درست فرما دیا۔ پھر اسطرح ارشاد فرمایا کہ جبکہ کوئی آدمی کوئی کام کرے تو پکا اور مضبوط کرنا چاہیے۔ پس آنحضرت علیہ السلام نے ابراہیمؓ کی قبر کو پختہ بنایا۔ اور پھر ہر شخص کو پختہ بنانیکا حکم فرمایا تو پھر قبر کو گچ سے پختہ بنانیکی حرامت و ممانعت کہاں باقی رہی اور نہی ان یجصص القبر کا مطلب وہی ہے کہ لاٹ کیطرح بلند و پختہ نہ بنائی جائے نہ یہ کہ مسنم مثل کوہان شتر قبر کو بھی گچ سے پختہ بنانا حرام ہے۔

رایت سالم بن عبد اللہ یتحری اماکن من الطریق فیصلی فیہا ویحدث ان اباہ کان یصلی فیہا وانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی تلک الامکنۃ وحدثنی نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان یصلی فی تلک الامکنۃ (بخاری شریف) میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا کہ راستہ میں چند جگہوں کو قصد و تلاش کر کے ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے۔ اور بیان کرتے تھے کہ ان کے باپ یعنی عبد اللہ بن عمرؓ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے۔ اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور مجھ کو نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے:۔

قبر پر قبہ و گنبد بنانے کے باب میں فقہا کے اقوال:۔ قبل ازیں صفحہ (۷۶ تا ۸۰) میں بحوالہ کتاب فصل الخطاب فائدہ ہفدہم درمختار و طحطاوی شرح سفر السعادۃ و مطالب المؤمنین مرقات المفاتیح شرح مشکوٰت المصابیح لملا علی القاری۔ رسالہ عثور علی دار السرور۔ مصباح الانام و فصول للامام ابن مفلح تلمیذ ابن تیمیہ۔ و تحفہ لابن حجر المکی۔ و حاشیۃ الحلبی علی المنہج و تورپشتی۔ اور فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب وغیرہا کتب کی عبارتیں مفصل و مدلل منقول و مرقوم ہیں۔ ملاحظہ کریں اسکے علاوہ مصنف مجمع البحار علامہ محدث نے بھی لکھا ہے کہ قد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء والمشاھیر لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ سلف صالحینؒ نے مشائخ و علماء و مشاہیر کی قبروں پر قبہ و گنبد بنانیکو جائز و مباح کر دیا ہے تاکہ لوگ

لاباس یہ کو قول ضعیف سمجھنا غلط ہے۔ علاوہ ازیں جبکہ در مختار میں بھی لاباس ہے کے بعد هو المختار بھی لکھا ہوا ہے تو یہ قول ضعیف ہو بھی تو صریح ترجیح ثابت ہو گئی کہ یہ قلیل قول ضعیف نہیں ہے بلکہ قوی اور مختار ہے۔

بزرگوں کے مولد و مدفن کی تعظیم کا شریعت سے اثبات

مولد سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ملا علی قاری نے اپنے منسک میں تحریر فرمایا ہے

یستحب زیارۃ بیت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وهو الذی ولدت فیه فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا وهو مسکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیما فیہ حتی هاجر منه وهو افضل مواضع مکۃ بعد المسجد الحرام علی ما قالها الطبرانی وغیرہ من الاعلام فتعبیرہ بقوله وقیل وهو افضل موضع بمکۃ بعد المسجد ليس محله اذ لم يعلم خلاف في حكمه

سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت کا مقام یعنی حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ کی زیارت مستحب ہے۔ یہ وہ گھر ہے جس جگہ کو شہزادی رسول حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء نے پیدا ہونے کا شرف بخشا۔ یہی گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا۔ اسی گھر میں آپ نے قیام فرمایا یہاں تک کہ آپ نے ہجرت فرمائی۔ مسجد حرام کے بعد مکہ کے تمام مقامات سے افضل یہی گھر ہے جیسا کہ امام طبرانی وغیرہ نے کہا ہے۔ پس ان کا وقیل سے ذکر کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس کے افضل مقامات کے بعد المسجد الحرام ہونے میں کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے۔

مولد نبوی۔ ملا علی قاری کی کتاب منسک میں ہے کہ مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب ہے یا ضروری۔ اس میں اختلاف ہے کہ کھجور کے پاس جو مقام مولد النبی ہے واقعی وہی مولد النبی ہے یا دوسرا مقام ہے لیکن زیارت مستحب ہونے میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے (بقول مختار) جہاں تم مولد بنا ہوا تھا۔ وہی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگرچہ بعض کا اختلاف ہے۔

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو فی الشعب المعروف بمکۃ علی خلاف فی کون مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما بینته فی مورد الروی فی مولد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ولادت مکہ کی ایک مشہور گھاٹی میں ہے مگر اصل کے مولد ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ میں نے اسکو مورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا ہے۔

مولد علی۔ اس کی بھی زیارت مستحب ہے سلف سے خلف تک سب اسکی زیارت کرتے رہے۔ اسکی بھی ملا علی قاری نے کتاب منسک میں تصریح کی ہے۔ اس مقام پر بھی ایک قسم کی مسجد بنی ہوئی ہے

دار ابی بکر ن الصدیق۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر زقاق حجر میں ہے جہاں وہ تھر ... حجر متکلم دوسرا حجر متکی۔ اسکی زیارت بھی مستحب ہے۔

دار ارقم۔ اس کی بھی زیارت مستحب ہے۔ ملا علی قاری اسکے بارے میں لکھتے ہیں ودار الارقم وهو مسجد عند الصفا وفیه اسلم عمر رضی اللہ عنہ وکمل الاربعین وحصل به

تعظیم ممنوعاتِ شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے۔ پس بنانا قبر پختہ کا واسطے نشانی باقی رہنے کے درست ہے (انوار غیبیہ (صفحہ ۳۰) مطبوعہ مجتبائی مؤلفہ مولانا عبد الرزاق صاحب لکہنوی رحؒ)

علامہ عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ قبور کفار تو کہودے جا سکتے ہیں مگر قبور اہل اسلام نہیں کہودی جا سکتی ہیں۔ بلکہ بعض فقہائے متقدمین نے تو کفار کے بعض قبور کو بھی جائز نہیں رکہا۔ مسلمانوں کے قبروں کا کہودنا اصحاب قبور کی بیشک حرمت ہے کیونکہ قبر میں میت گلکر مٹی ہو جائے تب بھی اسی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس اہل قبر کی حرمت مٹی ہو جانے پر بھی باقی ہے۔ خزانۃ الروایہ میں ہے۔ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ۔ ولا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبر بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور و لھذا لا یجوز نبشہ (انتہی مختصراً) جب میت قبر میں مٹی ہو جائے تب بھی کسی دوسرے کو اس کی قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ میت کی حرمت باقی ہے۔ اور قبروں کے اوپر گھر یا مسجد بنانا کسیکو جائز نہیں ہے کیونکہ قبر کی جگہ مقبور یعنی صاحب قبر کا حق ہے اسلئے اسکی قبر کا کہودنا جائز نہیں ہے :۔

اگر کوئی یہ کہے کہ زیلعی نے کہا ہے۔ ولو بلی المیت و صار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناء علیہ۔ (اگر میت ریزہ ریزہ بوسیدہ و مٹی ہو جائے اوس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اسپر زراعت و کہیتی کرنا اور گہر بنانا درست ہے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت بوسیدہ ہونیکے بعد قبر پر گھر بنانا و کہیتی کرنا۔ اور اس قبر میں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے۔ جواب یہ ہے کہ میت کا ریزہ ریزہ و بوسیدہ ہونا۔ اور اسکے سب اجزا مٹی ہو گئے ہیں یا نہیں۔ اسکا حال بغیر قبر کہودنیکے معلوم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بہت سی اموات کے جسم باقی رہتے ہیں ریزہ ریزہ و بوسیدہ ہرگز نہیں ہوتے انبیاءؑ کے اجسام مقدسہ کو اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے۔ صحابہ کرام اور اولیاء عظام اور بہت سے صالحین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے اجسام قبروں میں سالم و ثابت ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں ایسے واقعات ہیں کہ لوگوں نے بچشم خود دیکھکر بیان کیا ہے۔ عینی شرح بخاری شریف جلد چہارم مطبوعہ مصر صفحہ (۲۵۱) میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ لما سقط علیھم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذوا فی بنائہ فبدت لھم قدم ففزعوا و ظنوا انھا قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فما وجدوا احدا یعلم ذلک حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ما ھی قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما ھی الا قدم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ۔ (ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں جب ان پر دیوار گر گئی اور لوگ اوسکو بنانے لگے تو اون کو ایک قدم ظاہر ہوا۔ تو سب گھبرا گئے۔ اور یہ سمجھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے وہ کسی جاننے والے کو نہ پائے یہاں تک کہ اونکو عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک نہیں ہے بلکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔ اسی صفحہ میں ہے :۔

مقامات ہیں کہ جنکی زیارت مستحب ہے اور اونکی اصلیت کتابوں میں موجود ہے۔ ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ آثار قدیمہ و یادگار دینیہ کو متبرک سمجھنا اور اونکی زیارت و حفاظت کا علمائے اسلام نے حکم کیا ہے بہت افسوس ہے کہ ابن مسعود اور وہابیہ نجدیہ نے ان مساجد و مقامات متبرکہ کو منہدم کر دیا ہے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون قرآن و حدیث و فقہ سے مقامات مقدسہ و مزارات متبرکہ کی تعظیم و حفاظت کا حکم ثابت ہونیکے باوجود اسکے خلاف عمل کرنا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ (۶۶) سے ابتک جو کچھ بیان کیا گیا اوس سے روز روشن کیطرح ظاہر ہوا کہ قبر کو چونہ و پتھر سے پختہ بنانا۔ اور قبر پر علامت و نشان قائم کرنا اور قبر کے اطراف چہ بندی و چار دیواری و سایہ دار مسقف عمارت و قبہ و گنبد بنانا۔ اور قبر پر ڈیرہ و شامیانہ نصب کرنا۔ اور قبر کے قریب و جوار میں مسجد بنا کر اسمیں نماز پڑھنا۔ اور صاحب قبر سے برکت و تبرک حاصل کرنا بے شک و شبہ جائز و مستحسن ہے۔ اور پختہ قبروں کے توڑنیکو جو اشد فرض سمجھے اور صاحب قبور کی قرب و جوار میں مسجد بنا کر نماز پڑھنے اور صاحب قبر سے فیض و برکت حاصل کرنے اور مزارات اولیاء کی زیارت کرنے اور قبہ و گنبد کی تعمیر کو جو اشد حرام سمجھے اور انبیاء و اولیاء کی توہین و بے ادبی و گستاخی جن کی تحریر و تقریر سے ثابت ہو وہ مردود وہابی خبیث و اخبث ہے۔

قبروں کو توڑنا۔ یا قبروں پر جو تعمیر شدہ ہوں اون کو گرا دینا ہرگز امور شریعت میں داخل نہیں ہے اسلئے کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی عزت و حرمت موت و زندگی ہر دو حالت میں برابر ہے محقق حنفیہ علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے فرمایا ہے کہ الاتفاق علی حرمۃ مسلم میتا کحرمتہ حیا۔ یہ امر متفق علیہ ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت زندہ کی جیسی ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا۔ (مردہ کی ہڈیوں کو توڑنا اور اوسکو تکلیف پہنچانا مثل زندہ کی ہڈیوں کو توڑنیکے ہے۔) اسکو امام احمد حنبلؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور بعض روایتوں میں اسطرح ہے۔ المیت یوذیہ فی قبرہ ما یوذیہ فی بیتہ۔ مردہ کو وہ چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں جو اوسکو گھر میں بحالت حیات تکلیف پہنچاتی ہیں۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ (مومن کو مرنیکے بعد تکلیف پہنچانا ایسا ہی ہے جیسا کہ اوسکی زندگی میں اوسکو اذیت دینا۔) ایسے ہی اخبار و آثار سے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ جن چیزوں سے زندوں کو تکلیف و اذیت ہوتی ہے اوس سے مردونکو بھی اذیت ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی زندہ شخص کے گھر کو توڑے اور منہدم کر دے تو اوسکو تکلیف و اذیت ہوگی یا نہیں۔ (ضرور ہوگی اور اوس کے انتقام کی حتی الامکان فکر و کوشش کریگا۔) قبر مردہ کا گھر ہے۔ بلکہ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قبر بمنزلہ جسم کے ہو جاتی ہے۔ پس جو معاملات کہ زندوں کے جسم کے ساتھ کرنیمیں ایذا ہوتی ہے اسیطرح دفن کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرنیسے روح کو ایذا ہوتی ہے۔ اور جو معاملات زندہ کیساتھ کرنیسے باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔ وہ قبر کے ساتھ کرنیمیں بھی باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔ پس جو جو تعظیمات کہ حالت حیات میں اہل قبور کے واسطے عمل میں آتے تھے۔ قبور کے ساتھ اُن کا حفظ لازم ہے لیکن جو

کہ وہ نشان محفوظ رہنے کیلئے قبر پہ پتھر لگانا کی عادت کر لی ہے۔ فتاوے ظہیریہ میں ہے کہ قبر پر پتھر لگا کر اوپر
کچھ لکھیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ عثمان بن مظعونؓ جب مدفون ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک آدمی کو پتھر لانے کا حکم فرمایا۔ وہ شخص پتھر نہ اٹھا سکا تب آنحضرت علیہ السلام بنفس نفیس اپنے
آستین چڑھا کر پتھر اٹھا لا کر اُن کے سرہانے رکھا۔ اور فرمایا کہ اس پتھر کو میرے بھائی عثمانؓ کے قبر کی
علامت کر دیتا ہوں۔ اور میرے لوگوں سے جو فوت ہو اسکو یہاں دفن کر دونگا۔ اسکو ابو داؤدؒ نے
روایت کیا ہے۔ فتاوے الحجہ میں ہے جبکہ قبور خراب ہو جائیں تو اُسکو مضبوط لگا پختہ کرنا مضائقہ
نہیں ہے کیونکہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پہ گذرے تو اس قبر سے
ایک پتھر گرا ہوا دیکھکر آپ نے اس قبر کو مضبوط باندھا۔ اور فرمایا کہ جو کوئی شخص کام کرے تو پختہ و مضبوط
کام کرے یہی قول مختار ہے جیسا کہ کراہتہ السراجیہ اور اوسکے کتاب الجنائز میں ہے۔ قبر پہ کتابت کرنے میں بھی
کچھ مضائقہ نہیں ہے تاکہ اثر و نشان نہ مٹ جائے اور قبر کی ذلت نہ ہونے پائے۔ انتہی۔ پھر اسکے بعد
لکھتے ہیں [illegible] وہمچنین چبوترہ و چہار دیواری اگر برائے زینت قبر نباشد و مقرون بنیت صالحہ اید
مانند شفقت زائران و نماز خواندن و بودن دیوار سترہ ایشان تا نماز بفراغ دل با حضور و خضوع و خشوع
ادا نمایند ہیچ محظور شرعی لازم نمی آید۔ چنانچہ در طیبی شرح مشکوٰۃ شریف و حاشیہ میر جمال الدین مرقوم
است۔ اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرتہ وقصد بہ الاستظہار بروحہ او وصول اثر من آثار عبادتہ
الیہ لا التعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا ترے ان مرقد اسمعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم
ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلوتہ والنہی عن الصلوٰۃ فی المقابر مختص بالمقابر المنبوشۃ
لما فیہا من النجاسۃ انتہی۔ یعنی کسیکہ بسازد مسجد را بنزدیکی مزار بزرگ یا نماز گزارد اندر مقبرہ مطہرہ او
وقصد نماید بدان در رسیدن مدد از روح پاک او یا رسیدن اثرے از آثار عبادت او بسوئے خویش۔ یا مقصود نہ تعظیم برائے
او و رو گردانیدن بجانب او نباشد۔ پس مضائقہ نیست بدو۔ آیا نمی بینی کہ تحقیق مزار شریف حضرت اسمٰعیل
علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام در مسجد حرام است نزدیک حطیم۔ باز آن مسجد بہترین مکانست کہ قصد کنند مصلی
برائے نماز۔ و نہی از نماز خواندن در مقابر مخصوص است بقبرہائے منبوشہ بسبب بودن نجاست دران۔
امداد الفتاح کے صفحہ (۲۸۰) میں ہے (لا باس بہ ولا (بالکتابۃ علیہ لئلا یذہب الاثر فیحترم للعلم بصاحبہ
ولا یمتہن) وعن ابی یوسف انہ کرہ ان یکتب علیہ کتابا وفی الظہیریۃ ولو وضع علیہ شیئا من الاشجار او
کتب علیہ شیئا فلا باس بہ عند بعض الائمۃ فان عثمان بن مظعون امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر
فلم یستطع حملہ فقام الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسر عن ذراعیہ ثم حملہا فوضعہا عند راسہ وقال اعلم بہا
قبر اخی وادفن الیہ من مات من اہلی رواہ ابو داؤد وفی الحجۃ واذا خربت القبور فلا باس بتطیینہا لما روی ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراہیم فرأی جحرا فسدہ ثم قال من عمل عملا فلیتقنہ۔
طوالع الانوار حاشیہ در مختار اور امداد الفتاح شرح نور الایضاح ہر دو کتب معتبرہ میں فتاوی الحجۃ کی عبارت
(واذا خربت القبور الخ) نقل کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پہ تشریف فرما

دلائل ذاریکا سبب ہے۔ صفحہ (۶۶) سے (۷۰) تک جو کچھ بیان کیا گیا اوس سے روز روشن کیطرح ظاہر ہو گیا کہ قبر کو گچ و چونے سے پختہ و مضبوط بنانا اور قبر کے اطراف سے چار دیواری و چوکھنڈی سقف و سایہ دار بنانا اور قبہ و گنبد بنانا۔ قبر کے قرب و جوار میں مسجد تعمیر کرکے اس میں نماز پڑھنا۔ اور صاحب قبر سے فیض و برکت حاصل کرنا۔ قبر پر ڈیرہ و شامیانہ نصب کرنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ سے ان امور کا سابقاً اثبات ہو چکا۔ مزید براں لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی قدس سرہ نے اپنی کتاب تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین مطبوعہ انوار احمدی الٰہ آباد صفحہ ۲۶ میں اربعین کے چھتیسویں مسئلہ پختہ ساختن قبر از بالائے و تعمیر نمودن گنبد و چہار دیواری و چبوترہ نزد قبر جائز نیست) کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اقول پختہ ساختن قبر از بالائے جائز است بلا کراہت کما فی الدر المختار و شرحہ۔ اما لو کان مخوفہ من اللبن فلا یکرہ ذالک۔ ابن مالک لانہ یکون عصمۃ من السبع وصیانۃ عن النبش سراج) قبر کے اوپر اگر اینٹ ہو تو ابن مالکؒ نے اوسکو مکروہ نہیں کہا کیونکہ درندوں سے بچاؤ اور قبر کھودنے سے محفوظ رہتی ہے) پھر اسکے بعد لکھا ہے تعمیر نمودن گنبد را صاحب در مختار فتوے داده است۔ و فی شرحہ المسمی بطوالع الانوار۔ بیدانہ ایضاً حیث قال لا یرفع علیہ بناء و قیل لا باس اذا کان بالتطیین حتی لبنا راما ان ولم فلما فی الملاصقۃ ولا باس بالتطیین فی حالۃ فی خلاصۃ النقل فی الامداد عن الفتاوی الکبریٰ ما نصہ و الیوم اعتاد و التسنیم باللبن صیانۃ القبر عن النبش و راوا ذالک حسنا و قال النبی علیہ السلام ما راہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن و [illegible] التسنیم و رش الماء علیہ فلا باس بہ و یوضع الآجر فالآجر لا یکرہ علی الظاہر و فی النوازل لا باس بتطیینہ و فی الغیاثیۃ و علیہ الفتوے کذا فی التاتارخانیۃ و قد اعتاد اہل مصر وضع الاحجار حفظاً للقبر عن الاندراس و النبش و فی الظہیریۃ و لو وضع علیہ شیئاً من الاحجار او کتب علیہ شیئاً فلا باس بہ عند البعض لانہ لما دفن عثمان بن مظعون امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملہا فقام الیہا علیہ السلام فحسر عن ذراعیہ ثم حملہا فوضعہا عند راسہ و قال اعلم بہا قبر اخی و ادفن الیہ من مات من اہلی رواہ ابو داؤد و فی الحجۃ و اذا خربت القبور فلا باس بتطیینہا لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراہیم فرای فیہ حجرا اسقط منہ فسدہ و قال من عمل عملاً فلیتقنہ بعد المختار کما فی کراہیۃ السراجیۃ و فی جنائزہا و لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یذہب الاثر و لا یمتہن القبر انتہی۔ در مختار کی شرح طوالع الانوار میں اپنے قول کی تائید کی ہے جو اسکے کما وا لا ینبغی علیہ بناء۔ اور کہا گیا کہ کچھ مضائقہ نہیں یعنی قبر کو گلابہ اور مضبوط کرنے میں کچھ حرج نہیں لیکن دوسری امداد الفتاوی میں فتاوے کبریٰ سے منقول ہے جو اوسنے بیان کیا اندنوں قبروں کو اینٹ سے مستحکم کرنیکی لوگوں نے عادت کرلی ہے تاکہ قبر کھد نیسے محفوظ رہنے کیلئے اور اوس کو اچھا سمجھا ہے۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس کام کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ کام خدا کے پاس بھی اچھا ہے۔ اگر قبر کو مسنم کرنے اور اسپر پانی چھڑکنے سے بھی قبر کھدنے اور گرنے کا اندیشہ ہو تو اینٹ سے پختہ کرنا اگر مکروہ و مضائقہ نہیں ہے۔ اور فتاوے غیاثیہ میں ہے کہ اسی پر یعنی قبر کو پختہ کرنا نیت لکھا کہ پختہ بنانا مکروہ نہ ہونے پر ہی فتوے ہے۔ اور اہل مصر نے قبر کو مندرس اور

اللہم فشفعہ فی ۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وحاکم انتہی ۔) جسکو کوئی ضرورت ہو تو اچھی طرح
وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا کرے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف
تیرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی رحمۃ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
آپکے توسل سے میری اس حاجت میں میرے رب کیطرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ آپ میری حاجت روائی
کریں اگر لتقضی کو بصیغہ معروف پڑھیں ۔ یا لتقضی کو بصیغہ مجہول پڑھیں تو میری حاجت روائی کیجائے
اسکو ترمذی ونسائی وابن ماجہ وحاکم نے روایت کیا ہے ۔ اس حدیث سے آنحضرت علیہ السلام
کی حیات وبعد وفات بھی یا محمد کہنا ثابت ہوا ۔ اسلئے کہ متن کالفت الضرورۃ عام حکم ہے یعنی نبی علیہ السلام
کی زندگی میں یا بعد وفات آنحضرت علیہ السلام جب کبھی جس کسیکو ضرورت ہو تو وہ حسب فرمان نبوی
یا محمد سے ندا و توسل کرے ۔ اس حدیث کی مزید تفصیل و تحقیق آیندہ مرقوم ہوگی ۔ اب اہل قبور
سے ندا و توسل و استمداد و استغاثہ کے جواز پر دلائل آیات و احادیث وغیرہ مرقوم ہونگے ۔ دلیل اول
قولہ تعالی ۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ۔ فرمان الہی ہے کہ وسیلہ کو تلاش کرو
یہاں وسیلہ سے مراد ایمان و عمل نہیں ہے کیونکہ آمنوا میں ایمان داخل ہے اتقوا میں اعمال
داخل ہیں ۔ پھر وسیلہ سے ہر وہ چیز مراد ہے جسکے سبب سے خدا کی قربت حاصل ہو یعنی انبیاء و اولیاء
دلیل دوم ۔ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب ۔ بغوی نے کہا مشرکین جن کی
عبادت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ مشرکین کے آلہہ یعنی عیسی و عزیر و ملائکہ
ہیں جو اپنے رب کیطرف وسیلہ کو تلاش کرتے ہیں ۔ وسیلہ کی تعریف کل ما یتقرب بہ الی الغیر ۔ جو وہ چیز
جسکے سبب سے خدا کا تقرب حاصل کیا جائے یعنی مشرکین کو اللہ تعالی نے منع فرمایا کہ (لا تتخذوا الملائکۃ
والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون) کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو رب مت بناؤ کیا اسلام کے بعد
تمہیں کفر کا حکم کریگا ۔ پھر فرمایا اللہ تعالی نے کہ (اولئک الذین الخ) تم جنکی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے
معبود خود ہمارے طرف ایسے وسیلہ کو ڈھونڈتے ہیں جو ان سے اعلی وارفع مقام والا ہو ۔ جبکہ وہ خود
ہمارے طرف وسیلہ کا محتاج ہو تو اسکو معبود مت بناؤ ۔ دلیل سوم اللہ تعالی نے سیدنا عیسی علی نبینا
وعلیہ السلام کو وجیہا فی الدنیا والآخرۃ فرمایا ۔ اور ایسا ہی سیدنا موسی علی نبینا وعلیہ السلام کو بھی فرمایا
فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا ۔ وجیہ صاحب وجاہت وہ شخص کہ جو کچھ خدا سے مانگے اسکو
خدا عطا کرے ۔ دلیل چہارم قولہ تعالی ویستجیب الذین آمنوا وعملوا الصلحت ویزیدہم من فضلہ تفسیر
فی اعوان اخوانہم ... جب مومنین دعا کرتے ہیں تو خدا قبول فرماتا ہے ابو صالح نے کہا اسکو مومنین کو
اون کے بھائیوں کا شفیع بناتا ہے ۔ اور اپنے فضل سے زیادہ عطا کرتا ہے یعنی مومنین کی شفاعت کو
انکی برادروں کے برادروں کے حق میں بھی قبول فرماتا ہے ۔ دلیل پنجم فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی
من عدوہ اس سے اسکی گروہ والے نے استغاثہ کیا اپنے دشمن پر اس آیت میں (طلب نصرت
فریاد طلبی) استغاثہ کی نسبت مخلوق کیطرف کیگئی ہے ۔ اگر مخلوق سے استغاثہ ممنوع وحرام ہوتا تو

بقول مانعین دعائے عبادت و استغاثہ کیا تھا۔ اس آیت کی ظاہر تفسیر اس امر پر دلالت کرتی ہے
کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے استغاثہ کو خدا تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ اور اصنام و
اوثان سے دعا و استغاثہ کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ استغاثہ آنحضرت
علیہ السلام کی حیات میں ہوا تھا اور حالت حیات میں آپ کو قدرت تھی اسکا جواب سابقاً
دیا گیا ہے کہ کسی زندہ و مردہ مخلوق کو بالذات و بالاستقلال قدرت ثابت کرنا کفر ہے۔ خدا کی
قدرت سے عطا کی ہوئی بالواسطہ قدرت زندہ کو بھی حاصل ہے مردہ کو بھی حاصل ہے۔ اور
صحابہ نے بعد وفات آنحضرت علیہ السلام سے طلب و توسل و استغاثہ کیا ہے جیسا کہ حدیث الرمادہ
وغیرہ میں ہے۔ اور بعد وفات طلب توسل و استغاثہ ممنوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔
دلیل ہفتم قولہ تعالے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ خدائے تعالے ان کفار کو عذاب نہ دیگا جن کی
اصلاب میں استغفار کرنیوالے ہوں گے۔ پس جبکہ مومن نطفوں کی برکت سے اللہ تعالے
کفار سے عذاب دفع فرما دیگا۔ تو ذواتِ فاضلہ کی برکت سے کیا کچھ حاصل نہ ہوگا۔
دلیل ہشتم قولہ تعالیٰ۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ
وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ مومن کی برکت دعا کے سبب کافر سے اور مطیع
و فرمانبردار کے وسیلہ سے عاصی و نافرمان سے آفات کو دفع کرتا ہے۔ اسمیں کوئی شک
نہیں کہ مومن کافر کیلئے دعا نہیں کریگا۔ مگر ذاتِ مومن کیلئے جو کفار کی پشت میں ہوتا ہے
خدا اس مومن کی برکت کے سبب سے کفار پر رحم کریگا۔ اس آیت میں سبب و وسیلہ ثابت
ہوا۔ دلیل نہم قولہ تعالیٰ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ
تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا
لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار
کے مقاتلہ سے منع فرمایا ہے بسبب برکت ضعفائے مومنین کے پس ضعفائے مومنین کا وجود
باعث برکت و حفاظت کفار ہے۔ دلیل دہم قولہ تعالیٰ۔ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی
تو کہا کہ اللّٰھم بحق النبی الذی قرنت اسمہ مع اسمک الا ما غفرت لی فغفر لہ۔
الٰہی جس نبی کا نام تونے اپنے نام کیساتھ ملایا ہے بطفیل اسکے میرے گناہ بخشدے خدا
نے آدم علیہ السلام کو بخشدیا۔ دلیل یازدہم۔ قولہ تعالیٰ۔ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ
عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہود اپنے ہمسایہ مشرکین عرب سے لڑتے تھے اور
کہتے تھے کہ اللّٰھم بحرمۃ ھذا النبی الذی یبعث فی آخر الزمان الا ما نصرتنا
علیہم فینصرون۔ الٰہی اس نبی آخر الزمان کی حرمت و طفیل سے ہمکو مشرکین عرب پر

اس قسم کی نسبت بھی جائز نہ ہوتی۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس آیت میں مستغاث زندہ ہے زندہ
مستغیث کی دادرسی و امداد پر قدرت ہے۔ اسلئے زندے سے استغاثہ جائز ہے۔ اور جائز استغا
کی نسبت بھی مخلوق کیطرف جائز ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ زندہ کو امداد مستغیث کی قدرت یا
اور مستقل ہے یا خدا کی قدرت سے اس زندہ کو قدرت عطا کیگئی ہے۔ بالذات و مستقل قدرت
کسی مخلوق کیلئے ثابت کرنا کفر ہے۔ اگر خدا کی قدرت سے عطا کی ہوئی ہے تو وہ زندہ بھی محض آ
سبب و وسیلہ ٹھیرا۔ اسیطرح میت بھی سبب و وسیلہ دعا و کرامت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس میت کو قد
عطا فرمائیگا اور ان سبکا مرجع و مآل خدا کی قدرت ٹھیری۔ بندہ صرف سبب محض و وسیلہ ہے
خواہ زندہ ہو یا مردہ جبتک کہ مغیث و مستغاث حقیقی خدائے پاک کو نہ سمجھیں۔ اور بندہ کو محض سبب
و وسیلہ نہ سمجھیں۔ کسی مخلوق زندہ و مردہ سے استغاثہ جائز نہیں ہے۔ اسیوجہ سے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے مستغاث ہونیکی نسبت کو نفی فرمایا۔ جبکہ حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قوموا نستغیث برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا
المنافق ۔) اٹھو کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس منافق کی نسبت استغاثہ و فریاد کر
کرینگے۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ فقال لا یستغاث بی انما یستغاث باللہ کہ مجھ سے استغا
نکیا جائے بلکہ خدا تعالیٰ سے استغاثہ کیا جائے۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ تھے اور
آپکو قدرت تھی۔ لیکن تعلیم امت کے ارادہ سے اپنی ذات سے استغاثہ کی نفی فرمائی تاکہ امت کا
اس امر پہ ایمان و اعتقاد ہے کہ حقیقۃً استغاثہ خدا تعالیٰ ہی سے کیا جائے۔ اور مستغاث حقیقی
خدا تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن مخلوق کیطرف بھی استغاثہ کی نسبت مجازاً جائز ہے۔ جیسا کہ اس آیت
مذکورہ فاستغاثہ الذی الخ میں اور جیسا کہ حدیث صحیح میں دعاء استسقاء میں ثابت ہے اللھم
اسقنا غیثاً مغیثاً یعنی غیث (بارش) کو مغیث (اغاثہ کا فاعل) بنایا گیا باوجود اسکے کہ وہ عرض
ہے۔ اور آنحضرت علیہ السلام نے اپنی دعا میں خدا کی رحمت سے استغاثہ فرمایا لا الٰہ الا انت
برحمتک استغیث ۔ اللہ اور ہے اور اللہ کی رحمت اور ہے۔ باوجود اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی
بعض مخلوق کو رحمت بنایا ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ۔ دلیل ششم قولہ تعالیٰ
قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموات و لا
فی الارض ۔ بغوی نے کہا کہ جب مشرکین پر سخت قحط پہنچا یہانتک کہ مردار کھانے لگے تو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا تو آنحضرت علیہ السلام کی برکت و دعا سے
ان سے قحط کو دفع کر دیا گیا اگر انبیاء و غیرھم من الاولیاء سے استغاثہ کرنا دعا و عبادت و شرک
ہوتا تو انکو قل ادعوا الذین زعمتم نہ فرماتا کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے
استغاثہ کیا تھا۔ اور آنحضرت علیہ السلام غیر اللہ ہیں۔ پس آنحضرت علیہ السلام سے استغاثہ کرنے پر
ان کو مشرک شمار نہیں دلایا گیا حالانکہ انہوں نے غیر اللہ یعنی آنحضرت علیہ السلام سے

حکم فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کرے کہ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور
تیرے نبی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی رحمت کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمدؐ
میں آپ کے وسیلے سے میری اس حاجت میں میرے رب کیطرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تاکہ آپ میری
حاجت روائی فرمائیں (یا میری حاجت روائی کیجائے۔) یا اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کو میرے بارہ میں شفیع بنا۔ بیہقی نے اسقدر اضافہ کیا ہے کہ وہ نابینا کھڑا ہوا اور بینا ہوا۔
حافظ جزری رحہ نے حصن حصین میں اسکو ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فتاوی میں اسکو
ذکر کر کے اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اسقدر زیادہ بھی کیا ہے کہ انہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال للاعمی وان کان لک حاجۃ فمثل ذالک۔ آنحضرت علیہ السلام نے اس نابینا کو
فرمایا کہ اگر تجھ کو کوئی حاجت ہو تو ایسا ہی میری تعلیم کے مطابق عمل کر۔ اس حدیث کو اس لفظ
کیساتھ ترمذی نسائی وبیہقی وابن شاہین وغیرھم من المحدثین نے روایت کیا ہے (اسے فاعمل
مثل ما علمتک جیسا میں نے تجھ کو تعلیم دی ویسا ہی کر۔ اس حدیث کو سیوطی نے جامع صغیر میں اور
اسکی شرح مناوی میں ذکر کیا ہے۔ اور ملا علی قاری نے شرح حصن حصین میں اور یہ کہا
ہے کہ یا محمدؐ التفات الیہ وتضرع لدیہ لیتوجہ بروحہ الی اللہ تعالیٰ ویغنہ السائل
عما سواہ وعن التوسل الی غیرہ ولاہ قائلا انی اتوجہ بک اے بذریعتک الذی یعنہ
لوسیلۃ والباء للاستعانۃ الی ربی فی حاجتی ھذہ وھی المقصودۃ المعہودۃ لتقضی
لی ویمکن ان یکون التقدیر لیقضی اللہ الحاجۃ لاجلک بل ھذا ھو الظاھر وفی
نسخۃ لتقضی بصیغۃ الفاعل ای لتقضی انت یا رسول اللہ حاجتی والمعنی
تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی انتہی۔ لفظ یا محمد
آنحضرت علیہ السلام کیطرف التفات وتوجہ ہے۔ اور آپکے حضور میں آہ وزاری تضرع وانکسار
کا اظہار ہے تاکہ آپ اپنی روح شریف سے خدا کیطرف توجہ فرما کر سائل کو ماسوی اللہ سے یعنی
اپنے آقا کے ماسوا کے غیر کو وسیلہ بنانے سے مستغنی کر دیں متوسل یعنی وسیلہ بنانیوالا یہ کہتا ہوا
آنحضرت کو ندا کرے کہ یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں آپکے ذریعہ (وسیلہ) کی مدد سے (باء برائے
استعانت) میری اس حاجت مقصودہ ومعہودہ میں میرے رب کیطرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ
حاجت روائی کیجائے۔ اور ممکن ہے کہ دراصل یہ عبارت مقدر ہو۔ یعنی تاکہ آپکے
سبب سے میری حاجت کو خدا پوری کرے۔ یہی تقدیر عبارت ظاہراً مناسب ہے۔ اور
نسخہ میں لتقضی بصیغہ واحد حاضر مضارع معروف یعنی یارسول اللہ میری حاجت کو آپ
پوری کر دیں۔ یعنی میری حصول حاجت ووصول مراد کے آپ سبب ووسیلہ ہوں۔ یہ
اسناد مجازی ہے۔ انتہی۔ یہ حدیث اگرچہ پہلے مذکور ہوئی ہے۔ لیکن آئندہ مزید تحقیق
کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اسلئے مکرر مذکور ہوئی۔ اس حدیث میں یا محمد ندائے توسل و

فتحیاب کر اور ہماری مدد فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکی مدد فرمائی۔ دلیل دوازدہم قولہ تعالیٰ
لا یملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عہدا۔ بغوی نے کہا کہ عہد سے مراد
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شفاعت کرنیوالے کسی کی شفاعت نہ کریں گے
مگر انکی جنہوں نے خدا کے پاس عہد لیا ہے یعنی مومنین کی شفاعت کرینگے۔ دلیل سیزدہم
لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ من رسول۔ مومنین کو شفاعت کا مالک بنا دیا گیا۔ یعنی کوئی
شفاعت نہ کر سکیگا بجز مومن کے۔ دلیل چہاردہم ولا یملکون الذین یدعون من دونہ
الشفاعة الا من شہد بالحق وہم یعلمون۔ غیر اللہ کی عبادت کرنیوالے شفاعت
نہ کر سکیں گے مگر حق کی شہادت دینے والے شفاعت کرینگے۔ بغوی نے کہا کہ قول حق سے لا الہ الا
اللہ مراد ہے۔ دلیل پانزدہم قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل
علیہم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔ نحن اولیاؤکم
فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون نزلا من
غفور رحیم۔ اس آیت مذکورہ سے اسطرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ رب
ہمارا اللہ ہے۔ پھر اس قول پہ مستقیم رہے۔ اور اللہ کے ساتھ اصنام و ملائکہ وغیرہ کو رب نہ بنایا
[illegible] اقرار و تصدیق ربوبیت و الوہیت پر اللہ کے مستقیم رہنے والے مومنین کو ملائکہ کہتے
ہیں کہ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے اولیاء ہیں۔ اور اون کو خدا کے پاس جو کچھ چاہینگے ملیگا
[illegible] اولیاء ہیں خدا کے حکم سے جو چاہینگے کرینگے۔ اپنے برادران مومنین کی دعا و شفاعت
[illegible] مذکور ہو چکا نہیں گیا۔ پس ان آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مومنین
[illegible] انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانے اور ان سے طلب امداد کا مطلب بھی یہی ہے کہ
[illegible] بنایا جاتا [illegible] معطی کنندہ قاضی الحاجات خدا ہے۔ خدا نے جنکو جس امر کا مالک بنایا
ان سے اس امر کے طلب کرنیکو کوئی چیز مانع نہیں۔ نہ قرآن نہ حدیث۔ لیکن اصنام کو شفیع
[illegible] اسلئے کہ خدا نے ان اصنام کو شفاعت کا مالک نہیں بنایا ہے۔ ثبوت شفاعت
[illegible] بہت سے آیات ہیں وہ سب جواز توسل و استمداد و استغاثہ و استشفاع پر دلائل و
[illegible] ہیں۔ بخوف طوالت اسی قدر پہ اکتفا کیا گیا۔

[illegible] توسل و استمداد و استغاثہ کے دلائل آیات قرآنیہ کے علاوہ بہت سے احادیث بھی
[illegible] ازانجملہ دلیل اول وہ حدیث جسکو ترمذیؒ و نسائیؒ و بیہقیؒ نے روایت کیا ہے اور اسکو
[illegible] کہا ہے۔ اور حاکم نے بھی روایت کیا۔ اور بخاریؒ و مسلمؒ کی شرط پہ ہونا بیان کیا ہے۔
حافظ ذہبیؒ نے اسکا اقرار کیا ہے جو عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نے
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
[illegible] دعا فرمائیے کہ میری آنکھ کی مصیبت دور ہو۔ آنحضرت علیہ السلام نے اوس کو

نے ایک ایسے شخص کو جسکو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ ضرورت تھی عہد خلافت عثمانؓ میں اس دعا کو سکھلایا ہے جیسا کہ دلیل دوم بیہقی و طبرانی نے بسند معتبر حدیث اول کے راوی عثمان بن حنیفؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس اپنی کسی ضرورت و حاجت کیلئے آیا جایا کرتا تھا تو حضرت عثمان اسکے طرف التفات نہ فرماتے تھے اور نہ اسکی طرف اسکی حاجت کے بارہ میں نظر فرماتے تھے اس شخص نے حضرت عثمان بن حنیفؓ سے اس امر کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ وضو کرنیکی جگہ جاکر وضو کر پھر مسجد میں دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا کرو اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک فتقضی حاجتی یہاں تو اپنی حاجت کا نام لے وہ آدمی جاکر حسب ہدایت ابن حنیف عمل کیا پھر عثمان بن عفانؓ کے پاس آیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تیری کیا حاجت ہے اسنے اپنی حاجت کا اظہار کیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اسکی حاجت روائی فرمائی اور فرمایا کہ ابتک تو نے کیوں ذکر نہیں کیا۔ اور آئندہ تجھکو جو کچھ حاجت و ضرورت ہو اسکو ذکر کیا کر۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے پاس سے نکلکر عثمان بن حنیفؓ سے ملکر کہا کہ جزاک اللہ خیراً۔ حضرت عثمانؓ میری حاجت روائی کیطرف متوجہ ہی نہیں ہوتے تھے۔ یہانتک کہ آپ نے انسے میری سفارش فرمائی تو تب میری حاجت روائی فرمائی۔ عثمان بن حنیفؓ نے کہا کہ واللہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمہاری سفارش نہیں کی۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ تب ایک نابینا آنحضرت کی خدمت میں آکر اپنی نابینائی کی شکایت کی تو آنحضرت علیہ السلام نے اسکو حکم فرمایا کہ وضو کرنیکی جگہ میں آکر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا (جو میں نے تمکو تعلیم دی ہے) کر۔ قال ابن حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کان لم یکن بہ ضر قط عثمان ابن حنیف نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے تھے۔ اور دیر تک گفتگو رہی تھی۔ یہانتک کہ ہمارے پاس وہ نابینا بینا ہوکر آیا گویا کہ اسکو نابینائی تھی ہی نہیں۔ یہ حدیث صریحاً دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ نابینا کا حسب تعلیم نبوی عمل کرنا۔ اور نبی علیہ السلام کو ندائے توسل کرنا۔ (جو حدیث اول میں مذکور ہے۔) آنحضرت علیہ السلام کے روبرو نہ تھا کیونکہ فواللہ ما تفرقنا حتی دخل علینا الرجل کان لم یکن بہ ضر قط سے واضح ہوتا ہے کہ اسنے غائبانہ عمل و ندا کرکے حاضر ہوا۔ اسی لئے عثمان بن حنیفؓ صحابی نے بھی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنی ضرورت رفع کرنے کیلئے آنے جانے والے شخص کو آنحضرت علیہ السلام کی وفات کے بعد عہد خلافت عثمان بن عفان میں تعلیم دی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حیات و ممات و حضور و غیب تمام حال میں ندائے توسل و استمداد درست ہے۔ دلیل سوم بیہقی و ابو بکر ابی شیبہ نے سند صحیح کیساتھ مالک دار سے جو خازن عمرؓ تھے روایت کی ہے کہا کہ عمر رضی اللہ

توجہ واستمداد واستغاثہ سے آنحضرت علیہ السلام کی ذات پاک کیساتھ آنحضرت علیہ السلام کے
غیاب میں اگر غائب کو ندا کرنا شرک فرض کیا جائے تو یہ لازم آویگا کہ آنحضرت علیہ السلام
نے اپنی امت کو شرک کی تعلیم دی ہے کوئی عاقل اسکا قائل نہیں خصوصاً ابن تیمیہ کی روایت
وان کان لک حاجۃ فمثل ذلک سے واضح ہے کہ آنحضرت کے حضور و غیاب حیات و موت کی
حالت میں جب کبھی ضرورت پیش ہو تو ایسا ہی کیا جائے۔ شیخ ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم
میں اسکا جواب یہ دیا ہے کہ اس نابینا نے اپنے دل میں آنحضرت علیہ السلام کی صورت کا تصور
کرکے اس صورت متصورہ کو خطاب و ندا کیا ہے جیسا کہ انسان اپنے محبوب و مبغوض غائب و
بعید کو حاضر تصور کرکے ندا و خطاب کرتا ہے۔ ابن تیمیہ کا اس جواب کو علماء نے رد کیا ہے۔ اسطرح
پر کہ صورت کے ندا و توسل سے ذات کی ندا و توسل قریب تر الی الصواب ہے۔ اسلئے کہ صورت سے
استغاثہ جائز۔ اور ذات سے کسلئے ممنوع ہوا حالانکہ صورت وہمی و خیالی ہے۔ اور ذات ثابت و
حقیقی شی ہے علاوہ ازیں ابن تیمیہ کا صورت متصورہ سے ندا کے توسل و استمداد
کو جائز و مسلم رکھنا ذات سے ندا کے توسل و استمداد کے جائز ہونے پر قوی ترین حجت ہے کیونکہ
صورت کی بہ نسبت ذات ابلغ فی التاثیر ہے۔ اگر کوئی دعوے کرے کہ نابینا کے ندا کے وقت
آنحضرت علیہ السلام اسکے پاس حاضر تھے تو جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کئی وجہ سے اول
یہ کہ حدیث عام ہے اسمیں حضور و غیب کی تقیید نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس حدیث کے بعض
طرق میں جیسا کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے یہ بیان ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے نابینا کو فرمایا
کہ اگر تجھکو کوئی حاجت پیش آئے تو ایسا ہی عمل کیا کر۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت
علیہ السلام کے حضور و حالت حیات سے یہ ندا کے توسل مختص نہیں ہے۔ سوم وجہ یہ ہے کہ
اگر آنحضرت علیہ السلام کے حضور و حیات میں یہ کام مختص ہوتا تو خود آنحضرت علیہ السلام
بنفس نفیس دعا فرماتے اسکو تعلیم دعا کی ضرورت نہ تھی کہ ایسا کر اور ایسا کہہ۔ بلکہ فقط آنحضرت
علیہ السلام کی دعا انفع و انجح و مقبول ہے۔ چہارم وجہ یہ ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو
عموم سمجھکر اسطرح بیان کیا ہے کہ من کان لہ الی اللہ حاجۃ او الی احد من خلقہ
فلیفعل کما ذکرہ صاحب الحصن الحصین۔ جس کسیکو خدا کیطرف یا کسی مخلوق کیطرف
کوئی حاجت و ضرورت ہو تو وہ ایسا ہی کرے جیسا کہ صاحب حصن حصین نے بیان کیا ہے
پس اگر یہ حدیث آنحضرت علیہ السلام کی زندگی کیساتھ ہی مخصوص ہوتی تو محدثین اسطرح
ذکر نہ کرتے۔ اور لوگوں کو اس حدیث پر عمل کرنیکی ہدایت نہ فرماتے کیونکہ در صورت اختصاص
بحالت حیات آنحضرت علیہ السلام کی وفات کے سبب سے اس حدیث پر عمل کرنا منقطع ہو جاتا
وجہ پنجم صحابہ کرام نے بھی اس حدیث کو عام سمجھکر لوگوں کو انکی حاجت و ضرورت میں
حسب تعلیم نبوی عمل کرنیکا حکم کیا ہے جیسا کہ اس حدیث کے راوی صحابی حضرت عثمان بن حنیف نے

کے زمانہ میں قحط ہوا تو ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پہ حاضر ہوکر قحط کی شکایت
کی کہ یا رسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله صلى الله عليه
وسلم في المنام فقال ائت عمر واقرء السلام واخبره انهم مسقون وقل له عليك
الكيس الكيس فاتى الرجل عمر فاخبره فبكى عمر ثم قال يارب ما آلو الا ما عجزت وذكر
بعضهم ان الذي رای هذا المنام بلال بن الحارث احد الصحابة رضي الله تعالى
عنهم انتهى ۔ (یا رسول اللہ آپکی امت کیلئے پانی طلب فرمائیے کیونکہ وہ ہلاک ہوگئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف فرما ہوکر یہ ارشاد فرمایا کہ عمر بن خطاب کے
پاس جاکر میرا سلام کہو اور یہ بھی خبر کردو کہ وہ پانی پلائے جائینگے۔ اور عمر سے کہو
کہ وہ عقل و تدبیر کو لازم کرلے۔ وہ شخص حضرت عمر کے پاس حاضر ہوکر واقعہ بیان کیا۔ حضرت
عمر رو دئے۔ اور کہا کہ یا اللہ میں نے تدبیر میں کوئی کوتاہی نہ کی مگر جس میں عاجز و مجبور ہوں
بعض نے بیان کیا کہ جس نے یہ خواب دیکھا بلال بن حارث اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں سے ایک صحابی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فتاوی اور اقتضاء الصراط المستقیم میں
اس حدیث کو ذکر کیا اور اسکے صحیح ہونے کا اقرار بھی کیا ہے اور انکی تشریح — قال وما روی
ان رجلا جاء الى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فشكى اليه القحط عام الرمادة فامره ان ياتي عمر
الی آخر الحدیث۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ یہ جو مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
قبر شریف کے پاس آیا اور آپ سے قحط کی شکایت کی وہ عام الرمادہ تھے آنحضرت علیہ السلام
نے اسکو حضرت عمر کے پاس آنیکا حکم فرمایا تا آخر حدیث۔ دلیل چہارم۔ بخاری نے اپنی
صحیح میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے بی بی ہاجرہ مادر اسمعیل علیہما السلام کا قصہ اسطرح بیان فرمایا کہ جب بی بی ہاجرہ کو اور نیز
انکے فرزند اسمعیل علیہ السلام کو پیاس لگی تو پانی کی تلاش میں دوڑ دھوپ کرنے لگیں۔
اسوقت ایک آواز سنیں اور کسی شخص کو نہ دیکھا تب حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ اغث ان کان
عندك غوث۔ میری فریاد کو پہنچ اگر تیرے پاس فریاد رسی ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے صحابہ کو یہ قصہ بیان فرمایا۔ اگر غیر اللہ سے استغاثہ فریاد طلبی شرک ہوتا تو
بی بی ہاجرہ علیہا السلام شرک کا استعمال کیا نہ ہوتا۔ اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام
اپنے صحابہ کو اسکا ذکر بھی نہ فرماتے۔ اور آنحضرت علیہ السلام نے اس ہاجرہ کے استغاثہ
کا رد و انکار بھی نہ فرمایا۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے بعد اسکو صحابہ نقل نہ کرتے۔ اور
محدثین خصوصاً بخاری نے اسکو ذکر کیا ہے جنکی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے پر
امت کا اتفاق ہے۔ بی بی ہاجرہ نے جس غائب شخص سے استغاثہ کیا ہے اگرچہ وہ
حقیقت میں فرشتہ ہے لیکن اسکی حالت غیبت میں محتمل ہے کہ وہ شیطان یا جن یا فرشتہ

آپ کو تو میں شفیع بناتے تو خدا کے پاس تیری شفاعت فرما دیگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا
اللہ واستغفر لھم الرسول تا آخر آیت فرمایا ہے۔ دلیل یازدہم ابن جوزی نے اپنی کتاب الوفا بفضائل المصطفیٰ میں اپنی سند
کیساتھ جو ابو بکر منقری سے مروی ہے ذکر کیا ہے کہا ہے کہ ہمکو معمر ابن عبد الواحد اصفہانی نے مدینہ منورہ میں حدیث بیان
کیا کہا کہ ہمکو عمر بن عبداللہ نے خبر دی کہا کہ ہمکو محمد بن عبد الواحد نے خبر دی کہ اس نے ابو بکر محمد بن خطاب سے سنا کہا کہ میں نے ابو بکر منقری
سے سنا کہتے تھے کہ میں اور ابو الشیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم شریف میں ایسی حالت پر تھے کہ بھوک ہم پر غالب تھی اس
دن ہم نے کچھ نہیں [illegible] وقت عشاء قبر شریف نبوی کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ الجوع الجوع بھوک
معلوم ہوتی [illegible] اس سے واپس آ گیا ابو القاسم نے مجھکو کہا کہ یا رزق ہے یا موت۔ ابو بکر نے کہا کہ میں سو گیا اور
ابو الشیخ [illegible] بیٹھے تھے دروازہ پر ایک علوی (سید) آکر دروازہ ٹھوکا ہم نے دروازہ کھولا تو اس علوی کیساتھ دو
غلام تھے [illegible] ایک زنبیل تھی جسمیں بہت کچھ تھا ہم بیٹھ کر کہائے باقی ہمارے پاس رکھ چھوڑا جب ہم کہانے سے
فارغ ہوئے تو [illegible] علوی نے کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی تھی میں نے آنحضرت علیہ السلام
کو خواب میں دیکھا تو تمہارے پاس کچھ کہانا بھیجنے کا حکم فرمایا انتہی۔ اس تذکرہ کو ایک جماعت محدثین نے ذکر کیا ہے
جنمیں سے [illegible] قسطلانی وغیرہم بھی ہیں اسیطرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے بعض فتاوی اور اقتضاء
الصراط المستقیم میں اسکے صحیح ہونیکا اقرار کیا ہے۔ دلیل دوازدہم ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں ذکر کیا ہے کہا کہ
ہمکو [illegible] نے خبر دی کہا کہ ہمکو [illegible] نے خبر دی کہا کہ ہمکو ابو عبد الرحمان سلمی نے خبر دی کہا کہ میں نے منصور بن عبداللہ کو کہتے ہوئے
سنا کہ ابو الخیر اقطع کہتے تھے کہ میں مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فاقہ کی حالت سے داخل ہوا وہاں پانچ روز رہا تو کوئی
چیز نہیں چکھا تو قبر شریف [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھکر عرض کیا یا رسول اللہ
آج شب کو میں آپکا مہمان ہوں وہاں سے دور ہو کر منبر کے پیچھے سو رہا خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور
ابو بکر کو آنحضرت علیہ السلام کے [illegible] طرف اور حضرت عمر کو بائیں طرف اور حضرت علی کو روبرو دیکھا حضرت علی نے
مجھکو حرکت دیکر [illegible] فرمایا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میں اٹھکر آنحضرت علیہ السلام کے دونوں آنکھوں کے
مبارک درمیان بوسہ دیا تو آنحضرت علیہ السلام نے مجھکو روٹی عطا فرمائی کچھ تو اس میں سے کہایا جب بیدار ہوا تو باقی
آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔ دلیل سیزدہم ابن جوزی کی صفۃ الصفوۃ کے دوسرے باب استسقاء بقبر شریف
نبوی میں ذکر کیا ہے کہ ہمکو عبد الاول بن عیسیٰ نے خبر دی اور اپنی سند کو ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ تک پہنچایا
کہا کہ اہل مدینہ سخت قحط زدہ ہو کر عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ قبر شریف
نبوی سے آسمان کیطرف دریچہ کرو کہ درمیان میں چھت حائل نہ رہے اسی طرح کیا تو بارش ہوئی سبزہ اگا اور
اونٹ موٹے ہو گئے حتیٰ کہ چربی کی زیادتی سے پھٹ گئے۔ انتہی عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت علیہ السلام سے
اسیطرح سنا ہوگا ورنہ اپنی رائے سے کسطرح یہ کام ادا فرماتیں۔ دلیل چاردہم ابن قیم نے اپنی کتاب اغاثۃ اللھفان
میں ذکر کیا ہے ابن اسحاق سے جو مغازی میں ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے شہر تستر فتح کیا تو ہرمزان کے گھر
میں ایک تخت پایا جس پر ایک میت تھی اسکے سر کے پاس مصحف تھا ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس
وہ اٹھا لایا تو انہوں نے کعب کو بلا کر عربی میں لکھوایا میں پہلا عرب ہوں جو اسکو پڑھا میں نے ابو العالیہ سے کہا اس میں

خوف زدہ ہو کر اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کا قصد کر کے قبر شریف نبوی پر حاضر ہو کر قبر پر منہ ملنے لگے اور رونے لگے تا آخر قصہ
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قبر شریف نبوی پر منہ ملنا صحابہ کے روبرو ہوا کسی نے بلال پر انکار اور اعتراض نہیں کیا انتہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو ایوب انصاری کا قبر
شریف نبوی پر پیشانی کو رکھنا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاک پاک قبر شریف نبوی کو آنکھوں پر لگانا (۱۷۵ و ۱۷۹) مع سند کے مذکور ہوا
اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء و غیرہم بزرگان دین کی قبروں کو بوسہ دینا اور انکی دہلیز و چوکھٹ کو چومنا جائز ہے والدین کی قبر
کو بوسہ دینا بھی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری مطبوعہ احمدی جلد پنجم صفحہ ۲۳۲ میں ہے - لا باس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب
اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینا مضائقہ نہیں ہے بزرگوں کے روبرو زمین پر رخسارہ کو رکھنا یعنی زمین بوسی مضائقہ نہیں ہے
جیسا کہ نقل الخطاب مؤلفہ مولانا سید شاہ عبد اللطیف صاحب دہلوی مطبوعہ [illegible] میں ہے و صاحب تمال القنیا پر روایت جامع
الصغیر [illegible] یکرہ - لا باس بوضع الخدین بین یدی المشائخ انتہی - وقال صاحب النہایۃ عن الامام الرازی افتی بجواز تقبیل اعتاب
الاولیاء علی قصد التبرک من غیر کراہۃ انتہی - وقال صاحب مصباح الانام وقد کان السبکی مع سعۃ علمہ وجلالۃ قدرہ یمرغ خدہ فی عتبۃ
المحدیث التی [illegible] قدم الامام النووی حتی قال لعلی ان امس بوجہی موضعا مسہ قدم النواوی - کہا صاحب نہایہ
نے کہ امام رازی نے اولیا کی چوکھٹ و دہلیز چومنا بلا کراہت جائز ہونے کا فتوی دیا ہے بقصد تبرک - مشائخ و بزرگان دین کے
سامنے زمین پر رخسارہ رکھ دینا مضائقہ نہیں ہے صاحب مصباح الانام نے کہا کہ علامہ تقی الدین سبکی باوجود واسع العلم و جلیل القدر ہونے
کے اپنے استاد امام نووی کے دار الحدیث میں زمین پر رخسارہ ملتے تھے اس خیال سے کہ شاید امام نووی کا قدم جس زمین پر پڑا ہے
رخسارہ اسکو مس کرے اور مشرف ہو - دلیل ششم حاکم نے مستدرک میں شرط شیخین پر روایت کیا ہے کہ ابو ایوب انصاری نے خلافت
معاویہ میں اپنے فرزند یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ پر جنگ کیا وہاں شہید ہوئے تو مسلمانوں نے انکو شہر پناہ کے نیچے دفن کیا اہل روم قحط
سالی انکی قبر کی برکت توسل سے استسقا یعنی پانی مانگتے ہیں اور قبر کی زیارت کرتے ہیں - دلیل ہفتم ابن قیم نے اپنی کتاب الکلیات
اور کتاب البعث والنشور میں ان دو آدمیوں کا ذکر کیا ہے جنہیں سے بعض روافض نے ایک کی زبان کو کاٹا تھا اور دوسرے شخص کی
انگلیوں کو چھوڑ دیا تھا ہر دو قبر شریف نبوی پر حاضر ہو کر استغاثہ کیا تو ان کی گم شدہ زبان و انگلیاں لوٹا کر سرفراز کیا -
دلیل ہشتم ابن جوزی نے اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ میں ابو ایوب یعنی کسی قریشی کا ذکر کیا ہے کہ اسکے متعلقین سے ایک
عورت عبادت میں زیادہ کوشش کرتی تھی وانما الصیام طولیۃ القیام تھی اس کے پاس ایک روز شیطان بصورت آدمی آ کر کہا کب تک
اس جسد و روح کو عذاب دیتی رہیگی اگر صیام و قیام کم کر دیگی تو ہمیشہ دوام عبادت پر قوت رہیگی اس عورت نے کہا کہ اس وسوسہ
نے مجھے وسوسہ کا اثر کیا کہ صیام و قیام کم کر دینے پر آمادہ ہوگئی پھر مسجد نبوی میں داخل ہو کر قبر شریف سے توسل کر کے ذکر الٰہی و درود
رسالت پناہی میں مشغول رہی مغرب و عشا کے درمیانی وقت تھا استغفار کر کے اس وسوسہ شیطانی کو ذکر کرتی خدا سے دعا
مانگی قبر شریف نبوی سے ایک آواز سنی فرمان ہوا کہ - ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعو حزبہ لیکونوا من اصحاب
السعیر میرا دل اس وسوسہ سے پاک ہوا اس شب کے بعد سے پھر کبھی اس قسم کا وسوسہ نہ ہوا انتہی - قبر شریف سے استغاثہ کرنا یعنی
صالحین میں ایک امر معلوم و معمول تھا اس استغاثہ کی برکت سے اسکا وسوسہ دفع ہوا قبر شریف سے آواز اتباع شیطانی سے اجتناب
کی سنائی گئی - دلیل نہم ابن جوزی کی کتاب صفۃ الصفوۃ میں (اسکی سند جو احمد بن حنبل تک پہنچی ہوتی ہے) مذکور ہے کہ ابن خزیمہ
بشر بن حارث حافی کو خواب میں دیکھا بشر حافی اکابر تابعین سے ہیں امام احمد بن حنبل سے ورع کا سوال کرتا تو کہتے تھے کہ ورع
کی کیفیت تو بشر بن حارث سے پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہیں تو بغداد کا [illegible] امام المحدثین علی بن مدینی بشر حافی کے [illegible]

ابن ابی ذئب سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے منبر کو مسح کیا۔ پس جبکہ منبر پر بقصد تبرک مسح کرنا ثابت ہے تو منبر
جس ذات پاک سے شرف حاصل ہوا ہو اس ذات پاک سے توسل کس طرح ممنوع ہوگا۔ دلیل دوم علامہ مقری مالکی نے فتح المتعال
بصفۃ النعال میں ولی الدین عراقی سے نقل کرتے کہ (حافظ ابوسعید بن العلاء نے کہا کہ شیخ کلام احمد بن حنبل میں جزء قدیم میں
دیکھ پر ابن ناصر وغیرہ حفاظ کا خط ہے) دیکھا کہ قبر شریف و منبر شریف کو بوسہ دینا امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا تو جواب فرمایا کہ
(لا باس بذلک) کچھ مضائقہ نہیں ہے ہم نے ابن تیمیہ کو یہ جواب دکھلایا تو تعجب کرنے لگے اور کہا کہ میں احمد بن حنبل سے تعجب
کرتا ہوں میرے پاس انکا بڑا مرتبہ ہے یہ انکا کلام ہے کونسی عجب بات ہے کہ ہمکو امام احمد بن حنبل کی خبر ملی ہے کہ وہ امام
شافعی کا پیرہن دھوکر پیرہن دھویا ہوا پانی نوش کیے امام احمد بن حنبل جب اہل علم کی ایسی تعظیم کرتے تھے تو انبیاء وصحابہ
کے آثار کی تعظیم کا کیا حال ہوگا۔ مجنون عامری نے کیا ہی اچھا کہا ہے ۔ امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذا الجدار و ذا الجدار و
وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا۔ دلیل سوم بخاری وغیرہ میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد
وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور کہا کہ بابی انت وامی طبت حیا ومیتا۔ ابن جوزی نے کتاب الوفا میں حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے مثل بیان کیا ہے اس سے میت کو بوسہ دینا اور ندا وخطاب کرنا ثابت ہوا اگر ممنوع ہوتا تو ابوبکر وعلی
رضی اللہ عنہما یہ کام نہ کرتے تھے۔ دلیل چہارم ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہا کہ جب ابو
عبداللہ امام احمد بن حنبل قید میں تھے تو فضل بن ربیع کی بعض اولاد نے تین موئے مبارک عطا کیے امام احمد نے موت کے وقت یہ
وصیت کی ہر ایک آنکھ پر ایک اور زبان پر ایک موئے مبارک رکھا جائے حسب وصیت عمل کیا گیا انتہی
دیکھیے امام احمد بن حنبل نے موئے مبارک سے توسل و تبرک کیا حالانکہ وہ جانتے تھے بلکہ وہ آنحضرت علیہ السلام کے موئے مبارک
ہونے کا یقین بھی نہیں صرف نسبت وشہرت پر اسقدر تعظیم اور کی ہم غلامان امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان اکابر دین
کی پیروی ضرور ہے بزرگوں کے آثار شریفہ کی صحت سند کی تحقیق ضرور نہیں صرف نسبت شہرت کافی ہے دلیل پنجم سفیری
شارح بعض مجالس احادیث بخاری نے ذکر کیا ہے کہا کہ عزالدین بن جماعہ نے اپنی کتاب الانس المحاضرۃ میں علی بن میمون
سے نقل کیا ہے کہا کہ شیخ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے (انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجئی الی قبرہ فی کل یوم
یعنی زائرا فاذا عرضت حاجۃ صلیت رکعتین وجئت وسئلت اللہ تعالی الحاجۃ عندہ فما تبعد حتی تقضی انتہی)
(وصلیا الاخوان) کہ میں ابوحنیفہؓ سے تبرک حاصل کرتا ہوں انکی قبر شریف پر ہر روز زیارت کیلئے آتا ہوں جب کوئی حاجت
پیش ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور قبر شریف ابوحنیفہؒ کے پاس آکر اللہ تعالی سے حاجت طلب کرتا ہوں تو بہت
جلد میری حاجت روا ہوتی ہے انتہی۔ اس روایت سے سفر زیارت درست ثابت ہوا اور لاتشد الرحال کا مفہوم سفر زیارت
سے مانع نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی قبر شریف کو امام شافعی رضی اللہ عنہ کا وسیلہ بنانا اور وسیلہ بنانے سے انکی حاجت
روائی وحصول مراد بھی ثابت ہوا جب ایسے اکابر امامان دین نے قبر سے خود توسل کیا اور جائز رکھا ہے تو مانعین کو بجز حسرت
حرمان کے کچھ نصیب نہیں

انبیاء اولیاء سے توسل وشفاعت طلبی وندا استغاثہ کے جواز پر فقہا کے اقوال

ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں عتبی کے قصہ میں جس نے بعد وفات نبی علیہ السلام سے شفاعت طلب کی کہا کہ بعض اصحاب
شافعی واحمد نے اس حکایت کی قبولی بیان کرتے ہوئے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے مقصود یہ کہ ابن تیمیہ نے اقرار کیا ہے

طالب ہوا ہے پس (یا محمد بن بے سر و سامان مدد ے) اور غوث اعظم بن عاجز و حیران مدد ے) لکھنا بدرجہ اولی جائز ہے

(سماع موتی کے حنفیہ وجملہ فقہاء و محدثین قائل ہیں فقط معتزلہ اور وہابیہ منکر ہیں)

اگر کوئی اعتراض کرے کہ مذہب حنفی میں زندوں کے کلام کو مردوں کا سننا ثابت نہیں ہے کیونکہ حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں زید سے کلام نکرونگا پس اگر زید مرنیکے بعد اس کی قبر پر جاکر اس سے کلام کریگا تو وہ حانث نہوگا اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اگر حنفیہ سماع موتی کے قائل ہوتے تو زید مرنیکے بعد کلام کرنے سے حانث ہونیکا حکم کرتے تھے جواب یہ ہے کہ حنفیہ حانث نہونیکا حکم کرنے سے حنفیہ کو سماع موتی کے منکر سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ حانث نہونیکا حکم کرنا صرف اس بنا پر ہی کلام کرنا جو عرف میں معروف ہے وہ زندوں سے کلام کرنا مراد ہے قسم کھانیوالے نے زید سے کلام کرنے پر قسم کھائی تھی اس سے یہی مراد ہے کہ زید زندہ رہنے تک اس سے کلام نکریگا اسی مطابق اس نے زید سے کلام نہیں کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹیگی وہ حانث بھی نہوگا کیونکہ مرنے کے بعد میت سے کلام کرنے کو عرف میں تکلم نہیں کہا جاتا زندوں سے بات کرنے کو ہی کلام کہا جاتا ہے جیساکہ امام ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرمایا ہے یمینہ لا ینعقد الا علی الحی لان المتعارف هو الکلام معه پس حانث نہونیکا حکم کرنے سے حنفیہ کو سماع موتی کے منکر سمجھنا غلط ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حنفیہ نے قبر پر میت کی تلقین کو لغو کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر حنفیہ سماع موتی کے قائل ہوتے تو تلقین میت کو ہرگز لغو نہ کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ عدم سماع موتی کیوجہ سے حنفیہ نے تلقین کو لغو نہیں کہا ہے بلکہ اس لئے کہ تلقین میں توحید و رسالت و مسئل وجود ... قبر و وزن اعمال و پلصراط جنت و دوزخ و حشر و نشر ... امور آخرت و عقائد اسلام ... وصادق ہونے پر ایمان لانیکی تعلیم و تاکید کی جاتی ہے ان امور مذکورہ کی تعلیم و تلقین زندگی میں نہایت مفید اور ضروری ہے مرنیکے بعد ان امور کی تلقین لغو ہے کیونکہ اگر وہ اسلام و ایمان پر مرا ہے تو شہادت توحید و رسالت و جملہ عقائد اسلام پر اس کا ایمان واعتقاد ثابت ہوا پھر اس تلقین کی کچھ حاجت و ضرورت نہ رہی۔ اگر وہ کفر پر مرا ہے تب بھی یہ تلقین لغو ہے کیونکہ مرنیکے بعد ایمان لانیکا کیا موقعہ ہے اور کیا فائدہ ہے اس لئے حنفیہ نے تلقین میت کو ایک لغو فعل کہا ہے تلقین کو لغو کہنے سے حنفیہ کو سماع موتی کے منکر سمجھنا بالکل غلط ہے مولانا ملک العلماء بحر العلوم عبد العلیؒ نے ارکان اربعہ میں فرمایا ہے للمیت لا فائدة فی تلقینه اصلا لانه ان مات مسلما فهو ثابت علی الشهادة بالتوحید والرسالة فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفیدہ التلقین لانه لا ینفعه الایمان بعد الموت وما قیل ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فهذا باطل پس صاحب غایۃ الاوطار یعنی مترجم در مختار نے حنفیہ کے سماع موتی کے منکر ہونے پر زید سے کلام نکرنے پر قسم کھانیوالا بعد موت کے زید کے قبر سے کلام کرنیکی صورت میں حانث نہونے کے مسئلہ حنفیہ سے اور تلقین میت کو حنفیہ لغو کہنے کو جو دلیل وسند گردانا ہے باطل ہے اور انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور کو سماع موتی کی نفی پر دلیل گردانا بھی باطل ہے اس لئے کہ ان آیات مذکورہ میں سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ اسماع کی نفی ہے علاوہ اسکے جنگ بدر میں کفار قلیب بدر کو آنحضرتؐ نے ان کے نام سے پکارا تو صحابہ نے عرض کیا جسم بیجان کو آپ پکارتے ہو کیا وہ سنتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا انتم باسمع منهم تم ان مردہ کفار سے زیادہ نہیں سن سکتے ہو لیکن وہ ایسا جواب نہیں دیتے جس کو تم سن سکو۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفار موتی بھی سنتے ہیں۔ امام ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ کے آخر کتاب الحج میں فرمایا ہے وقالوا فی زیارة القبور مطلقا الاولی ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسه فانه اتعب لبصر المیت علمائے مطلقاً زیارت قبور کے بارہ میں کہا ہے کہ زائر میت کے پاؤں کی طرف سے نہ آوے

فاذا اراد اللہ ان یسمعہم کلام الاحیاء فہم یسمعون وعلیہ یحمل الحدیث ولا بد من التطبیق بین الکتاب والسنۃ بالحمل السماع العادی مثل الاحیاء منفی عن الاموات والسماع المخصوص ببعض الاحیان ثابت لہم بنصوص الاحادیث الصحیحۃ والکتاب لا ینفیہ — ویقال ان المراد فی الآیۃ بالاحیاء المؤمنون والاموات الکافرون وقد اخرج العقیلی عن ابی ہریرۃ قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتیٰ فہل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیہم قال قل السلام علیکم یا اہل القبور الی آخرہ قال ابو رزین یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا قال السیوطی ای جوابا یسمعہ الحی والا فہم یردون حیث لا نسمع انتہیٰ۔

خلاصہ اس تحریر کا یہ ہے کہ میت کے اجزاء بدن بوسیدہ و پاریدہ و پراگندہ و خاک و خاکستر ہونے پر بھی اسے روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔ اسلئے زائرین کے کلام و سلام کو موتیٰ قبروں میں سنتے اور پہچانتے اور ان کیلئے دعائے خیر کرتے ہیں۔ باہم انس لیتے ہیں۔ بعض نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں باہم دیگر ملاقات کرتے ہیں۔ خوش عیش رہتے اور لباس پہنتے۔ جنت کے پھل کھاتے۔ اور اسکا پانی پیتے ہیں زائرین کے احوال کو جانتے ہیں۔ اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور اون کی صورتوں کو دیکھتے ہیں مگر اتنی بات ہے کہ اپنی صورتیں و آواز زندوں کو جب چاہیں دکھا و سنا نہیں سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بعض زندوں کو ان موتیٰ کی صورتیں اور ان کا کلام دکھاتا و سناتا ہے۔ اور بعض وقت کلام زائرین کو نہ سنتے ہیں نہ جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں بلکہ اپنی قبروں میں سوتے ہوئے غافل یا عالم قدس میں اسطرح مشغول رہتے ہیں۔ کہ اپنے قبور و ابدان کیطرف ملتفت نہیں ہوتے۔ ہمارے شیخ ابن قیم نے اللہ کے قول انک لا تسمع الموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور کے متعلق کہا ہے کہ سیاق عبارت اس بات پر دال ہے کہ یہاں مردہ دل کافر مراد ہے یعنی۔ اے نبی تم مردہ دل کافر کے ایسے سنانے پر جس سے وہ نفع پاسکے قادر نہیں ہو۔ جس طرح تم اہل قبور کے سنانے پر جس سے وہ نفع پاسکیں قادر نہیں ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ اہل قبور کچھ بھی کسیطرح بھی سنتے ہی نہیں۔ یہ کسطرح ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اہل قبور اپنے رخصت کرنیوالوں کے جوتوں کی آوازوں کو سنتے ہیں تا آخر قول مبسوطاً و ہبکی نے کہا کہ اور اکات مثل علم سماع بیشک شہداء و جملہ موتیٰ کے لئے ثابت ہے۔ ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم کیا کہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو اسطرح کریں جسطرح خطاب کرنیوالوں کو سلام کرتے ہیں۔ یعنی کہے السلام علیکم دار قوم مومنین۔ اسطرح سننے و سمجھنے والوں کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اگر اہل قبور کو سماعت و عقل و ادراک نہ ہو تو یہ خطاب بمنزلہ خطاب معدوم و جماد ہے سماع موتیٰ پر سلف کا اجماع ہے۔ ان سے متواتر آثار ثابت ہیں۔ اس امر پر کہ میت اپنے زندہ زائر کو پہچانتی۔ اور اس سے خوش ہوتی ہے۔ اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ مردہ بات بھی کرتا ہے۔ اور سنتا ہے۔ اور ابن تیمیہ کا یہ بھی قول ہے کہ احادیث و آثار اس بات پر دال ہیں کہ جب زائر آتا ہے۔ تو اس کو مزور یعنی مردہ پہچانتا ہے۔ اسکا کلام سنتا ہے اس سے

چونکہ اس میں میت کی بعبارت کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے زائر کو میت کا دیکھنا ثابت ہوا اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ
میں ہے (بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت میکنند بر وجود علم موتی بدنیا واہل آں پس منکر نشود
ن را مگر جاہل باخبار ومنکر دین) اس سے معلوم ہوا کہ علم وادراک موتی کا منکر جاہل ومنکر دین ہے۔ اشعۃ اللمعات کے آخر
ب الجنائز میں ہے (درین حدیث دلیلے واضح است بر حیات میت وعلم وی وآنکہ واجب است احترام میت نزد
یات وی خصوصاً صالحان وملاعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانکہ در حیات ایشان) ھدایۃ المہدی جلد اول
ص ۵۹ میں مولوی وحید الزماں نے لکھا ہے (وانما یبقی للروح تعلق ما باجزاء البدن وان بلیت وتمزقت وتفرقت
ادت ترابا اور رمادا ولذالک تسمع الموتی فی القبور سلام الزائرین وکلامھم ویعرفون من یسلم علیھم ومن
دعو لھم ویستانسون فیما بینھم وناس منھم یصلون ویقرؤن القرآن ویتزاورون ویتلاقون ویتنعمون و
یلبسون ویاکلون من ثمار الجنات ویشربون من میاھھا ویعلمون باحوال زائرھم ویردون سلامھم ویرون
شخاصھم الا انھم لا یقدرون علی ان یسمعوا اصواتھم او یروا اشخاصھم الاحیاء کلما شاؤا وربما یرھم اللہ لبعض
لاحیاء ولیسمع کلامھم وربما لا یسمعون ولا یعلمون ولا یعرفون زائریھم بل یکونون نائمین غافلین فی القبور
مشغولین فی عالم القدس بحیث لا یلتفتون الی قبورھم وابدانھم فی الدنیا قال شیخنا ابن القیم اما قولہ تعالیٰ
انک لا تسمع الموتی وقولہ تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور فسیاق الآیۃ یدل علی ان المراد ھھنا ان
الکافر المیت القلب لا تقدر علی اسماعہ اسماعا ینتفع بہ کما ان من فی القبور لا تقدر علی اسماعھم اسماعا
ینتفعون بہ ولم یرد سبحانہ ان اصحاب القبور لا یسمعون شیئا البتۃ کیف وقد اخبر النبی صلعم انھم یسمعون
خفق نعال المشیعین الی آخر ما قال وبسط الکلام قال السبکی اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک
ان ذلک ثابت للشھداء ولسائر الموتی وقال شیخنا ابن القیم وقد شرع النبی لامتہ اذا سلموا علی اھل القبور
ان یسلموا علیھم سلام من یخاطبونہ فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین وھذا خطاب لمن یسمع ویعقل
ولا ذلک لکان ھذا الخطاب بمنزلۃ خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون علی ھذا وقد تواترت
الآثار عنھم بان المیت یعرف بزیارۃ الحی لہ ویستبشر بہا وقال شیخنا ابن تیمیۃ قد یتکلم المیت ویسمع
ایضا من کلامہ والاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع کلامہ و
انس بہ ورد سلامہ علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لا توقیت فی ذالک وقد شرع
النبی لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونہ ممن یسمع ویعقل انتھی قلت قد خالفنا فی
مسئلۃ سماع الموتی المعتزلۃ وفقھاء الاحناف وبعض المنتحلین ممن سمی نفسہ باھل الحدیث ولیس من
اھل الحدیث وتمسک بظاھر قولہ تعالیٰ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات قلنا مقصود الآیۃ عدم
المساواۃ فی سماع اجابۃ او سماع دائمی عادی مثل الاحیاء اما السماع المختص ببعض الاحیان اذا اراد اللہ
اسماعھم فیدل علیہ سیاق الآیۃ حیث قال فیما بعد ان اللہ یسمع من یشاء وقال النبی ما انتم باسمع
لما اقول منھم

کہ انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم و عشائرکم من الاموات فان کان خیرا استبشروا وان کان غیر ذالک قالوا اللھم لا تمتھم حتی تھدیھم کما ھدیتنا۔ بیشک تمہارے اعمال تمہارے اقارب و عشائر اموات پر پیش ہوتے ہیں اگر نیک عمل ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر نیک عمل نہیں ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ یا اللہ ان کو ہماری طرح ہدایت کیے بغیر موت مت دے۔ پس جبکہ موتی سنتے ہیں اور زائرین کو پہچانتے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں اور زندہ لوگوں کے اعمال و احوال سے واقف ہو کر نیک اعمال سے خوش۔ اور بد اعمال کی تبدیل و اصلاح حال کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں تو ان اموات صالحین سے توسل و مدد مانگنا بھی بیشک و شبہ جائز ہے۔

فصل قبروں پہ پھول یا پھول کی چادر و پھول کا پنکھا چڑھانے اور صندل لگانے و عود و بخور جلانے و غلاف ڈالنے کے بیان میں ہے۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی دو قبروں پر گذر ہوا کہ دونوں قبر والے عذاب میں مبتلا تھے۔ آنحضرت علیہ السلام نے کھجور کی شاخ تر و تازہ چیر کر ہر ایک قبر پہ ایک ایک ڈالی لگا کر فرمایا کہ ان ہر دو کے عذاب میں تخفیف ہوگی جبتک یہ دونوں ڈالیاں خشک نہ ہوں۔ اس حدیث سے علماء نے استدلال کر کے پھول و سبزہ و سبز ڈالی و سبز درخت کا قبروں پہ رکھنا جائز و موجب تخفیف عذاب میت کہا ہے۔ علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں کہا ہے۔ قد ورد الحدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم شق جریدۃ نصفین ووضع علی کل قبر نصفا وکانا قبرین یعذب صاحباھما وقال انی لارجو ان یخفف عنھما ما لم ییبسا لانھما یسبحان ما داما رطبین وبہ تنزل الرحمۃ کما فی شرح البخاری وشرح المشکوۃ وقد افتی بعض الائمۃ من المتاخرین من اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث واذا کان یرجی التخفیف للمیت بتسبیح الجرید فتلاوۃ القرآن اعظم برکۃ انتھی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ کو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک قبر پہ ایک ڈالی لگا کر ارشاد فرمایا کہ ان ہر دو کو عذاب ہوتا تھا جبتک یہ ڈالیاں خشک نہ ہوں گی تسبیح کرتی ہیں ان کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی میں امید رکھتا ہوں اور رحمت الٰہی نازل ہوگی جیسا کہ شرح بخاری میں ہے اور شرح مشکوٰت میں ہے کہ ہمارے بعض ائمہ متاخرین حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جس قسم کی خوشبو و پھول و شاخ تر رکھنے کی عادت جاری ہے اس حدیث کی اتباع سنت ہے۔ جبکہ شاخ تر کی تسبیح سے تخفیف عذاب میت کی امید کیجاتی ہے تو تلاوت قرآن سب سے بڑی برکت کی چیز ہے۔ انتہی۔ فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصری جلد پنجم صفحہ ۳۵۱ میں ہے وضع الورود والریاحین علی القبور حسن۔ ترجمہ پھول و سبزہ و خوشبو چیزوں کا قبروں پر رکھنا اچھا ہے۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل الاربعین صفحہ ۳۹ نہادن گل بر قبر از جملہ مسنونات است چنانچہ صاحب لوامع الانوار میفرماید گیسوؒ وضع جریدۃ خضراء علی القبر لاتباع وسندہ صحیح۔ ولانہ یخفف عنہ العذاب ببرکۃ تسبیحھا وتسبیحھا اکمل من تسبیح الیابس لما فی ذالک من نوع حیاۃ وقیس بھا ما اعتید من طرح الریحان

السنت پاتا ہے۔ اور ان کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہ شہدا و غیرہم کے حق میں عام ہے۔ اس میں کچھ وقت مقرر نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم فرمایا ہے کہ اہل قبور کو ایسا سلام کریں جیسا کہ وہ اپنے مخاطب سننے و سمجھنے والوں کو سلام کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ صاحب کتاب مولوی وحید الزمان نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ معتزلہ و فقہائے احناف اور بعض وہ لوگ جنہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہے۔ اور دراصل اہل حدیث نہیں ہیں۔ سماع موتیٰ کے مسئلہ میں ہم سے مخالف ہیں یعنی ہم سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ اور معتزلہ و فقہائے احناف و جہو۔ ٹے مدعیان اہل حدیث منکر ہیں و نیز فقہائے حنفیہ ہرگز سماع موتیٰ کے منکر نہیں ہیں جسکی تحقیق و تفصیل سابقاً مذکور ہو چکی۔ (پھر کہتا ہے) سماع موتیٰ کے منکرین نے **وما یستوی الاحیاء و الاموات** کو عدم سماع موتیٰ پر دلیل گردانا ہے ہم کہینگے کہ آیت سے سماع اجابت یا سماع دائمی عادی مثل سماع احیاء میں مردوں و زندوں کی مساوات مقصود ہے۔ لیکن بعض اوقات کیساتھ جو سماع مختص ہے اس قسم کا سماع جب خدا موتیٰ کو سنانا چاہے تو اوس کے ثبوت پر سیاق آیت دال ہے جیساکہ اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **ان اللہ یسمع من یشاء**۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ **ما انتم باسمع من ھؤلاء** (اے عمران موتیٰ سے زیادہ تم نہیں سنتے ہو) پس جب زندوں کا کلام موتیٰ کو خدا سنانا چاہے تو موتیٰ سنتے ہیں۔ اسی مدعا پر حدیث محمول ہو گی۔ اور قرآن و حدیث میں تطبیق کی ضرورت ہے اسلئے آیت **انک لا تسمع الموتیٰ**۔ زندوں کے مثل مردے نہیں سننے پر عمل کیا جائیگا۔ اور احادیث صحیحہ سے بعض اوقات میں موتیٰ کا سماع ثابت کیا جائیگا۔ جسکی نفی قرآن نہیں کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ احیاء سے مومنین اور اموات سے کفار مراد ہیں۔ عقیلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ابو رزین نے کہا کہ یا رسول اللہ میرا راستہ موتیٰ پر سے ہے کیا کوئی ایسا کلام ہے جب کیا تو موتیٰ سے کلام کروں۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا **السلام علیکم یا اھل القبور** تا آخر کہو۔ ابو رزین نے کہا کیا وہ مردے سنتے ہیں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے ہیں۔ سیوطی نے کہا ایسا جواب جسکو زندہ لوگ سن سکیں نہیں دیتے ہیں۔ ورنہ وہ موتیٰ جواب تو ضرور دیتے ہیں جس کو ہم نہیں سن سکتے۔ انتہیٰ پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ سماع موتیٰ حق ہے بجز معتزلہ اور باطل مدعیان اہل حدیث کے کوئی اہل حق اس کا منکر نہیں ہے۔ اسکے علاوہ زندوں کے اعمال کا مردوں پر پیش ہوتا۔ اور نیک اعمال سے خوش ہونا۔ اور بد اعمال سے ناخوش ہو کر ان کے اصلاح حال کیلئے دعائے خیر کرنا بہی حدیثوں سے ثابت ہے جیساکہ ابن رجب نے اہوال القبور میں۔ اور حافظ سیوطی نے اپنے رسالہ اللمعۃ عن الاسئلۃ السبعۃ میں بیان کیا ہے۔ عبارت ابن رجب احمع للادلۃ ہے کہا کہ ابن ابی الدنیا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لا تفضحوا امواتکم بسیئات اعمالکم فانھا تعرض علی اولیائکم من اھل القبور** امام احمد نے کہا کہ ہمکو عبد الرزاق نے بیان کیا اسنے انس سے سنے ہوئے شخص سے روایت کی

جماعة منهم الحافظ العينی الحنفی شارح البخاری۔ والمقری المالكی صاحب فتح المتعال۔ والسمهودی الشافعی۔ ولا منافاة بين الكراهة والاستحسان بانه مقيد بنية التبرك والاعمال بالنيات۔ والامور بمقاصدها ولكل امرئ مانوی ونية المؤمن خير من عمله انتهى۔ (ترجمہ) سوائے قرآن شریف کے دوسری چیزوں کو بوسہ دینا جیسا کہ انبیا و قابل تبرک صلحا کی قبروں کو چومنے اور بوسہ دینے میں علماء کو کلام ہے۔ بعض نے مکروہ کہا ہے۔ بعض علماء نے مستحسن کہا ہے حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے مطلقاً قبروں کو بوسہ دینا مباح کہا ہے۔ جبکہ بقصد تبرک ہو۔ اسی قول پر ایک گروہ محدثین نے اعتماد کیا ہے۔ منجملہ ان کے حافظ علامہ بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری اور مقری مالکی صاحب فتح المتعال۔ اور علامہ سمہودی شافعی ہیں۔ اسکے مکروہ و مستحسن ہونے میں کوئی ضد و منافات نہیں ہے۔ کیونکہ بوسۂ قبور کا جواز تبرک کی نیت سے مقید ہے۔ اور اعمال کا تعلق نیت پر ہے۔ ہر آدمی کو اپنی نیت کے مطابق اجر ہوگا۔ مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ اور اس سے قبل توسل و استمداد کے بیان دلائل اثبات میں سے دلیل پانزدہم میں مذکور ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر اپنی پیشانی کو رکھا تو مروان نے اعتراض کیا اسکے جواب میں فرمایا۔ جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم آت الحجر۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ہوں سلئے پیشانی رکھدیا ہوں۔ حجرہ یا پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں۔ جو پیشانی نہ رکھوں اس حدیث سے بوسۂ قبر ثابت ہوا۔ اسیطرح دلیل شانزدہم میں ہے کہ حضرۃ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے یکمشت خاک پاک کو لیکر آنکھوں پر رکھا۔ اور گریاں و نالاں اشعار پڑھیں۔ ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا ٭ صبت علی مصائب لو انها ٭ صبت علی الایام صرن لیالیا ٭۔ اس حدیث سے بھی خاکبوسی قبر شریف ثابت ہے۔ نیز دلیل ہفدہم میں مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب دیکھکر گھبرا کر مدینہ منورہ میں قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر قبر شریف پر پیشانی ملنے لگے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو دیکھکر اعتراض نہیں کیا۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبة مسائل الاربعین کے صفحہ (۳۸) میں ہے وقال الخطيب بعد ما ذكر عن بلال وابن عمر لا شك ان الاستغراق فی المحبة يحمل على الاذن فی ذلك والقصد من ذلك كله الاحترام والتعظيم خطیب نے بلال و ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات ذکر کرنیکے بعد کہا کہ بیشک محبت میں مستغرق ہونا ان کاموں کے اذن پر برانگیختہ کرتا ہے۔ ان سب کاموں سے مقصود احترام و تعظیم ہے۔ پھر اسکے بعد کہا کہ وعلى هذا يحمل قول المحب الطبری و ابن ابی الصيف۔ یعنی

ونحوہ۔ پس انداختن چادر و گل بر جنازہ نیز ہمیں حکم دارد۔ و ہر چیزیکہ راحت رسان زندہ است راحت رسان مردہ است) قبر پر سبز ڈالی کا رکھنا اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مسنون ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور شاخ سبز کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ کیونکہ شاخ تر کی تسبیح سوکھی ڈالی کی تسبیح سے کامل تر ہے۔ کیونکہ شاخ تر میں ایک قسم کی حیات ہے۔ شاخ تر پر قیاس کر کے پھول و سبزہ و صندل وار گجہ وغیرہ خوشبو و تر چیزوں کو قبروں پر ڈالنے کی اجازت ہوگئی ہے۔ پس جنازہ پر چادر و گل ڈالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور جو چیز زندہ کو راحت پہونچاتی ہے مردہ کو بھی راحت پہونچاتی ہے۔ پس جبکہ پھول ڈالنا حسن و بہتر ہے تو اگر تاگے میں پرو کر ہار یا چادر گل بناکر یا پنکھے کی شکل بناکر قبروں پر رکھنا۔ تاکہ وہ مجتمع رہیں۔ ہوا کی وجہ سے پراگندہ و متفرق نہ ہو جائیں اور قبروں سے دور نہ ہونے پائیں بیشک جائز ہے کوئی ممانعت کی وجہ نہیں ہے۔ صندل بھی ریاحین و خوشبودار اشیا میں ہے۔ زندوں کی روح کو راحت رساں ہے۔ اور جس چیز سے زندوں کو راحت حاصل ہو اموات کو بھی اس سے راحت ہوتی ہے۔ مالہ بیبسا کے اعتبار سے صندل بھی تر و تازہ خدا کی تسبیح کرنیوالی چیزوں میں داخل ہے۔ خوشبوئی کے اعتبار سے ورد و ریاحین میں شامل ہے اسلئے مثل ورد و ریاحین قبروں پر صندل مالی بھی جائز ہے کیونکہ ورد و ریاحین کا قبر پر رکھنا جبکہ جائز بلکہ حسن و بہتر ہے تو صندل اسی ورد و ریاحین سے مخلوط و مرکب۔ اور خوشبوئی کے اعتبار سے عین ورد و ریاحین ہے تو کوئی وجہ ناجائز و بدعت ہونیکی اس میں نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صندل مالی میں قبروں پر ہاتھ سے ملنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور قبروں پر تعظیماً و تبرکاً ہاتھ رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاوائے عالمگیری مطبوعہ احمدی جلد پنجم صفحہ (۲۲ا) میں ہے۔ ولا یمسح القبر ولا یقبلہ فان ذالک من عادۃ النصارٰی

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عام قبور کا حکم ہے۔ اور خاص قبور کا حکم بھی خاص ہے۔ یعنی والدین کی قبروں کو چومنا اور بوسہ دینا بھی جائز ہے۔ اسی جلد پنجم فتاوای عالمگیری صفحہ (۱۳۳) میں ہے۔ ولا باس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب (ترجمہ) والدین کی قبروں کو چومنا و بوسہ دینا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جبکہ والدین جسمانی کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے تو روحانی والدین اساتذہ و مرشدان نامدار و پیران کامگار اولیا و انبیا علیہم السلام کی قبور شریفہ کو بوسہ دینا بھی بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ اسلئے کہ جسطرح جسم ادنیٰ ہے۔ روح اعلیٰ ہے اسیطرح جسمانی والدین کا مرتبہ ادنیٰ ہے۔ روحانی والدین کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ جس سے روحانی تعلیم و تربیت اور احسان حج معاد حاصل ہوتی ہے۔ پس جسمانی والدین کی تعظیم سے روحانی والدین کی تعظیم افضل و اقدس ہے۔ طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں ہے۔ وما التقبیل لغیر المصحف کقبور الانبیا و من یتبرک بھم فللعلماء فیہ کلام کرھہ بعضھم و استحسنہ بعضھم حتی ان الشافعیؒ اباحہ مطلقا اذا کان للتبرک و اورد واعتذار

صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور آپ کے دو یار رفیق ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں سے پردہ و
غلاف اٹھا دے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میرے لئے ان قبروں سے غلاف اٹھا دیا
تو وہ قبور شریفہ نہ بالکل بلند تھے۔ نہ زمین و میدان سرخ سے بالکل چسپیدہ و پست تھے۔ اسکو
ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ملا علی قاری نے اکشف لی کی شرح میں اظہری وارفعی استارہ
لکھا ہے۔ استار جمع ستر یعنی پردہ وغلاف ہے۔ اس حدیث سے قبروں پر پردہ و غلاف ڈالنا
صراحتہً ثابت ہوا۔ فقہا میں اگرچیکہ بعض نے مکروہ کہا ہے۔ مگر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے
ردالمحتار حاشیہ درمختار کی کتاب الحظر والاباحۃ میں بھی تحریر کی ہے کہ زائرین غافلین کو اہل
قبور اولیا کا خوف و ادب حاصل ہونے کے لئے قبروں پر دستار و کپڑے وغلاف کا رکھنا جائز ہے
تاکہ اہل قبور کی عظمت و تعظیم عام نظروں میں ثابت ہو۔ اور اولیاء کی حقارت نہ ہونے پائے۔
کرہ بعض الفقہاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیا
قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور اھ ولکن نحن نقول الآن اذا قصد
بہ التعظیم فی عیون العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب
للغافلین الزائرین فھو جائز لان الاعمال بالنیات وان کان بدعۃ فھو کقولھم
بعد طواف الوداع یرجع القھقری حتی یخرج من المسجد اجلالا للبیت۔ اور
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح سفر السعادت میں فرمایا ہے۔ (اندا ختن غلاف بر
قبر شریف و افروختن چراغہا و غیرہا تکلفات کہ بر مزارہائے اولیاء اللہ جملہ از مستحسنات اند
انتہی۔ از ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ۔ صفحہ (۱۳۲) فصل سلام و قیام و قدم بوسی اور
ان کے متعلقات کے بیان میں۔ واضح ہو کہ بغیر السلام علیکم کہنے کے فقط سر یا ہاتھ رکھنا
کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے لفظ سلام کہنا اور ہاتھ سے اشارہ کرنا۔ ہر دو کام کو جمع کرنا
بہتر ہے۔ فصل الخطاب صفحہ (۱۱) میں ہے۔ لا یکفی فی السلام اشارۃ بالید ونحوہ
ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرنا سلام میں کافی نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے عطا سے روایت کیا ہے کہ
تکرہ السلام بالید ولا یکرہ بالراس (ہاتھ کے اشارہ سے سلام مکروہ ہے۔ اور سر کے
اشارہ سے مکروہ نہیں ہے) شرح المہذب میں کہا ہے کہ اما اذا جمع بین الاشارۃ واللفظ
فحسن و سنۃ (ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا اور زبان سے بھی السلام علیکم کہنا ہر دو فعل بہتر
سنت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ترجمہ مشکوٰۃ مقدمہ سلام میں مرقوم ہے۔ جبکہ حاصل
ہے کہ سلام اعظم شعائر اسلام سے ہے۔ ابتدائے اسلام میں مسلم و کافر میں سلام کی وجہ سے فرق
معلوم ہوتا تھا۔ یہود کا سلام انگلیوں سے ہوتا ہے۔ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی کے اشارہ
سے۔ اور مسلمانوں کا سلام لفظ السلام علیکم کہنے سے ادا ہوتا ہے۔ سلام کے وقت سر و
بدن جھکانا خمیدہ پشت ہونا اگرچیکہ مکروہ و خلاف سنت ہے۔ لیکن ترک انحنا بسبب ایذاء

تقبیل القبور ومسّہ تبرکاً علی العلماء الصالحین ۔ طوالع الانوار ۔ اسی استغراق
وغلبۂ محبت پر علامہ طبری وابن ابی الصیف کا قول حمل کیا جائیگا ۔ (ترجمہ) قبر کو بوسہ دینا اور
ہاتھ سے مس کرنا جائز ہے ۔ اسی پر علمائے صالحین کا عمل ہے ۔ طوالع الانوار ۔ جبکہ احادیث و
اقوال ائمہ سے بوسۂ قبور مباح و مستحسن ٹھیرا تو بقول شخصے ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ
دو کار ۔) قبر پر صندل مالی سے دو کام حاصل ہوتے ہیں ۔ ایک تو ادب و نیاز صالحین کا قبر پر رکھنا ۔
دوسرا بزرگان دین کی قبروں کو بقصد تبرک ہاتھ سے ملکر بوسہ دینا ۔ پس صندل مالی جائز بلکہ
قبر پر و قبر سے پھول ڈالنے سے بھی افضل ہے ۔ بوقت فاتحہ خوانی و تلاوت قرآن قبروں کے پاس
عود و لوبان و عود بتی جلانا عظمت قرآن و خوشبوئی کے لئے جائز ہے ۔ اور قبر کے نزدیک تلاوت
قرآن موجب انس اہل قبر ہے ۔ فتاوائے عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۴۲ میں الباب السادس
عشر فی زیارۃ القبور وقراءۃ القرآن فی المقابر میں ہے ولو مات رجل و
اجلس وارثہ علی قبرہ من یقرء الاصح انہ لا یکرہ (ترجمہ) اگر کوئی مرجائے ۔ اور
اسکے وارث نے اسکی قبر پر قرآن پڑھنے والیکو بٹھلائے تو صحیح تر قول یہی ہے کہ مکروہ نہیں ہے ۔
پس جبکہ قبر کے پاس تلاوت قرآن جائز ہے تو عظمت و بزرگی قرآن کے لئے عود و لوبان و اگربتی و
عود بتی کا جلانا جائز ہے ۔ کیونکہ خوشبوئی سے زندوں و مردوں کی ارواح کو راحت و لذت حاصل
ہوتی ہے ۔ علامہ زرقانی نے امام مالک کے احوال میں لکھا ہے ولا یزال یبخر بالعود حتی یفرغ
من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلالاً لہ فانہ کان یحب الرائحۃ
الطیبۃ فجعل مجلس حدیثہ کمجلس حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم (ذوالفقار حیدریہ)
(ترجمہ امام) مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے فارغ ہونے تک عود جلایا
جاتا تھا ۔ آنحضرت علیہ السلام کی عظمت و بزرگی کے لئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبوئی
سے محبت رکھتے تھے ۔ آپکی حدیث کی مجلس کو مثل مجلس حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بنایا ۔
اور قبروں پر پردہ و غلاف ڈالنا جائز ہے ۔ مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت میں قاسم بن محمد
بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے ۔ جسکی علامہ علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقات میں اسطرح
ذیل شرح لکھی عن القاسم بن ا بن ابی بکرن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم
قال دخلت علی عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت لہا یا اماہ اکشفی لی ای اظہری دارہ
استارہ عن قبر النبی وفی نسخۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ
ای ضجیعیہ وہما العمران القران المنوران بحسب السیر و شمس الظہیرۃ
فکشفت لی ای لاجلی اولی و بتی عن ثلثۃ قبور لا مشرفۃ ولا لاطئۃ مبطوحۃ
ببطحاء العرصۃ الحمراء رواہ ابوداؤد قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہم نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر کہا کہ اے اماں میرے لئے رسول اللہ

مسلمین وموجب خصومت ومنازعت ہے۔ پس ترک انحنا وانشا مسنون و ایذائی و مخالفت مسلمین حرام۔ پس جس سنت کے ادا کرنے میں ارتکاب حرام لازم آئے تو حسب قاعدۂ شریعت کل ما ینجر الی الحرام حرام (ت) جو فعل حرام کیطرف کھینچا نیوالا ہے وہ حرام ہے۔ اسلئے ترک انحنا حرام و انحنا ضروری ہے۔ اسیطرح مجالس میں داخل ہونے والے شخص کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔ مکروہ نہیں ہے۔ جامع الرموز کتاب الکراهیة میں ہے۔ ان القیام لغیره لویکره وانما المکروه محبة القیام ممن یقام له۔ امام غزالی رحمۃ اللہ نے کیمیائے سعادت کے رکن دوم اصل ششم میں فرمایا ہے۔ کہ حسن خلق ودل مردم شاد کردن در شرع محمود است و ہر قوم را عادتے باشد و با ایشاں مخالفت کردن در اخلاق ایشان بدخو بود۔ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گفت خالق الناس باخلاقہم۔ با ہر کسے زندگانی بر وفق عادت وئے او کن چوں ایں قوم بایں موافقت شاد شوند و ازیں موافقت ناکردن متوحش شوند موافقت ایشاں سنت بود۔ و صحابہ از برائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برنخاستندے کہ وے آنرا کارہ بود است۔ اما چوں جائے عادت شد و از برنخاستن متوحش شوند۔ برخاستن برائے دل خوشی ایشاں اولیٰ بود کہ عادت عرب دیگر است و عادت عجم دیگر۔ واللہ اعلم انتہیٰ۔ بزرگوں کی دست بوسی وقدمبوسی سنت ہے۔ شرح سفر السعادت میں ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب عبد القیس کا وفد مدینہ میں آیا تو لوگ اپنی سواریوں سے اتر کر آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک وقدم مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ترجمہ مشکات میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھا ہے جب صاحب صحیح امام مسلم امام بخاری کے نزدیک آتے تھے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے تھے کہ مجھکو چھوڑ دو تاکہ آپ کے دونوں قدم کو بوسہ دوں۔ انتہیٰ۔ شرف الملة والدین احمد بن یحییٰ المنیری نے مکتوب صدو ہشتادو یکم میں فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ خود کو ہمیشہ ناقص اور اپنے پیرو مرشد کو کامل سمجھتا رہے۔ اگر پیر سے کوئی ایسا کام دیکھے جو اسکے حوصلہ سمجھ میں نہ آسکے تو ایسا سمجھے کہ یہ کام تو صحیح ودرست ہے لیکن میں اس مطلب کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور مریدین جو اپنے پیر و مرشد کے قدم چومتے ہیں درست ہے۔ پیر و مرشد کی قدمبوسی صحابہ کی سنت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک صحابہ کرام بہت بوسہ دیتے تھے۔ مروی ہے ان جماعة من الیهود اتوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فسألوا عن تسع آیات بینات فاجابهم فقبلوا یدیه ورجلیه وصدقوا الحدیث۔ (ترجمہ) مروی ہے کہ ایک جماعت یہود۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور نو آیات بینات یعنی موسیٰ کے نو معجزات کا حال دریافت کیا تو آنحضرت علیہ السلام نے ان کو جواب دیا تو انہوں نے آنحضرت علیہ السلام کے دست مبارک وقدم مبارک کو بوسہ دیا۔ اگر دست بوسی یا قدمبوسی حرام و

صحیح مسلم میں ہے ۔ یا فاطمۃ اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء العالمین ۔ بخاری میں مناقب بلال رضی اللہ عنہ میں ہے کہ عمر بن خطاب نے فرمایا ابوبکر سیدنا و اعتق سیدنا یعنی بلالا ۔ ان ابنی ھذا سید ۔ الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ ۔ انا سید ولد بنی آدم و علی سید العرب ۔ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر ۔ اسی طرح لفظ مولیٰ کا اطلاق بھی غیر اللہ پر ثابت و جائز ہے ۔ یوم لا یغنی مولیٰ عن مولیٰ شیئاً ۔ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم فی الدین و موالیکم ۔ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین ۔ بخاری میں ہے من ترک دینا او ضیاعا فلیاتنی فانا مولاہ ۔ بخاری میں ہے کہ زید بن ثابت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ انت اخونا و مولانا ۔ سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔ پس حق جبکہ ان تمام دلائل سے غیر اللہ کو سید و مولیٰ کہنا ثابت ہوا تو ہمارے سرکار سید العالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا و مولانا کہنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے ۔ پس شیخ الوہابیہ ابن عبد الوہاب نجدی نے جو اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد کہنے کو منع کیا ۔ اور کتاب دلائل الخیرات کو جلا دیا اور مصنف دلائل الخیرات کو اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد کہنے کی وجہ سے ان کو کافر کہا ۔ جیسا کہ صلح الاخوان (صفحہ ۱۱) میں مرقوم ہے ۔ (حتی کفر صاحب دلائل الخیرات لکونہ یقول فیھا ۔ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد ۔ فاحرقھا لذالک فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔) محض گمراہی ہے اس نے اور اس کے گروہ وہابیہ نے مسلمانوں میں جو جو فتنے و فساد بپا کئے اور کئے جا رہے ہیں ۔ روز روشن کی طرح ظاہر ہے ۔ شہدائے صحابہ و اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابر و مشاہد مقدسہ و مآثر متبرکہ کو توڑ کر منہدم کر دیا ان بزرگوں کی ہتک حرمت کی ۔ اب پھر اسی کی ذریت سے ابن سعود اور اس کے اعوان و انصار نے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ و مآثر متبرکہ توڑ کر مسمار کر دیا ۔ قبروں کو منہدم کر دیا ۔ و ابن بلیہد و نجد نے اس کی تائید میں فتاوے جاری کئے ۔ قبروں کے توڑنے اور منہدم کرنے کو جائز کہا ۔ بنانے قبہ و گنبد کو حرام بتایا ۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ سلف میں سے کسی نے قبہ نہیں بنایا حسینی حق نے اس خادم العلوم کو اظہار حق پر آمادہ کیا ۔ اور اللہ پاک نے کتاب البینات الذہبیہ فی تالیف کی توفیق عطا فرمائی ۔ جس میں بحوالہ عینی شرح بخاری جلد چہارم صفحہ (۴۹ ،) و اصابہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر و عائشہ و محمد بن حنفیہ وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صحابہ و تابعین نے قبروں پر قبہ و گنبد بنایا ہے ۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبہ و گنبد بنانے کی تائید میں حضرت عمر کے قبہ و گنبد بنانے کو سنداً و استدلالاً پیش کیا ہے ۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

محمول علی قبور المشرکین لان قبور المومنین ما کانت مشرفۃ فی عہد النبی ﷺ ولا فی عہد علیؓ۔ اما هدم المشاهد الشرکیۃ واحراقها وکسرها غیر قبور المومنین والمساجد والشعائر المعظمۃ فمتفق علیہ لا یخالف فیہ مسلم وتخریب مسجد الضرار وقع بالوحی الالٰہی والحکم الخاص فلا یقاس علیہ غیرہ وقد قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم حرمات اللہ فهو خیر لہ عند ربہ والکعبۃ من حرمات اللہ فالمومن بالطریق الاولی من حرماتہ قال النبی المومن اعظم حرمۃ منک (الی قولہ) وانما کلامنا فی التقبیل والمس۔ والطواف حول القبور اذ هذہ الامور لیست بشرک اکبر۔ بل کرهها بعض العلماء وجوزها بعضهم وان کانت الکراهۃ ما اجمۃ

شیخ الوہابیہ کے تشددات سے یہ بھی ہے کہ لکھتے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو جب لوگ بوسہ دینے لگیں اور مس کریں اور قبر کے اطراف طواف کریں تو اس قبر کا حکم بت کا حکم ہے۔ اس قبر کو گرا دینا اور کھودنا۔ اور اس کی اہانت وتوہین وتذلیل کرنا واجب ہے۔ شیخ نجدی نے ظاہر قول۔ (اللہم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔) سے تمسک کیا ہے۔ پھر (یعنی وحید الزمان) کہتے کہ انبیاء وصلحاء کی قبروں کی تعظیم وعظمت کو ہمارے دین اسلام میں شارع نے باقی رکھا ہے۔ قبروں کی تحقیر واہانت ہرگز جائز نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کو ان کاموں سے منع کرنا چاہئے اسکی بعینہ یہی مثال ہے کہ اگر عوام کعبہ کی عبادت وپرستش کرنے یا حجر اسود یا صفا ومروہ کی عبادت وپرستش کرنے لگیں تو کیا کعبۃ اللہ وحجر اسود وصفا ومروہ کو منہدم کرنا گرا دینا توڑنا انکی اہانت وتذلیل کرنا اس شیخ الوہابیہ کے پاس واجب وجائز ہوگا اور حدیث کا معنی صرف دعا ہے اس امر کی کہ قبر شریف نبوی کو اللہ تعالیٰ مثل وثن وصنم نہ گردانے جسکی لوگ پرستش کریں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ کی پرستش کی وجہ سے قبر شریف درحقیقت مثل وثن وصنم ہو جائیگی۔ یہ کیا دھوکہ۔ (اس حدیث سے اس مدعا کو کیا تعلق۔) مومن اپنے منہ سے کسطرح کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف رجس پلید ہوگی۔ باوجود اسکے کہ بعض وثن رجس وپلید ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرۃ الرضوان کو کاٹنا اس بات پر محمول ہے کہ صحابہ نے کاٹنے کو نہیں پہچانا۔ اور اس درخت کے پاس آتے تھے اللہ نے انکو غلطی میں واقع ہونے سے بچایا یا یہ بات ہے کہ ہمارے دین میں درخت کی تعظیم ثابت نہیں ہے۔ اور اسیطرح ابو الہیاج اسدی کی حدیث قبور مشرکین پر محمول ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کی قبریں بلند نہ تھیں۔ (پس اس حدیث سے مسلمانوں کی قبروں کو توڑنا مراد نہیں ہے۔) لیکن مشاہد مقامات وقبور مشرکین کا کھودنا اور جلانا اور توڑنا سوائے قبور مومنین ومساجد وشعائر معظمہ

وحید الزماں صاحب کی عبارت نقل کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ابو الہیاج اسدی کی روایت سے مسلمانوں کی قبروں کو توڑنے پر استدلال کرنیکو غلط کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث سے مشرکین کی قبروں کا توڑنا مراد ہے۔ اور مسلمانوں کی قبروں کو توڑنے سے ان موتیٰ کی توہین و تحقیر لازم آتی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ انبیاء و صلحا کی قبروں کی تعظیم و حفاظت کو شارع نے باقی رکھا ہے۔ اگر کوئی قبور صالحین کی پرستش کرے تب بھی ان قبور کو توڑنا حرام ہے بلکہ قبر پرستی سے منع کرنا چاہئے۔ اور قبر کی پرستش سے وہ قبر صنم و وثن و بت نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص کعبہ و حجر اسود کی پرستش کرے تو کعبہ کو توڑنا بھی واجب ہوگا۔ جو بالکل باطل ہے پس مولوی صاحب مذکور نے اپنی گروہ کو رد کر دیا ہے۔ فاعتبروا۔ (قبروں پر قبہ بنانے پر مزید دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ۔)

(۱) قال ابن القصار۔ البناء علی القبر و فوقہ انما یکرہ فی مقابر المسلمین المتفق علیہم واما فی ملک الرجل فجائز۔ (ترجمہ) ابن قصار علامہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے عام قبرستان میں مسلمانوں پر جگہ کی تنگی کی وجہ سے قبروں پر تعمیر مکروہ ہے۔ لیکن اپنی خاص زمین میں قبہ و گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔

(۲) افتی ابن الرشد ان کان البناء فی ملک الرجل فجائز لہ حکم بناء الدور ... (ترجمہ) قدمائے اکابرین سے مشہور علامہ ابن رشد نے یہ فتوے دیا ہے کہ اپنی مملوکہ زمین میں قبروں پر قبہ و گنبد و چاردیواری وغیرہ وغیرہ حسب خواہش بنانا جائز ہے۔ جیسے ... حسب خواہش گھر بنانا جائز ہے (اکمال شرح مسلم۔)

(۳) ابن حجر عسقلانی نے حدیث قال عثمان ابن حکیم اخذ بیدی (الی آخرہ) کے تحت میں علامہ ابن رشد کا ارشاد نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے ھی ان ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلاً للحی لا لاظلال المیت فقد جاز کما یجوز القعود لغرض صحیح (ترجمہ) خیمہ نصب کرنا اگر غرض صحیح مثلاً زندوں کو دھوپ سے بچنے کے لئے ہو نہ میت کو سایہ کرنے کے لئے تو بیشک جائز ہے جیسا کہ غرض صحیح کے لئے بیٹھنا جائز ہے۔ خیمہ و قبہ و گنبد و غیرہ عمارت سب ایک ہیں۔ بنائے قبہ و گنبد وغیرہ میں زینت پائی جانے کے سبب سے ممنوع قرار دیا جائے تو خیمہ نصب کرنے میں بھی زینت و آرائش پائی جاتی ہے۔ یہ خیمہ بھی ممنوع ہونا چاہئے۔ اگر غرض صحیح کے لئے خیمہ نصب کرنا جائز ہے تو بنائے قبہ و گنبد و عمارت بھی جائز ہے۔

(۴) اکابر متقدمین سے بڑے مشہور علامہ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کشف النور عن اصحاب القبور میں فرمایا ہے۔ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور الاولیاء والصلحاء ووضع الستور ... امر جائز من تعظیمہم فی اعین العامۃ۔ (ترجمہ) جو بدعت حسنہ کہ مقصد

یہ متفق علیہ ہے۔ جسکا کوئی مسلمان مخالف نہیں ہے۔ اور مسجد ضرار کا جلانا وحی الٰہی و
حکم خاص سے متعلق ہے جس پر اسکے غیر کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے کہ جو شخص خدا کی دی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے گا اس کیلئے اس کے رب کے پاس
بہت بہتر ہوگی اور کعبہ حرمات اللہ یعنی اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں میں سے ہے۔ بندہ
مومن مسلمان بطریق اولیٰ خدا کی عزت دی ہوئی چیزوں میں سے ہے۔ نبی علیہ السلام
نے کعبہ سے خطاب فرمایا کہ اے کعبہ مومن کی عزت تجھ سے بہت بڑی ہے تا آخر حدیث
بیشک علماء کرام نے قبروں کو بوسہ دینے اور مس کرنے اور چھونے اور قبروں کے اطراف
طواف کرنے کے بارے میں ہے۔ اسلئے کہ یہ امور یعنی قبروں کو بوسہ دینا اور ان کو چھونا اور
قبروں کے اطراف طواف کرنا شرک اکبر نہیں ہے۔ جو اسلام سے خارج کرے۔ بلکہ بعض
علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ اور بعض نے جائز کہا ہے۔ اگرچہ کراہت راجح ہے۔ فائدہ
جاننا چاہئے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
قبر شریف پر پیشانی کو رکھنا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر شریف نبوی (صلی اللہ
علیہ وسلم) پر منہ ملنا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبر شریف نبوی (صلی اللہ
علیہ وسلم) کی خاک پاک کو آنکھوں پر رکھنا احادیث صحیحہ سے ثابت کر دیا گیا ہے تو پھر کس طرح
کراہت راجح ہوگی۔ کیا یہ جلیل القدر صحابہ فعل مکروہ کے مرتکب تھے۔ نعوذ باللہ من ہذا
الاعتقاد" جس درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی
تھی۔ وہ درخت خود صحابہؓ پر مخفی ہو گیا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رجعنا من العام المقبل فما اجتمع منا اثنان
علی الشجرۃ التی بایعنا تحتہا کانت رحمۃ من اللہ (ترجمہ) انہوں نے کہا کہ
ہم آئندہ سال اس جگہ آئے جہاں بیعت الرضوان ہوئی تھی۔ ہم میں سے دو آدمی بھی
اس درخت پر متفق نہ ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی۔ یعنی اس شجرۃ الرضوان
کا پتہ کسی کو یاد نہ رہا۔ وہ درخت یا اسکا چھپنا خدائے تعالیٰ کی رحمت تھا۔ اسیطرح
پھر فرماتے ہیں۔ لقد رأیت الشجرۃ ثم اتیتہا بعد فلم اعرفہا دوسری
روایت میں ہے۔ نسیناھا فلم نقدر علیہا۔ (میں نے وہ درخت دیکھا پھر میں
آیا تو میں پہچان نہ سکا کہ کونسا درخت ہے۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں ان اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلموھا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے صحابہ کو تو اس درخت کا علم نہیں۔) پس جبکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس درخت
کا پتہ ہی نہ رہا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاٹا تو کس درخت کو کاٹا۔ حاصل یہ ہے
کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرۃ الرضوان کو کاٹنا صحیح نہیں ہے۔ مولوی

تشدید۔ خلاصہ یہ کہ قبر پر سقف قبہ و گنبد بنانے کی حرمت اور ممانعت پر نہ کوئی آیت قرآنی ہے۔ اور نہ کوئی حدیث۔ جابرؓ کی روایت اَن یُبنیٰ علیہ کا مطلب صرف یہی ہے کہ نفس قبر پر یہود و نصاریٰ کی قبروں کی ہیئت و شکل و وضع سے بلند لاٹ کی طرح تعمیر ممنوع ہے۔ اور ایسی ہی قبروں کو زمین کے برابر کر دینے کا ابو الہیاج اسدی رحمہ اللہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا کہ وَلَا قَبرًا مُشرِفًا اِلَّا سَوَّیتَہ۔ جابرؓ کی روایت۔ اور ابو الہیاج اسدی کی روایت ہر دو روایتوں کا ایک ہی مطلب و مقصد ہے۔ لیکن قبر سے منفصل و علیحدہ قبر کے اوپر چھت و سقف و قبہ و گنبد بنانے۔ اور قبر کے ارد گرد و اطراف۔ چار دیواری و چوکھنڈی و حجرہ بنانے کی حرمت و ممانعت کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی حدیث قبر پر سقف و قبہ بنانے کی حرمت اور ممانعت کے بارہ میں ہوتی۔ یا روایتِ جابرؓ کا مفہوم و مدعا حرمت و ممانعت بنائے سقف و قبہ علی القبور ہوتا تو حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) چاروں خلفائے راشدین و جمہور صحابہ حدیث و فرمان نبوی (صلعم) کی خلاف ورزی و عدول حکمی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سقف و قبہ والے حجرۂ عائشہ میں ہرگز ہرگز دفن نہ کرتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سقف دار و قبہ دار حجرۂ عائشہؓ میں مدفون اور آسودہ ہونا ہی ایک ایسی دلیل قوی ہے کہ اس کے بعد مخالفین بناء کی زبانیں بند ہو جانی چاہئیں۔ کیونکہ جمہور صحابہ (علیہم السلام) کے اجماع اور اتفاق سے سقف و قبہ دار حجرۂ عائشہؓ میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری آرامگاہ و مرقد مقدس بنایا گیا۔ جو اسلام کا سب سے بڑا اور سب سے اونچا قبۃ قبۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ دل و جان فدا ہے تا محشر آباد ہو۔ بناء خواہ حجرہ کی شکل میں ہو۔ یا عالیشان مقبرہ کی صورت میں ہو۔ پہلے سے تیار شدہ مکان ہو۔ یا دفن میت کے بعد تعمیر کیا جائے۔ سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مدفن ان کی وفات کا مقام ہونا ضروری ہے اسلئے حجرۂ عائشہؓ میں جو مقام قبض روح شریف نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کا مدفن و مرقد مقدس قرار دیا گیا۔ یہ انبیاء (علیہم السلام) کی خصوصیت ہے اگر حجرۂ عائشہؓ میں آنحضرت علیہ السلام کی وفات نہ ہوتی تو قبہ دار سقف حجرہ میں تدفین کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسکا جواب یہ ہے کہ مقام قبض روح شریف نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حجرۂ عائشہؓ کا زمین کا ایک ٹکڑا تھا۔ چھت اور دیواروں کو صحابہؓ نے کس لئے باقی رکھا۔ اگر انبیاء علیہم السلام

شریعت کے موافق ہو درست ہے۔ پس اولیا و صلحا کی قبروں پر قبے بنانا و غلاف ڈالنا۔ اور عمامے اور کپڑے رکھنا۔ عام نظروں میں ان اولیا و صلحا کی عظمت و تعظیم ثابت کرنے کے لیئے جائز ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی صاحب نے تفسیر روح البیان جلد چہارم صفحہ (۴۳۲) میں فرمایا۔ وفی کشف النور لابن النابلسی اما قول بعض المغرورین باننا نخاف علی العوام اذا اعتقدوا ولیاً من الاولیاء وعظموا قبره والتمسوا البركة والمعونة منه ان يدخلهم اعتقاد ان الاولياء يؤثرون فی الوجود مع الله فيكفرون ويشركون بالله تعالىٰ فننهاهم عن ذلك ونهدم قبور الاولياء ونرفع البنايات الموضوعة عليها ونزيل الستور عنها ونجعل الاهانة للاولياء ظاهراً حتى تعلم العوام الجاهلون ان هؤلاء الاولياء لو كانوا مؤثرين فی الوجود مع الله تعالىٰ لدفعوا عن انفسهم هذه الاهانة التی نفعلها معهم فاعلم ان هذا الصنيع كفر صراح ماخوذ من قول فرعون علىٰ ما حكاه الله تعالىٰ لنا فی كتابه القديم وقال فرعون ذرونی اقتل موسىٰ وليدع ربه انی اخاف ان يبدل دينكم او ان يظهر فی الارض الفساد۔ (ترجمہ) علامہ عبدالغنی ابن نابلسی رحمۃ اللہ نے کشف النور میں فرمایا ہے کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ ہم عوام پر ڈرتے ہیں کہ جبکہ وہ کسی ایک ولی کے معتقد ہو جائینگے۔ اور اسکی قبر کی عظمت و تعظیم کرینگے۔ اور اس سے برکت و مدد حاصل کرینگے تو ان میں یہ اعتقاد پیدا ہوگا کہ اولیاء اللہ خدا تعالےٰ کے ساتھ وجود میں شرکت تاثیر رکھتے ہیں تو (اس اعتقاد کے سبب) کافر و مشرک ہو جائینگے اس لیئے ہم ان کو اس سے منع کرتے ہیں۔ اور اولیا کی قبروں کو گرا دیتے اور توڑتے ہیں۔ ان قبروں پر بنائی ہوئی عمارتوں و قبوں کو برخاست کر دیتے ہیں۔ اور ان کے غلاف دور کر دیتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی ظاہراً اہانت کرتے ہیں۔ تاکہ عوام لوگ سمجھیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ مؤثر و قادر ہوتے تو اپنے نفسوں سے اس اہانت کو جو ہم ان کے ساتھ کر رہے ہیں) دفع کرتے۔ پس جان تو کہ یہ کام صریح کفر ہے۔ اور فرعون کے قول سے ماخوذ ہے۔ جو فرعون نے کہا تھا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں۔ موسیٰ اپنے رب کو اپنی مدد کے لیئے بلائے پکارے میں ڈرتا ہوں کہ وہ موسیٰ تمہیں بدل دیگا۔ یا زمین میں فساد برپا کریگا"۔ پس قبے گرانے والے بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ ہم قبے گراتے ہیں۔ اگر ان اہل قبور میں کچھ طاقت ہے تو ہم کو روک دیں یہ نہیں جانتے کہ اولیاء اللہ (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) بغیر رضائے الٰہی کچھ نہیں کرتے ہیں۔ خود غیرت الٰہی ایسے لوگوں کو پکڑ لیتی ہے۔ ان بطش ربك

والسلام) کی خصوصیت تھی تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کس لئے دفن کیا۔ کیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ یا صحابہ نے عمداً خدا و رسول کے حکم کی خلاف ورزی و عدول حکمی کی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور صاحب قبۃ النبی الابد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازسرِ نو تعمیر و تجدید کی۔ کیا انہیں بھی بدعتی کہا جائے گا۔ حالانکہ وہ جلیل القدر تابعی اولی الامر سے ہیں۔ خلفائے راشدین کے بعد ایسا افضل متقی و دیندار پیدا نہ ہوا۔ پس قبۃ النبی کے ہوتے ہوئے کسی اہل حق مسلمان کو جواز بناء قبہ و گنبد کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ قبوں کا بنانا پانچویں صدی کی بدعت نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ و سنت خلفائے راشدین و اجماع صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی پیروی ہے۔ خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرمائے۔ اور اس کتاب کو مقبول خاص و عام فرما کر مؤلف کی نجات و مغفرت کا وسیلہ جلیلہ گردانے۔ آمین۔

الف هذا الكتاب الفقير الى الله الغنى ابوالفضل السيد محمد عبد القيوم الحسينى المشهور بخواجه پير حسينى القادرى اللطيفى اللاابالى۔

اللهم اغفر لمؤلف هذا الكتاب ولآبائه وامهاته ولاسلافه ولاخلافه واهاليه ومشائخه واصحابه واحبابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔ والصلاة والسلام على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعين الى يوم الدين۔

تمّ هذا الكتاب بفضل الله الوهّاب ؛۔

قطعۂ تاریخ طبع کتاب برهان الدین از مؤلف مکثرین غفر الله له ولاسلافه ولاخلافه اجمعین

شد مکمل کتاب خیر الرشد　٭　شکر انعام منعم منعام

طبع برہان دین بفضل اللہ ۱۳۴۵　　ختم شد بشنو از سر الہام ۱۳۴۵

زائل نمیشود اصلا در واقع اگرچہ زائل میشود در شہود چنانکہ سالک چون در مرتبۂ فنا فی اللہ رسد۔ تعین مشہود وے نمی باشد و او غافل از تعین خود میشود و اما در واقع تعین مرتفع نمیشود۔ و نیز ظاہر شد کہ حق سبحانہ در کمال اسماء غنی از عالم نیست اگرچہ در مرتبۂ کمال ذاتی خود مستغنی است و نیز ظاہر شد کہ او سبحانہ حق منزہ است در مرتبۂ ذات و آں دست سبحانہ مشبہ در مظاہر پس او ست جامع میان تشبیہ و تنزیہ۔ و نیست منزہ محض بوجہے کہ قابل اوصاف تشبیہ نباشد۔ اصلا چنانچہ اشعریہ میگویند چہ تنزیہ بایں وجہ تقیید است و نیست مشبہ محض چنانکہ مجسمہ میگویند چہ ایں تشبیہ تحدید است و اللہ تعالیٰ منزہ است از ہر تقیید و تحدید۔ و او سبحانہ مشبہ است در عین تنزیہ کہ او ست باتنزیہ خود ظاہر و منزہ است در عین تشبیہ چہ اعیان ہالک اند و او ست موجود۔ پس مشبہ بہ چیز باشد و قرآن شریف مملو است از دالّہ بر تشبیہ کثیر اند از نصوص دالّہ بر تنزیہ و اشعریہ دریں نصوص کمر بر تاویل بستہ اند و نص تنزیہ را بر آں قرینہ گردانیدہ اند۔ شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرمودہ اند کہ مثل ایشان مثل کسے است کہ ایمان آرد بہ بعض و کفر کند ببعض۔ نیز میگویند کہ عقل اتصاف او سبحانہ باوصاف تشبیہ محال میداند۔ پس عقل قرینہ است بر تاویل نصوص تشبیہ۔ و شیخ اکبر میفرماید کہ عقل حکم میکند بہ ثبوت رسالت رسل و صدق ایشان در اخبار بسبب دلالۃ معجزہ رسل کرام خبر دادہ اند بہ ثبوت صفات تشبیہ۔ پس می باید کہ ایں اخبارات نیز صادق باشد۔ پس ثبوت تشبیہ لازم می آید بر عقل پس باز آوردن از احکام نصوص تشبیہ از اغلاط عقل است پس اعتماد بہ آں عقل نشاید و شیخ اکبر قدس سرہ میفرماید در بیان تشبیہ و تنزیہ

فَاِنْ قُلْتَ بِالتَّنْزِیْہِ کُنْتَ مُقَیِّدًا ❁ وَاِنْ قُلْتَ بِالتَّشْبِیْہِ کُنْتَ مُحَدِّدًا

یعنی پس اگر تو گوئی تنزیہ فقط شوی قید کنندہ مر اللہ را در غیب یعنی منکر ظہور وے میشوی باوجود آنکہ اللہ تعالیٰ خود را وصف کردہ است ببودن وے ظاہر اگر تو بگوئی بہ تشبیہ چنانچہ مجسمہ گویند اللہ تعالیٰ مجسم و مشبہ است پس میشوی حد کنندہ اللہ تعالیٰ را باوجودیکہ اللہ تعالیٰ حد ندارد باز میفرماید۔ شعر

وَاِنْ قُلْتَ بِالْاَمْرَیْنِ کُنْتَ مُسَدَّدًا ❁ وَکُنْتَ اِمَامًا فِی الْمَعَارِفِ سَیِّدًا

یعنی اگر قائل شوی بہر دو از تنزیہ و تشبیہ یعنی ببودن حق سبحانہ منزہ در عین تشبیہ و مشبہ در عین تنزیہ شوی مسدد و معرفت الٰہی و شوی تو امام و سردار در معارف الٰہیہ۔ باز می فرماید۔ شعر

فَمَنْ قَالَ بِالْاِشْفَاعِ کَانَ مُشْرِکًا ❁ وَمَنْ قَالَ بِالْاِفْرَادِ کَانَ مُوَحِّدًا

یعنی پس کسیکہ بگوید باشفاع یعنی شفاع بودن وجود یعنی وجودات متعددہ و مباین اند حق را وجود علیحدہ و ممکن را وجود علیحدہ۔ پس او مشرک است و شریک اللہ تعالیٰ را گردانید و ایں شرک خفی است۔ و کسیکہ بگوید بواحد بودن و فرد بودن وجود کہ وجود نفس ذات حق است و او احد است و کثرت مظاہر او منافی وحدت نیست۔ پس ہست آں شخص موحد۔ باز می فرماید۔ شعر

ست در کثرت و این کثرت فی ذاتہا وجود ندارد و این کثرت موجود و ظاہر است بوجود ذات وے سبحانہ کہ عین
وجود است بلکہ وجود وے سبحانہ ظاہر است درین کثرت۔ ہُوَ الاَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالبَاطِنُ سُبحَانَ اللّٰہِ
عَمَّا یُشرِکُون۔ پس ذات واجب سبحانہ وجود مطلق است از حصر و قیود حتی کہ از قید اطلاق نیز مطلق است و در
مرتبہ ذات خود نیست کلی و نہ جزوی و نہ عام و نہ خاص و نہ واحد بوحدت زائدہ و نہ کثیر و نہ متجزی و صفت زاید از اوصاف و او سبحانہ
منزّہ و مقدس است از تقیدات و در مرتبہ ذات خود واحد است بمعنی آنکہ نیست شریک وے اصلاً و
وے سبحانہ و تعالیٰ واجب الوجود بذات خود و عالم عبارت است از تعینات و شیونات این ذات کہ وجود
مطلق است پس او سبحانہ حق است و خود او ست مشتہر در مظاہر کونیہ و ذات حق سبحانہ
و تعالیٰ را دو کمال اند یکے کمال ذاتی کہ او سبحانہ تعالیٰ کامل است بذات خود واجب الوجود است بذات
خود بلکہ عین وجود است و محض است بذات خود و متحقق است درین کمال از عالم کہ عبارت است
از ماسوائے او از تعینات۔ و کمال دیگر کمال اسمائی کہ عبارت است از متصف شدن ذات بصفات ذات
و بصفات افعال و بصفات فعلیہ انفعالیہ و موسوم بودن باسماء و اسم عبارت است از ذات مقیدہ بصفت از صفات
و این صفات ممکن نیست مگر بوجود اعیان چہ علم بے معلوم متصور نیست و نہ قدرت بے مقدور و نہ خلق بے
مخلوق و ہم برین قیاس و اعیان ثابتہ ثبوت علمی یافتند پیش از وجود عینی۔ پس علم باآن اعیان متعلق شد
بر این معلومات حق سبحانہ و تعالیٰ را عالم گردانیدند چہ علم تابع معلوم است و این اعیان کون باستعدادات خود
مقتضی ثبوتے یافتند علم باینہا متعلق شد ہمچنین این اعیان مقدور و مراد شدند و
قدرت و ارادت باینہا تعلق گرفت پس حق قادر و مرید گردانیدند و ہمین قیاس صفات دیگر پس
در کمال اسمائی محتاج این اعیان نیست و اقتدار اسماء خواہ تنزیہیہ باشد یا تشبیہیہ پس ظہور آن بوجوہ احکام
ان ظاہر میشود بے تجلی و مظاہر پس ظہور آن اسماء باحکام موقوف بوجود مظاہر است
و محتاج پس کمال اسمائی منحصر نیست حق تعالیٰ اعیان عالم را موجود ساخت و مظاہر اسمائے
خود گردانید تا اسماء و احکام اسماء ظہور یابد و کمال اسمائیہ حاصل شود پس ظہور اسماء غنا نیست از وجود
خارجی عالم و نیست غنا مگر در کمال ذاتی چنانچہ حافظ شیرازی میفرماید۔ شعر۔ پرتو معشوق گر افتاد بر
عاشق چہ شود ٭ ما بدو محتاج بودیم او بما مشتاق بود ٭ و شاہد است باآنچہ گفتہ شد این حدیث قدسی
کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ۔ اللہ تعالیٰ میفرماید کہ بودم من گنج مخفی و غیب
پس دوست داشتم کہ معروف شوم ظاہر گردم پس پیدا کردم خلق را تا مظاہر من و اسماء من شوند و این حدیث
اگرچہ محدثان بضعف او حکم میکنند لیکن صحیح است نزد اہل کشف کہ صحیح کردند از جناب سید عالم صلی اللہ علیہ
وسلم از انچہ گفتیم ظاہر شد کہ حقیقت واجب سبحانہ وجود مطلق است و حقیقت حقائق ممکنات شیونات
تعینات وے است پس واجب ممکن نمی تواند شد و ممکن واجب نمی تواند شد و مطلق را وجوب لازم است و
متعین را امکان و محال است کہ مطلق عین متعین گردد۔ بوجہے کہ اصلاً تغایر نماند و اطلاق مطلق
باطل شود و نیز محال است کہ متعین عین مطلق گردد۔ بہ بطلان تغایر زیرا کہ تعین از متعین باطل و

المرتبة الثانیه تعین ثانی است و آں عبارت است از ذات مستجمع مر جمیع صفات و اسماء کلیه و
جزئیه را علی التفصیل باین وجه که متمیز شود ہر اسمے پس سمیع متمیز گردد از قدیر و قدیر از علیم و دریں
مرتبه کثرت اعتباریه پیدا شد و اسم عبارت است از ذات متصف بصفتے و کمال اسمائی ہو پیدا شد
و ایں اسما اگرچہ متعدد و ممتاز اند لیکن چونکه عین واحد است ہر اسمے از ذات تعبیر می تواند شد و
ہر اسمی تعبیر از دیگرے می تواند شد و توصیف ہر اسمے بدیگرے صحیح است چنانکه گفته میشود ہو اللہ الرحمن
الرحیم الملک القدوس الخ و دریں مرتبه علم تفصیلی باعیان ممکنات علی التفصیل و التمیز حاصل است
مر ذات حق اللہ تعالی را و اعیان ممکنات ثبوت علمی پیدا کردند و ایں اعیان که در مرتبه علم ثبوت دارند
اعیان ثابته نامیده میشوند و ایں علم خلاق عالم است که اللہ تعالی ایں عالم را مطابق آں علم پیدا نمود
در خارج بحسب استعداد اعیان و طریق ایجاد ایں است که چوں اراده اللہ سبحانه متعلق میگردد یعنی
از اعیان آں عین را مخاطب ساخته میگوید کن بکلامیکه منزه است از حرف و صوت پس آں
عین امتثال می نماید و متکون میگردد عقب ایں قول بلا تراخی و ہر عینے را از اعیان استعداد خاص است
بوجود وے در زمان معین و اتصاف باوصاف خاصه یعنی ہر عین را امکان وجود نیست بنظر ذات وے
مگر آنکه متصف باں اوصاف خاصه باشد۔ چنانچه عین افضل الصدیقین ابو بکر صدیق صالح نیست
مگر آنکه در خارج موجود گردد متصف بصدیقیت و دیگر مقامات ولایت و عین ابو جہل صالح نیست
مگر باتصاف بکفر و ہر عین از اعیان مظہر اسمے است از اسماء اللہ و آں اسم رب آں عین است
اللہ تعالی چونکه جواد مطلق است افاضه وجود نمیکند مگر بحسب قابلیت و استعداد ہر عین پس
شقاوت که بعض اشخاص راست از شامت استعداد وے و قصور در عین وے است که صلاحیت
وجود ندارد مگر باتصاف شقاوت و ایں قصور در مفیض نیست بلکه قصور مفاض علیه است ایں است
سر قدر علی الاجمال و دریں مرتبه واجب از ممکن متمیز گشت چه ذات متصف باصفات کمالیه واجب
است و اعیان که ثابت اند در حضرت علمیه ممکن اند و دریں مرتبه دو حقیقت متمیز شدند۔ یکے ذات
موصوفه باصفات کمالیه الہیه و دیگر حقیقت متصفه باصفات کونیه حقیقت اولی واجب و اله است
و حقیقت دومی ممکن و منصبغ پیدا است و ایں بخلاف تعین اول است که آں مرتبه احدیت جمیع اوصاف
الہیه کونیه است و احدیت جمیع اسما است و جمیع اسماء را و اوصاف الہیه و کونیه در مرتبه تعین اول
واحد اند۔ اصلا تکثر را راه نیست در آں مرتبه بلکه احدیت محضه است لہذا تعین اول را باحدیت نام
نہند و ایں تعین ثانی را بواحدیت و عین ثابته رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مر جمیع اعیان راست
در ایصال فیض و مرتبه تعین اول و تعین ثانی ہر دو مرتبه الہیه اند و مرتبه ایں مرتبه مراتب ممکنه کونیه
اند بعد ایں تعین ثانی مرتبه ہبا متقرر گشته و آں حقیقتے است که صالح است مر ظہور حقائق
امکانیه را و ہمه ممکنات و کائنات ظاہر و موجود می شوند دریں ہبا چوں اسم رحمن متوجه شد بسوئے
اقتضائے کائنات در رحمت خود بر اں کائنات نفس بے کیف نمود و ایں ہبا متحقق شد۔ پس ایں

اند و گاہے چنیں اتفاق افتد کہ یک حکمے در لوحے ازیں الواح ثبت میکنند و مدت آں حکم ثبت نمی نمایند
بحسب ظاہر معلوم میشود کہ ایں حکم باقی است بعد ازاں چوں آں مدت منقضی شد باز آں را
محو کردہ می شود و ضد وے ثبت کردہ میشود اما در لوح محفوظ ایں تغیر و تبدیل را راہ نیست و چوں حکمے
موقت باشد با توقیت محفوظ است در لوح محفوظ اللہ تعالیٰ میفرماید۔ لکل اجل کتاب یمحوا اللہ
ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب یعنی ہر مدت را یک کتابیست آں مدت در وے مکتوب است محو
میکند اللہ تعالیٰ چیزے را کہ میخواہد و ثابت میدارد چیزے را کہ میخواہد یعنی در الواح چیزے
را محو می کند بعد انقضائے آں اجل و ثابت مینماید چیزے را در مدت وے و ہست نزد یک ویرا
ام الکتاب و آں لوح محفوظ است از محو و اثبات جدید و مراد از ام الکتاب نفس کل است کہ آں
لوح محفوظ است و آں محو نیست و محل محو و اثبات الواح دیگر اند۔ چنانکہ گفتہ شد و متصل و متلو ایں
ملائکۂ مہیمہ و عقل کل و نفس کل ملائک دیگر اند صف بصف واقف اند در مراتب خود و در ہیچ
عہا مامور اند بخدمات و ممتثل امر حق اند سبحانہ۔ چنانکہ اللہ تعالیٰ میفرماید حکایۃ از ملائکہ و ما منا
الا و لہ مقام معلوم۔ و نیست ہیچ از ما مگر آنکہ او را مقام معلوم است کہ تجاوز ازاں ممکن نیست و در
صف اعلیٰ بعد عقل کل و نفس کل ملائکہ مقربان اند چوں جبرئیل و میکائیل و ہمہ ملائک منتظر امر
اند تا امتثال در رسند و نشاۂ ایں ملائکہ آبی است از عصیان امر حق بعد ازیں جمیع ملائکہ
ہستند موکل اند بعالم اجسام علویہ از سماوات و اسمائے سفلیہ از ما تحت و ایں ملائکہ ہم عصیاں نمی کنند امر
حق را و مشتغل اند بخدمات کہ مامور اند بآں خدمات و اینہا مدبر عالم علوی و سفلی اند و در ایشاں بعضے برائے
انما تولید و تغذیہ و دیگر امورات کہ تعلق دارند از بدن انسان و بعضے برائے کتابت اعمال و اینہا از جملہ
اقلام اند و اینہا کرام اند بعض و ایں الواح محل محو و اثبات است و عصیان کہ اینہا مینویسند بعنایت
الٰہیہ محو نمی سازد و بعض با آخر امر تخیر کنند انسان را و ہر ملک از ملائک مذکورہ مسبح مر اللہ تعالیٰ را است
باسمائے تنزیہ و ایشاں را خبر باسمائے تشبیہ نیست اصلا و ہر واحد تسبیح میکند باسمے کہ مظہر اوست و ایں
ملائک طبیعیہ اگرچہ وجود اینہا بعد عالم شہادت است لیکن بسبب لطافت و قرب ایشاں از عالم جبروت
کہ کثرت تعین ثانی است در مرتبہ ثالثہ شمردہ شدہ و از ارواح متعلقہ بابدان نفوس فلکیہ اند و نفوس
شیطانیہ و جنیہ و نفوس شیطانیہ مظہر اسم مضل اند۔ آنہا تسبیح بایں اسم میکنند و کمر بندد در اضلال خلق
اند کہ مقتضی نشاۂ آنہا ہمیں است و از ارواح متعلقہ بابدان روح انسانیہ است و ایں لطیفہ
ایست از لطائف الٰہیہ کہ علم ہمہ اشیاء دراں مکنون است و بالفعل است و مظہر ظہور تعین
ثانی بروجہ کمال و مشابہ است بعقل اما افضل است از عقل کل کہ در عقل کل علم مکنون امورے
کہ واقع شوند تا روز حشر و در روح انسانی ہمہ اشیا مکنون است ...... کہ در تعین ثانی بود و ایں
روح انسانی اگرچہ امر واحد است لیکن متعین میشود ...... ایں ...... ارواح حیوانیہ
اند کہ در ہر یک فرد انسانی جداگانہ یک روح حیوانی ساری است و ایں روح حیوانی جسم لطیف است

هبا عین نفس رحمانی است و این هبا مظهر رب است که ظاهر شده رب درین هبا و یک اعرابی بابه
سوال کرد از سیّد عالم صلوات الله وسلامه علیه و آله و اصحابه که این کان ربّنا قبل ان یخلق السموات
والارض یعنی کجا بود رب ما پیش از پیدا کردن آسمان و زمین یعنی قبل پیدا کردن عالم۔ سیّد عالم فرمود
کان فی عماءٍ ما فوقها هواء ولا تحتها هواء۔ یعنی بود رب ما در عما که نیست فوق آں هوا و نه تحت آں هوا
و مراد از هوا عالم امکان یعنی رب در مظهر عما بود که فوق او ممکنے نه بود و نه تحت او ممکنے بود و در تعبیر هوا
از ممکن ترشیح است چه عما در لغت سحاب رقیق را گویند و اینجا مراد مظهر است که گفته شد و
امام احمد بن حنبل قدس سره در شرح این حدیث فرموده یعنی کان الله ولم یکن معه شیٔ یعنی بود
الله تعالیٰ در مظهر عما و هیچ از ممکنات با وے نبود و شیخ الاسلام عبد الله انصاری گفته که این کلام
... است مر اسرار را۔ المرتبة الثالثة مظهر ارواح است که این تعین مجرد است از مواد و
... اجسام و الوان و اشکال ... اشارت حسیه
ذات ... ارواح ... تعلق تدبیر و
تصرف و بعضی دیگر اند که با بدان تعلق دارند ... قسم اوّل قسمے اند که ... اند در مشاهده
حق سبحانه تعالیٰ از خود خبر ندارند ... مشاهده جمال حق سبحانه و غرق اند
در مشاهده حق و این قسم را تعبیر در کتاب و سنت بملائکه ... و نامیده میشوند بملائکه مهیمه و اینها
... بر آدم نشده اند چه تکلیف فرع شعور است و چوں اینها شعور ندارند مکلف بسجود نگردیده شده اند
... اشاره میکند بسوے این که گفته شد این آیه که در خطاب ابلیس وقتیکه ابلیس ابا آورده
از سجود آدم علیه السلام۔ ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین یعنی
چه چیز منع کرده است ترا ازین که سجده کنی آں شخص را که پیدا کردم بدو دست خود آیا تکبر کردی و یا آنکه
بودی از ملائک عالین که مامور بسجود نیستند و در حدیث قدسی واقع است اِن ذکرنی فی ملاء ذکرته فی
ملاء خیر منهم یعنی اگر یاد کند بنده مرا در ملائے یاد کنم من آں بنده را در ملائی که بهتر است از آں ملائکه
... بنده در آں ملا۔ بدانکه الله تعالیٰ پیدا ساخت و وجود بخشید ... دریں عما این
ملائکه مهیمه را که گفته شده و در صف اخیر این ملائکه پیدا نمود ملکے را مکنون ساخت در آں ملک علم
... شود ... اهل جنت در جنت و اهل نار در نار و مذبوح شدن موت و نام
... عقل اوّل و عقل کل است و در لسان اهل تصوف و در لسان شرع نام وے قلم اعلیٰ است
... این ملک علوی دیگر است که در آں افاضه مر تفصیل این علوم را میکند و این ملک تحتانی را
نفس کلی نامند اهل تصوف و در لسان شرع لوح محفوظ و این لوح محفوظ است از تغیر و تبدل و
تنزل است درین لوح محفوظ است و ثابت است باثبات آں قلم که عقل کل است و
... دیگر که آنها را علم قدرے از کائنات داده شده و در آنها مکنون ساخته چوں علم کائنات
... آں هم ملائکه اقلام اند افاضه میکنند بر ملائکه دیگر که تحت ایشاں است و این ملائکه الواح

گواہی دادند و ایں است معنی قول وے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کنت نبیاً وآدم بین الروح
والجسد و حدیث لو کان موسیٰ ابن عمران حیاً وسعہ الا اتباعی یعنی اگر موسیٰ ابن عمران زندہ بودے
دریں زمانہ وسعت نمی شد او را مگر اتباع من کند نیز بجہت ایں است کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و
آلہ واصحابہ وسلم نبی مبعوث بسوئے وے بود پس لیکن ملاقات البتہ متبع می شد مر سید عالم را۔ چنانکہ در عالم
ارواح متبع شدہ بود چہ او علیہ السلام از عصیان معصوم است و بہمیں سبب کہ سید عالم صلوات اللہ علیہ
وآلہ نبی مبعوث بود وقت ظہور وے در ارواح و ہمہ از امت وے بودند ہمہ انبیا و در روز قیامت
زیر لوائے وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہند بود۔

المرتبۃ الرابعۃ عالم مثال است و آں عالمے است بین بین میان عالم ارواح و عالم شہادت
و ایں عالم بسبب لطافت خود مشابہ عالم ارواح است و بجہت ممتد بودن مثل امتداد اجسام مشابہ
عالم شہادت است پس ایں عالم برزخ است میان ارواح و شہادت۔ و ایں بر دو قسم است۔ یکے آنکہ
در ادراک آں تعمل قوت متخیلہ شرط است و دیگر آنکہ در ادراک آں قوت متخیلہ تعمل وے شرط نیست
و قسم ثانی را مثال منفصل نامند۔ و ایں عالم لطیف است موجود است بے تعمل و اختراع و در ایں عالم
متجسد میشوند ارواح و دریں عالم بود کہ جبرئیل نازل میشد بصورت دحیہ کلبی بر سید عالم صلوات اللہ وسلامہ
علیہ وآلہ واصحابہ و دریں عالم مرئی میشود خضر علیہ السلام وغیر وے از انبیا و اولیا علیہم السلام
و اولیا متصور بجسد مثالی شدہ ظاہر میشوند بکسیکہ خواہند ظہور خود بر وے چنانچہ حضرت امیر المومنین
عمر ظاہر شدہ بود بر ساریہ ابن زنیم۔ و قصہ اش آنست کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ساریہ را
فرستادہ بودند برائے غزا بر کافراں۔ چوں بغزا مشغول شد کافراں منہزم شدہ فرار نمودند بسوئے جبل و
ساریہ خواست کہ تعاقب آں کفار نماید و در جبل آنہا خداع کردہ بودند و ایں واقعہ منکشف گشت بر امیر المومنین
عمر رضی اللہ عنہ و امیر المومنین در مدینہ مطہرہ و بر منبر بودند بروز جمعہ در اثنائے خطبہ فرمودند یا ساریۃ
ابن زنیم الجبل الجبل و بر ساریہ صورت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ حاضر شد و ساریہ مشاہدہ کرد و ایں
آواز شنید پس با بودن جسد عنصری حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ در مسجد مدینہ مطہرہ متصور
بجسد مثالی شدہ حاضر شدند نزد ساریہ و ایں تجسد در عالم مثال منفصل بود و عزرائیل علیہ السلام کہ
میت را وقت موت مشہود میشود دریں عالم است و بعد موت چوں روح از بدن جدا می شود دریں عالم
متجسد میشود دریں عالم است سوال منکر و نکیر و نیز دریں عالم است راحت و تلذذات در قبر کہ حاصل
میشود ہمچنیں عذاب قبر۔ اعاذنا اللہ منہ۔ دریں عالم است قال اللہ تعالیٰ حتی اذا جاء احدہم الموت
قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون۔ یعنی
وقتیکہ آید یکے از آں کفار را موت و آں موقت بکلمہ پدید جائے خود او نار خواہد گفت آں کافر میت کہ اے رب
رجوع کن مرا بسوئے حیات دنیا شاید کہ عمل کنم عمل صالح در آں چیز کہ ترک کردم در آں عمل صالح چگونہ
ایں رجوع خواہد شد کہ ایں کلمہ ایست کہ آں میت قائل آں کلمہ باشد یعنی کلام بے فائدہ است حجاب

درشکل بدنِ انسانی وساری است بتمامه در بدن بوجهے که هر جزء وے منطبق است بر هر جزء بدن
بلکه متحد است هر جزوِ از روح حیوانی در هر جزوِ از بدن بنوعے از اتحاد که مجهول الکنه است چنانچه حضرت
جناب شیخ محب الله الهٰ آبادی قدس سرہ فرموده اند ارواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا متلذذ و متالم
همیں روح حیوانی است که متعین است امّا روح انسانی با قطع نظر ازیں تعین در مرتبهٔ وحدت خود منزّه
است از لذّت والم چنانچه شیخ اکبر قدس سرّه نص فرموده اند واین روح حیوانی را که متعین خاص
است مرکب قرار داده اند مر روح انسانی را که مجرد از تعین است و مطلق است بجهت آنکه این مطلق
را وجه ظهور نیست مگر دریں مقید وانچه گفته شد همیں مراد مولوی جلال الدین رومی قدس سرّه است
بقول وے۔ شعر۔ تفرقه در روح حیوانی بود ٭ نفس واحد روح انسانی بود ٭ یعنی تفرقه و امتیاز
دریں روح حیوانی است که متعین است واما روح انسانی در مرتبهٔ ذات خود با قطع نظر ازیں تعینات
نفس واحد است کثرت را دراں راه نیست و روح حیوانی که گفته شد جوهر لطیف است و ابدی است
بعد موت معدوم میشود و نیست موت عدم بلکه موت عبارت است از تفریق اجزا که این روح از بدن
جدا شده خارج میشود و متصور بصورتے از صور مثال منفصل میگردد و در قبر مسئول عنها میشود و سائل
وملک اند که نام شان منکر و نکیر است چنانکه شریعت حقه بیان آن فرموده بتفصیل و امّا آنکه
فلاسفه گویند که روح حیوانی جسم بخاری است معدوم میشود وقت موت پس این جسم بخاری دیگر است
آن روح حیوانی نیست که کلام ما دروست و تفاضل در افراد شان از جهت تفاضل دریں روح
است پس انسان کامل این روح را باز داشته است از تلذذات نفسانیه و در شهود وے این تعین
فانی گشته و حقیقت آنکه لطیفهٔ الهیه است شهود ساخته عالم بکلیته واطلاق آن شده وانچه منقول
است از شیخ صدر الدین قونوی قدس سرّه که ارواح اولیا کلیه اند پس معنیش آنست که اولیا بکلیت
ارواح واقف عالم اند۔ لیکن در معرفت الٰهیه اولیا مختلف اند بحسب مراتب خود معرفت آنها را حاصل
است و سر دریں آنست که این روح اگرچه فی حد ذاته واحد است و کامل لیکن هر تعین را خواص و
لوازم اند که تعین دیگر را نیستند پس در بعضے تعینات در اسفل السافلین می افتد و آن متعین گرفتار
جهل می گردد و در بعضے تعینات باعلی علیین میرسد و کامل در معرفت الٰهی میشود لیکن متعینات هم
در معرفت و علم مختلف اند بحسب استعدادات خود که از تعین حاصل است آنها را بعضے در کمال قصور
اند و بعضے در کمال دون آن و بعضے کم ازیں دون و هم بریں قیاس کامل و ناقص و متلذذ و متالم همان
روح انسانی است لیکن دریں متعینات بشرط تعین و روح سید عالم محمد مصطفیٰ صلی الله علیه وآله و
اصحابه وسلم روح اعظم و در هر موطن متصف بعلم اتم است و این روح در عالم ارواح نبی مبعوث شده
بودے بر ارواح آخر خواه ارواح انبیاء دیگر خواه ارواح اولیاء خواه ارواح ناقصان همه ارواح
ایمان بنبوت روح محمدی آورده اند و اقرار کرده اند در عالم ارواح و روح محمدی ازیں همه ارواح عهد و
میثاق گرفت که بعد آمدن در عالم عناصر مطیع گردند همه ارواح ... بآں عهد و میثاق

کبش بصورت اسحاق علیہ السلام نمودار شدہ بود۔ **المرتبۃ الخامسۃ** عالم شہادت و این عالم اجسام
است و در جوہر عالم عقل کل و نفس کل ہبا پیدا شد و طبیعت و ہبا مادۂ اجسام و طبیعت مؤثر در اجسام
باذن خالق بے شعور مطابق آنچہ در نفس کل ثبت شدہ از افاضۂ عقل کل و این ہبا اوّلاً قبول استعداد
جوہری کردہ مستدیر میشود ظاہر شد و آن کرہ است کہ محیط است بعالم اجسام تمامہ و این عرش عظیم
است و در دنیا چہار ملائک وجود شدند کہ حامل عرش اند و بروز قیامت ہشت ملک حامل عرش خواہند
شد و این عرش مستوی رحمٰن است کہ حسن برد ظاہر است چنانکہ اللہ تعالیٰ فرمود الرحمٰن علی العرش
استوی۔ والہٰذا رحمت وے عام است بجمیع عالم و ہیچ نوعے از انواع خالی نیست کہ مشمول رحمت نیست
و در غضب ہمہ رحمت اللہ است چہ در غضب رحمت ذاتیہ عارض بمغضوب علیہ میشود و این الم ہم حقیقۃً است
از حقائق کہ رحمت بآن متعلق شد۔ پس الم در وجود آمد از رحمت و نیز این رحمت است بر مغضوب علیہ
النار کہ عاصی را میرسد برائے آنکہ زنگ گناہ از وے زائل شود چنانکہ زر سیاہ را در آتش می اندازند تا از
زنگ صاف گردد مثل آن مثل احتجام است اگرچہ نیش احتجام مولم است بنابر آں چوں متعلق صحت است
عین رحمت است ہمچنیں الم عاصی در نار و ہمچنیں اقامت حدود است اگرچہ مولم است لیکن چوں مزیل گناہ
است عین رحمت است و در جوف عرش عظیم جسمے دیگر است بایں شکل و این کرسی کریم است و این کرسی
منزلی است قدمین رحمان کہ عبارتست از انوار رحمت خالصہ و غضب و ازیں کرسی غضب و رحمت خالصہ
متعلق بعباد میشود و دریں کرسی ملائک اند خدمت آنہا ایصال رحمت و عذاب است بعباد و در جوف این
کرسی کرہ دیگر است فلک اطلس است و این عرش صغیر است و ازیں تغیر در عالم واقع میشود از اسمیکہ عرش
مظہر اوست و مناسب آں ملائک اند کہ خدمت آنہا ترتیب عالم تغیرات است و در جوف فلک اطلس فلک
ثوابت است و این کرسی دیگر است و دراں ہم ملائک ہستند مناسب آں اینکہ ذکر کردہ شد موافق آنست کہ
مکشوف بر شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ گشتہ و در مشہور ہمیں فلک الافلاک عرش عظیم است و فلک ثوابت
کرسی کریم است و فلک ثوابت ناس فلک اطلس نیست بلکہ درمیان خلا واقع است و دران جنت مخلوق است سقف جنت سطح فلک اطلس است و زمین
جنت سطح محدب فلک ثوابت است بعد ازاں دوزخ ہوا پیدا شدہ است و از ہوا نار متکون شدہ۔ بعد آں در ما و زمین منجمد شدہ و دخان
متکون شدہ و بر تقسیم و منجمد گشتند سبع سماوات پیدا شدند و در ہر آسمان ملائک اند مشتغل بعبادت اند و زیر زمین
دوزخ مخلوق گشتہ۔ **المرتبۃ السادسۃ** مرتبۂ انسانیت و این انسان مظہریت جامع ہر ہر مظاہر
را چہ تعین اول معہ ما فیہ ظاہر شدہ است در تعین ثانی با ہر چیزے کہ ظاہر شدہ است دراں از عوالم ثلثہ
ظاہر شدہ در انسان و انسان جامع جمیع عوالم است و حق با جمیع اسماء و صفات خود با جمیع صفات
اکوان و مظاہر ظاہر است در انسان و انسان جامع است ہمہ موجودات را از ازل تا ابد و انسان نامیدہ
شدہ است بعالم صغیر و انسان کامل خلیفۃ اللہ است و متصرف است در ہمہ عوالم و فیض حق سبحانہ تعالیٰ
نمیرسد بہیچ جزء اجزاء عالم مگر بواسطۂ باطن انسان کامل و لہٰذا مسجود ملائکہ گشتہ و انسان کامل اگرچہ در خلق
عنصری اخیر است لیکن بباطن و حقیقت خود اول است و مضاہی تعین اول است و او بود مقصود از

نخواہد شد و مشتمل بر کرنیا است کہ میگوید کہ لعلّی اعمل صالحاً چنانچہ آیۂ دیگر شاہد است بر آں ولو رُدّوا لعادوا
لما نہوا عنہ۔ یعنی اگر مردود شوند بسوئے دنیا مر آئینہ عود خواہند کرد چیزے را کہ منہی کردہ شدہ اند یعنی نشأۃ
ایشاں صالح نیست مگر کفر و عصیاں را و قولہ تعالیٰ من ورائہم برزخ۔ یعنی پیش آں موتے برزخ است
کہ در آں عذاب خواہد شد بر کافراں تا وقتیکہ مبعوث شوند در قیامت و مراد از برزخ ہمیں عالم مثال
منفصل است و بعد قیامت چوں حشر احیا و شود ہمیں بدن عنصری محشور شود و ایں بدن لطیف گردد و بدن
مثالی نبود و دریں عالم اہل جنت متلذذ شوند بصور اعمال خود و اہل نار معذب بصور اعمال خود و
حقیقتش آنست کہ اعمال مکلفین اگرچہ اعراض اند دریں عالم لیکن حقائق آں جوہر شدہ باقی می مانند
در مثال منفصل پس اعمال حسنہ جناں و حور و قصور شدہ باقی می مانند و اعمال سیئہ مثل زنا اگرچہ عرض است
و ملذ است دریں عالم لیکن حقیقتش نار محرق و مولم است در آں عالم و بسبب انغماس در غفلت بدنیہ
ملذ می نماید و ایں جہل مرکب و غلبۂ نفس و شیطان است و در آں عالم کہ جلوۂ حقیقی است محرق و
مولم است اللہ تعالیٰ میفرماید مر کفار را۔ ہل تجزون الا بما کنتم تعملون۔ یعنی جزا نداده خواہید شد مگر
بجز عمل میکنید و ایں نص است بر آنکہ عمل عین جزا است۔

تنبیہ اوّل کہ در ادراک وے قوت متخیلہ شرط است۔ پس موجود میشود از تعمل قوت متخیلہ در آں عالم
مشہود میگردد چنانکہ صور در خواب دیدہ میشود و پس ایں صور گاہے مناسب حقائق موجود می باشد و
ایں رویا معبّر نیست بلکہ ہرچہ مشہود شدہ ہماں واقع میشود و حضرت جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا فرمودہ اند اوّل چیزے کہ با ابتدائے وحی می آمد بر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ
وسلم رویائے صادقہ بود در خواب پس نبود آنحضرت کہ دید چیزے را در خواب مگر آنکہ مانند روشنی فجر یعنی
ہرچہ می دید ہماں واقع میشد و ایں حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود پیش از رسالت و نزول
ملائک و گاہے ایں صور اگرچہ مناسب حقائق موجود اند لیکن مطابق بحسب بادی الرائے نمی باشد و ایں
رویا معبّر است و در حقیقت مشہود آں چیز است کہ معبّر است لیکن مصور است بصورت مرئیہ چنانکہ
حضرت سید عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم علم را بصورت لبن دیدہ بود چنانکہ امام بخاری روایت
کردہ کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمودند کہ در خواب شیر آوردہ شد و نوشیدم تا آنکہ سیر
شدم و باقی بعمرؓ دادم۔ حاضراں پرسیدند کہ تعبیر آں چیست سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم
فرمودند کہ تعبیر آں علم است و چنانکہ حضرت سید عالم صلوات اللہ علیہ وسلامہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم
ایمان را بصورت قمیص دیدہ بودند امام بخاری روایت کردہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم
فرمودند کہ در خواب بر من عرض کردہ شدند مردماں کہ بر آنہا قمیص ہا بود۔ بعض قمیص ہا داشت
تا ثدی۔ و بعض تا کمر و بعض تا ساق عمرؓ را دیدم کہ قمیص دراز تا زیر پا بود حاضراں عرض کردند کہ تعبیر
آں چیست سید عالمؐ فرمودند کہ تعبیر آں ایمان است و از ہمیں معبّرات رویا حضرت ابراہیم علیہ السلام
بود کہ دیدہ بود ابن خود را کہ اسحاق است بر قول مکشوف اولیا ذبح میکنم و تعبیر آں ذبح کبش بود و

خلق عالم واللہ تعالیٰ این انسان کامل را بعد وید خود پیدا کرد و مراد از وی پیدا از وجہ اتم ... جلالیہ و جمالیہ و ا
فعلیہ و انفعالیہ و اوصاف و اسماء قدیمہ و صفات و اسمای کونیہ است و باقی عالم را ... پیدا ساخت
و این دقیقہ را ملائک طبیعیہ نفہمیدند و گفتند کہ آیا پیدا میکنی کسی را کہ فساد در زمین ... و ما نحوا ... کرد
مسبح ہستیم و ندانستند کہ تسبیح آنہا با اسم خاص است کہ آن ملائکہ مظہر آن اسم بود ... الا انہ اللہ تعالیٰ
اسماء اند ملائکہ را خبر آن اسما نبود و اللہ تعالیٰ آدم یعنی انسان کامل را تمام اسما خود تعلیم فرمود چہ آدم
انسان کامل مظہر ذات جامع ... است و انسان کامل مسبح بہمہ اسما است پس تسبیح انسان کامل
اکمل است از تسبیح ملائکہ و اللہ تعالیٰ ... تمام کائنات را ... ساخت و گفت کہ خبر دہید از اسمای
این کائنات کہ تسبیح بآن اسما می کنند و مظہر آن اسما ہستند پس ملائکہ چونکہ از تکبر منزہ بودند اعتراف
بعجز خود کردند و گفتند لا علم لنا الا ما علمتنا و آدم انبأہم ہمہ اسما کرد پس ظاہر شد فضل آدم یعنی انسان کامل
نزد ملائکہ و سبب مسجود شدن انسان کامل معلوم شد و اما ابلیس پس ابا آورد از سجود و گفت انا خیر منہ
خلقتنی من نار و خلقتہ من طین یعنی بہترم از آدم کہ انسان کامل است پیدا کردی تو مرا از آتش و آدم را
از طین و طین عبارتست از اجزاء زمین کہ ممتزج است بآب و ابلیس پنداشت آدم را طین و ندانست
کہ ظاہر است از روی ذات با جمیع اسما و صفات و جمیع حقائق عالم کہ از آن جملہ اسم است و تکبر ... بر
مظہری کہ نشاید تکبر بر او و لہذا ملعون و مطرود ازل گردید و ابلیس مظہر اسم مضل است و ممکن نیست کہ
از او صادر شود سوای اضلال و گمراہی ... تسبیح حق نمیکند مگر باسم مضل ... قریب او است در معنی و لہذا
لعنت قبعزتک لاغوینہم اجمعین یعنی قسم بعزت است ... البتہ گمراہ خواہم کرد افراد نوع انسان را
یعنی ہمہ آن کہ بندہ ہستم و او مخلص ... اختیار شود با اسم ... یا ... لہذا اللہ تعالیٰ امر فرمود
واستفزز من استطعت منہم بصوتک واجلب علیہم بخیلک و رجلک و شارکہم فی الاموال والاولاد
وعدہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا یعنی جنبش بدہ ... استطاعت بر اضلال داری با واز خود
فریفتہ آوازش ... در ضلالت افتند ... خود و شرکت کن آنہا را در اموال
و اولاد و ضلال افتند وعدہ کن با آنہا ... فریب یافتہ در ضلالت افتند و وعدہ نخواہد کرد ایشان را
شیطان مگر فریب الا ... گفتہ است اللہ تعالیٰ ... شد کہ اللہ تعالیٰ شیطان را مقرر شود برای اضلال
اغوا بہر طریقیکہ باشد تا اسم مضل ... ظاہر شود پس ابلیس ہم موکل خدمت است و انسان کامل اگرچہ
در حقیقت خود جامع جمیع اسما است و ابلیس را ہم ... از جزو حقیقت او ست کہ اسم مضل است لیکن او
مؤثری کہ ظاہر است در دنیا و در آخرت مظہر اسم ہادی است پس از انسان کامل بجز ہدایت
چیزی از وی صادر نگردد مگر آنکہ اثری از آثار ہدایت و اسم ہادی است لہذا اکمل از انسان کامل
رسل و انبیاء اند معصوم اند بلکہ اولیا از انسان کامل محفوظ اند اگر معصیتی بر سبیل ندرت از
ایشان صادر شود مقارن توبہ و استغفار شود و این اثری است از آثار ہدایت و موجب ظہور آیت تواب
... و غفور است بدانکہ حق سبحانہ تعالیٰ اگرچہ در ازل عالم بود و میدانست جمیع اسمای حسنی خود را

افضل سبیلاً واللہ تعالیٰ حال انسان کامل وانسان ناقص درین آیہ بیان فرمودہ
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین
آمنوا وعملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون۔ یعنی ہر آئینہ پیدا
کردیم انسان را در احسن تقویم و تقویم وے جامع است و این تقویم فی ذاتہ افضل واحسن
است از تقویم ہر مخلوق بعد ازاں مردود ساختیم انسان را در مرتبہ ومنزلت باسفل السافلین
کہ از انعام نیز بدتر شدند مگر آں انسان کہ ایمان آوردند۔ وعمل صالح کردند ایشانرا
مردود نساختیم باسفل السافلین بلکہ در احسن تقویم باقی ماندند۔ وانسانیکہ ایمان آورد
وعمل صالح کرد انسان کامل است وماعدائے وے ناقص ونیز باید دانست کہ اللہ تعالیٰ امانت
را عرض کرد بر سموات وارض یعنی بر ماسوائے انسان ہمہ ابا آوردند کہ نشاۃ آنہا صالح آں
نبود وبترسیدند از برداشتن بار این امانت بجہت آنکہ دانستند حق آں ادا نتوانستند کرد وانسان
این بار امانت را برداشت کہ نشاۃ وے قابل ادائے حق آں بود وعاقبت بنج آں کما حقہ نمود
ومبادرت نمود در حمل بار امانت چنانچہ حافظ شیرازی رحمہ میفرماید۔
شعر

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

وانچہ شیخ اکبر قدس سرہ در فتوحات فرمودہ اند کہ صوفی حکیم است وحکمت خیر کثیر
است بنص ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ وانچہ موصوف بحکمت است
قابل قلت نیست اصلا وصوفی در جمیع موجودات نظر میکند چہ حکمت الٰہی ساری است در جمیع
موجودات۔ واللہ تعالیٰ انسان را حامل امانت ساختہ است۔ پس گردانیدہ است مر انسانرا
نظر شفقت بجمیع موجودات وعطا کردہ است انسانرا تصرف در جمیع موجودات بطریق امانت کہ ادا کند
انسان حق ہر ذی حق مر آں ذی حق را چنانچہ اللہ تعالیٰ عطا فرمودہ است ہر شئی را خلق وے کہ حق وے
است بجہت آنکہ در اعیان ہر شئی استعداد او بود وبحسب آں استعداد خلق فرمود۔ آں امر را کہ مستعد آں بود
بوے عطا فرمود پس گردانید اللہ تعالیٰ انسانرا [illegible] غیر دیگر مخلوق را خلیفہ نگردانید پس انسان امین است
بر خلق اللہ پس میل نمیتواند در حق خلق خدا از سنت اللہ کہ جاری است در حق ہر مخلوق ومیرساند بہ [illegible]
اللہ تعالیٰ خواستہ است پس خلق اللہ امانت اللہ است در ید انسان چنین امانت کہ معروض کردہ شدہ بر
انسان پس آنرا برداشت پس اگر ادای آں امانت کند بر طبق حکم اللہ حکیم است واگر ادای آں امانت نکرد
پس او ظلوم جہول است وحکمت منافی ظلم وجہل است پس آنکہ امانت ادا نکرد حکیم نباشد پس تخلق باخلاق اللہ تعالیٰ
ہماں تصوف است پس ازین کلام واضح شد کہ صوفی کہ انسان کامل است ہر ذی حق را از خلق اللہ حق او میرساند
چنانکہ اللہ تعالیٰ میرساند ومراد از حق ذی حق چیزے است کہ عین او مستعد اوست پس ہر مخلوق را میرساند
انچہ کہ عین وے مستعد آں بود خواہ در شرع آں ظلم یا حق شرعی باشد پس حق ابوجہل آں بود کہ عین وے

فتوح العقائد
معروف بہ
عقائد الصوفیہ

مصنفہ عمدۃ المحدثین شاہ فتح محمد مصنف مفتاح الصلوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علےٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ
اجمعین - بدان ایہا العزیز ارشدک اللہ تعالیٰ فی الدارین - صوفیائیکہ قائلین بوحدۃ
الوجود اند - بدقت و وجد کہ چنیں یافتہ اند و بریں اعتقاد داشتہ اند کہ حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ
وجود است و آں وجود من حیث الحقیقت متعین نیست بل وجود مطلق است بایں معنی کہ آں وجود
وجود است باعتبار حقیقت نہ او را قید خاص است و نہ قید عام و نہ او را قید اطلاق است و نہ قید تقیید
وجود خود منقلب نگردد لان فیہ اتصاف النقیض بالنقیض او اتحادھما و ھما محالان لان فیہ
انقلاب الحقائق و ایں محال است پس چوں حقیقت آں وجود مطلق است در خارج ہمیشہ متحقق بود
و امر کلی نباشد از جہت آنکہ سلب الشی عن نفسہ لازم می آید - و ایں نیز محال است از جہت آنکہ ہست ہست
است امر ذہنی نیست کہ محتاج بجزئیات و افراد خود باشد در موجودیت خویش پس ہموں وجود مطلق واجب
باشد - و آں وجود را صفت وجوب و قیومیت و بقا و قدم و عظمت و جلال و علم و قدرت و جمیع
صفات الٰہیہ ثابت اند - و آں وجود بیچون و لانہایت و غیر منحصر و غیر محدود است و ایں صفات از اں
وجود گاہے منفک نیستند و آں وجود را باعتبار ایں صفات واجب الوجود و اللہ میگویند و آں
وجود یکے است و غیر وے موجود نیست و محال است کہ باشد از انکہ حقیقت وے تعالیٰ وجود است و
غیر وے بالکلیہ جز عدم نباشد - پس غیر وے موجود نتواند بود و از انکہ حقیقت وجود را مثل و مخالف
و ضد نیست و غیر وجود بریں سہ قسم منحصر است - پس غیر وے موجود نباشد - و اصل ہمہ موجودات ہموں
است - و ہمہ کائنات از وے حاصل اند و او بذات خود بہمہ موجودات متعین و متکیف شدہ است و
بلباس مخلوقات ظاہر آمدہ است و ذات او بہمہ صفات مقید شدہ خلق نما گشتہ است بے انقلاب
حقیقت وے و صفات حقیقیہ وے و او بحال خود است باطلاق خود - و صفات حقیقیہ وے ہم

مستعد آں بود از کفر و معاصی و اسباب خلود در نار پس ہر چیکہ اعیان کائنات در مرتبۂ ثبوت مستعد
آں است انسان کامل می رساند بادچنانچہ سنت اللہ جاری است تا آنکہ آنچہ کہ ہمیان کائنات
مستعد آنست۔ اللہ تعالیٰ بر طبق استعداد باو میرساند و این تخلق است باخلاق اللہ و حکمت
است و اینکہ گفتہ شدہ کہ صوفی حق ہر کائن بنظر استعداد وے میرساند ہمہ بہ انظار باطن
انسان کامل است کہ بہ باطن حق ہر کائن را بمقتضائے استعداد می رساند با علم و دانش
دانا انسان کامل کہ صوفی است بصورتے کہ ظاہر شدہ است این صورت مظہر بادی است
عنایت کردہ شدہ است مکارم اخلاق داو تصنیف بہ مکارم اخلاق است و مکارم اخلاق
خود صرف میکند بقدر تمکن و شیخ اکبر بیان آں فرمودند در موضع آخر از فتوحات بدینوجہ
کہ صوفیہ آں کسانند کہ اختیار مکارم اخلاق باخلاق اللہ کنند نہ غیر صوفیہ۔ و صوفیہ
دانستند کہ کسے قادر نیست بر رضائے جمیع بندہائے اللہ چہ یکچہ چیز موجب رضا یکے می باشد و
ہماں چیز موجب سخط و ناخوشی دیگری می باشد و چوں مکارم اخلاق با ہر کس محال بود پس
اختیار کردند مکارم اخلاق با کسیکہ اولی است بمعاملہ مکارم اخلاق و التفات نکردند بسوے
آں کس کہ وراں ساخط باشد۔ پس نیافتند لائق معاملہ بہ مکارم اخلاق مگر اللہ تعالیٰ
را و ملائکہ را و از بشر مثل انبیا و اولیا را۔ پس لازم گرفتند این مکارم اخلاق
با ایشاں را۔ بعد ازاں صرف کردند مکارم اخلاق با حیوانات و نباتات و با اشرار ثقلین
مکارم اخلاق نہ کردند۔ مگر بہ چیزیکہ اللہ تعالیٰ محتاج گردانید خلق را بآنہا و این ہم
مکارم اخلاق با اللہ تعالیٰ است و اگر این قوم قاضی و حاکم باشد در اقامت حدود بر
خلق خلق را راہ نہ دہند۔ بلکہ اقامت آں بکنند کہ اقامت حدود حق اللہ تعالیٰ است پس
خلق با اللہ تعالیٰ ہمین است کہ حق وے و فاکند از انچہ گفتہ معلوم شد کہ صوفیہ کہ
انسان کامل اندمی باید کہ با خلاق حمیدۂ شرعیہ متصف باشند و او باطن تصرف
در ہمہ اشیا و مخلوقات بکند۔ و انسان ناقص ہم شریک است با انسان کامل در
حمل امانت۔ و او ادای امانت نمی کند۔ و او ظلوم جہول است و امانت عبارت
است از اسرار اسماء الہیہ۔ و ادائے امانت تخلیق با سماء الہیہ است و اعطاء
ہر ذی حق را حق وے کہ مقتضی آں اسم است کہ آں ذی حق مظہر اوست۔ فقط

تمت بعونہ و توفیقہ

الحمد للہ و المنۃ کہ این کتاب تنزلات ستہ مصنفہ مولانا ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ تصحیح خادم العلوم
والافتاء الدینی ابو الفضل محمد مخدوم الحسینی الشہیر بہ شیخ احمد حسینی القادری النظامی غفر اللہ لہ و لوالدیہ
بفضلہ السامی بحلیہ طبع محلی گردید۔

فی ذواتها بل هو هو والاشیاء اشیاء این است وجدان محققان و عقیده حضرات صوفیان
رضوان الله تعالیٰ عنهم اجمعین ایشان را با اعتقاد علماء ظواهر هیچ روئے مخالفت نیست مگر در ربط حق بعالم
علماء ظواهر ربط ایجاد حق بعالم میدانند بتباین حقیقتین علماء باطن ربط ذات حق بعالم می‌دانند بے تباین حقیقتین
و اتحاد و بے انقسام و تجزی و تبعیض۔ پس نزدیک ایشان یک حقیقت آمد اما در ثبوت مرتبه حق و مرتبه عالم و
احکام مرتبه بر آن سرموی هیچ مخالفت نیست احکام واجب بر واجب مترتب میدانند و احکام عالم بر عالم و
احکام آن برایں مترتب نمیگردد و احکام این بر آن مترتب نمیشود۔ این است صراط المستقیم۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط
الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین آمین۔ علماء ظواهر بر بنا خود هیچ طورے از
اطوار یگانگی بر عالم روا نه دارند بلکه کفر پندارند زیرا که نزد ایشان عالم را با حق هیچ وجه یگانگی نیست و صوفیان بر بنا
خود همه اطوار یگانگی بر عالم جائز دارند بل جزوے و رکنے از ایمان شمارند از آنکه نزد ایشان حق ثابت است اما نه جداگانه
و نه بیگانه از عالم و نه متحد و یگانه با او زیرا که نزد ایشان من حیث الوجود یگانگی است و من حیث المراتب بیگانگی و
ثبوت ایمان بدو رکن است یگانگی و بیگانگی و آن یگانگی و بیگانگی بدو امر است۔ امر الحق و العبد و
جمیع الامرین المذکورین را ایمان تمام و کامل میدانند لان فیه ثبوت الحق و العبد بلا تباین و اتحاد پس کسیکه
بوجدان ذوق بے تباین و اتحاد هر دو مرتبه را برابر دارد و حقیقت وجود را با جمیع اطلاقات حقیه و با جمیع قیودات خلقیه
دریابد او را کامل مکمل گویند و کسیکه باستیلائے وجود و یا باستیلائے حق مرتبه خلق را محو سازد او را مغلوب الحال گویند
و معذور دارند و مرفوع القلم شمارند ان الله لا یواخذ العشاق بما صدر منهم و کسی را که رویت خلق حق را
ساتر آید او را محجوب گویند و کسی را بمجرد علم وحدت یا بتوهم حظوظ آن علم مرتبه خلق را بردارد او را
ملحد و زندیق گویند و کسیکه علم و معرفت را چنانکه مذکور است بداند و بدان عقیده صحیح دارد و مراقب بدان
بود او را عالم ربانی خوانند داسے است که او بطفیل این علم و عقیده و مراقبه بدرجه کمال رسد درین
جهان یا در آن جهان و کسیکه مراقب نبود و آن علم و عقیده صحیح دارد او هم چیزے از این نصیب خالی نبود و از این خطا
عاری نباشد و هر که این علم و عقیده و عقیده را یاد دارد و هر مسئله این رساله را بتحقیق بداند از زلت صوفیان
خامان و از زندیقیت زندیقان و از الحاد ملحدان و از اباحت اباحیان نجات یابد و بدرجه صدیقان رسد۔
والله اعلم بالصواب۔ صوفیان المحققین را که حقیقت وجود است من حیث هو هو لاتعین و ذات
بحت خوانند اما نه بان معنی که مفهوم سلب تعین و بحیثیت آنجا ثابت باشد۔ و نیز این مرتبه را
مرتبه احدیت و مرتبه غیب هویت و مرتبه لاهوت خوانند۔ و هیچ اسمے که در ورائے وجود فائده دیگر دهد
روا نه دارند و چون آن حقیقت را بعلم مطلق و علم اجمال که یافت خود است مر خود را بذات خود یافت
جمیع شیونات است یعنی اسمائے الٰہی و کونی بے امتیاز یکے از دیگرے ملاحظه نمایند وحدت گویند و
حقیقت محمدی صلی الله علیه وآله واصحابه وسلم خوانند و تجلی اول و تعین اول و تنزل اول نامند۔ و چون آن حقیقت
را بعلم مفصل که یافت خود است با صفات و اسماء الٰہی و کونی مفصلاً با امتیاز یکے از دیگرے
ملاحظه نمایند۔ واحدیت و الٰہیت و حقیقت انسانی خوانند۔ و دانش خود که درین مرتبه استحضار اکوان لا

بجمال و بکمال خود هستند باطلاق خود و بآن اطلاق حقیقت و اطلاق صفات خود را باین تقید جلوه نموده
است پس ظاهر باین تقید و بلوازمات این تقید است۔ و باطن بهمه اطلاق و بلوازمات آن
اطلاق است مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان۔ بیان این معنی است۔ پس
آنچه تقید است راجع بظاهر آمده و همه اطلاق راجع بباطن۔ پس او فی الحقیقت الٰه است عبد نما
اما گاہے فی الحقیقت عبد نمیشود۔ چنانچه حقیقت وے و صفات حقیقیه وے و الٰہیه وے منقلب نباشد ازانکه
انقلاب حقیقت وے محال است و انفکاک صفات حقیقیه وے ازان حقیقت نیز محال است پس الٰه عبد نما
باشد و چون عبد بتوجه تمام باصل خود و بباطن خویش باز گردد و نظر باین تقید است بردارد و
بباطن گذارد۔ و این شعور بالکلیه فانی گردد۔ تا ذات و صفات وے که تقید اند منبسط گردند بذات
صفات حق متحد باشند۔ همچو انبساط ذات و صفات حق دران وقت این بنده کانه هو باشد و عبد الٰه نما
گردد این است کمال آن بنده۔ اما گاہے فی الحقیقت الٰه نه شود ازانکه چون تقید آن بنده و صفات
آن بنده بالکلیه انبساط پذیرد۔ و او بالکلیه نماند کدام منبسط گردد و که متحد باشد با حق پس کمال بنده این
است که وے حق جلوه گر باشد و آن بنده انبساط و اتحاد با حق پذیرد۔ و چنانچه کانه هو گردد
و عبد الٰه نما شود۔ این است تحقیق محققان و عقیده گروه صوفیان۔ و ذوق و وجدان عارفان
اگر عارفے از شعور خود بالکلیه گم گردد و خود را همون بیند و هو هو گوید معذور است و آگاه نیست از حقیقت
حال خود و چون هشیار شود و از حقیقت حال خود خبر دار گردد و خود گوید بکمال من اینست که من عبد الٰه نما باشم
چنانچه حضرت سلطان العارفین۔ بایزید بسطامی قدس سره العزیز می فرمایند۔ ان قلت یوما
سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم کافر مجوسی فانا اقطع زناری و اقول اشهد ان لا اله الا الله و
اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔ چون سلطان العارفین از حقیقت حال خود خبر دار شد گفت
کنون مسلمان شدم حقیقت حال اینست که آن حقیقت مطلق را باین تقید دریابد و بے اتحاد و
باین تا مسلمان حقیقی شود و کلمه طیبه را دریابد و گرنه لا اله الا الله حاصل باشد و محمد رسول الله حاصل نه
آن حقیقت مطلقه باین بودن تقیدات مطلق است و صفات حقیقیه و اطلاقیه وے همچنان مرجع به
قیدات است و او الٰه همه و مسجود و معبود همه و اینها همه راجع و عابد و ساجد اویند و دران حقیقت
نزول کلام است و ارسال رسل و آن حقیقت آمر است و ناهی و این مقید است مامور و بنده و عابد و
محل تصرف وے و مظاهر اسمائے وے در مظهر اسم هادی در کار است و در مظهر اسم مضل در کار ما آن بنده جمع
این بظهر پس مظهر ہے مرحوم آمد و مظهر ہے مقهور آن منعم بجنات است و این معذب بعذاب جهنم و این مرجع
مقهوریت و این راحت۔ والمرجع بآن حقیقت نه ازانکه آن حقیقت منزه است از اینها
ترتیب اطلاق خود و ظهور این راحات و آلام باعتبار این تقید است نه باعتبار آن اطلاق یا آنکه
امر و مامور همون است و بآن اتحاد آمر باآمریت خود و مامور بماموریت خود است چنانچه حضرت شیخ
محی الدین شیخ عربی در فتوحات مکیه میفرمایند سبحنه عین کل شیء فی الظهور و ما هو عین الاشیاء

وزیاده از نصف زمین غرق است و نصف کم او بیرون است و آن نصف بیرون دو قسم
است۔ یک قسم محض ویران است که نشان عمارت در وی اصلاً و مطلقاً هیچ وجه نیست و
یک قسم آباد است که معموره گویند۔ و آن ربع مسکون است در وی دریاها و نهرها و کوه‌ها
و شهرها واقع است۔ و مسافت آن یکصد و بست ساله راه است از آن نود ساله راه
یاجوج و ماجوج که از فرزندان یافث بن نوح اند می‌باشند و دوازده ساله راه حبشه می‌باشند و هشت
ساله راه رومیان می‌باشند۔ و سه ساله راه عرب می‌باشند و هفت ساله راه عجم می‌باشند
چنانچه این تفصیل امام احمد خطیب قسطلانی در شرح بخاری از بعضی کتب نقل کرده اند و در زمین
مخلوقات بسیار اند چنانچه نسبت بملائکه و شیاطین و جن و آدم از هزار یک هیچ و اینهم در شرح
مذکور است که تمام زمین باین وسعت نسبت با آسمانها مقدار خشخاش است چنانچه بعضی گفته اند ابیات
جهان و جنب این نه سقف مینا۔ چو خشخاشی بود بر روی دریا۔ ببین خود را که زین خشخاش چندی۔
سزد گر بر بروت خود بخندی۔ بطریق اختصار ناسوت تمام شد۔ اما ملکوت پس باید دانست که عالم
ملکوت منقسم بدو قسم است۔ ملکوت اعلی۔ ملکوت اسفل۔ و ملکوت اعلی ارواح را گویند و
اسفل عالم مثال را گویند و این عالم مثال بالای عرش است و وسعت او آنقدر است که تمام عرش و
آنچه درو ست گویا حلقهٔ انگشتری است در صحرای عظیم چنانچه شارح قیصری وغیره تصریح نموده اند و عالم مثال
برزخ است درمیان عالم اجسام که ناسوت است و درمیان عالم ارواح که مجرده نورانی هستند و هر موجودی
را کائناً ما کان صورتی درین عالم مناسب آن عالم است که فیض از ارواح گرفته باجسام میرساند۔
و آنرا عالم خیال نیز نامند۔ اما ملکوت اعلی ارواح است و آن را عالم امر نیز می‌نامند و آن عالم
است که اشارهٔ حسی بدان راه نیابد۔ و موجودات آن عالم بر دو قسم است قسمی هستند که بوجهی
از وجوه بعالم اجسام تعلق ندارند و ایشان را کروبیان گویند۔ و ایشان نیز دو قسم اند قسمی
از عالم مطلق خبر ندارند۔ با مواقی جلال الله و جماله مست طافحند۔ و ایشان را مهیمه خوانند و قسمی
دیگر از ایشان حجاب بارگاه الوهیت اند۔ و وسایط فیض ربوبیت اند و افضل اینها روح اعظم است که روح
محمدی است صلی الله علیه و آله و اصحابه و سلم که فیض از حق سبحانه تعالی گرفته بجمیع ارواح
میرساند۔ و نسبت روح اعظم بجمیع عوالم میرسد۔ چه ارواح و چه مثال و چه شهادت۔ چون نسبت
نفس انسانست به بدن تا آنکه فیض از آنجا نرسد ممکن نیست که چیزی از شهود آید حضرت در خارج
صورت بندد و قسم دوم از قسم اول اینها بعالم اجسام تعلق دارند به تدبیر و تصرف که هر نوع انسانی
را یک روح مجرده است که تمام تعلق و تصرف آن شخص موقوف براوست هرچه استعداد او بدن و نفس است
بمقتضای آنست موافق آن از روح فیض گرفته بوی میرساند بواسطهٔ صورت مثالی آن شخص که در عالم
مثال است و چندین هزار ارواح ملکی دیگر نیز ممد و معاون همراه این نوع مجرده باشند که آنرا نیز ملکوت اسفل
گویند تا آنکه اهل کشف گویند تا هفت فرشته نباشد برگ از درخت بیرون نیاید۔ پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم فرموده

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین

طالب حق را باید دانست که مراتب وجود باصطلاح صوفیه رضوان الله تعالی عنهم اجمعین پنج عالم است
لاهوت و هاهوت و جبروت و ملکوت و ناسوت۔ و بیان از مراتب ناسوت کرده می شود تا
مبتدی را فهمیدن آسان گردد۔ ناسوت باصطلاح ایشان مرتبهٔ ملک است که آن را عالم شهادت
گویند و آن را از عرش اعظم است تا مرکز خاک۔ و این مجموعه سیزده چیز است
اول عرش مجید است که در شرح بخاری احمد خطیب قسطلانی از بعضی سلف نقل میکنند که عرش عظیم
ز یاقوت سرخ است بعد سے میان دو جانب او پنجاه هزار ساله راه است و وسعت از طرف بالا
پنجاه هزار ساله راه است و از طرف پائین نیز پنجاه هزار ساله راه است در فضائل الاعمال حدیث مرفوع
ست که عرش را صد پایه است فرشتگان که از زمانه پیدا شده اند تا روز قیامت سیر یک پایه تمام نتوانند کرد
عد از آن کرسی است که زمین بهشت است مجموعهٔ درجات عظیمه بهشت هزار و ششصد و شانزده است
عده فلک زحل که آسمان اول است و بعده فلک مشتری۔ بعده فلک مریخ۔ بعده فلک شمس۔ بعده
لک زهره۔ بعده فلک عطارد۔ بعده فلک قمر که آسمان هفتم است از بالا و آسمان اول است
ز طرف پائین۔ و در شرح امام نووی وغیره چنین مقرر کرده اند که کرسی و آنچه درو ست نسبت بعرش مجید
دل است در میدان سبع و هفت آسمان نسبت بکرسی همین حال۔ بعد از فلک هفتم کرهٔ آتش
ست که آنجا شهب میشود۔ بعده کرهٔ هوا است که در آنجا ابر وغیره میشود۔ بعده کرهٔ آب
ست که عبارت از دریای محیط است۔ و در اصل کرهٔ آب زمین مثل گردکان افتاده است

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلق بعد از ارتفاع کثرت عین حق است اگر لامِ جمال کہ عبارت از ظہور کثرت است
از میاں برداری و نقطۂ تعین از سر خا برگیری - بنگر کہ چہ ماند - حق ماند یعنی خلق حق گردد

دقیقہ (۱) - تعینِ حجاب وجود است اگر تو از عینِ وجود حق دو چشمی احول را
کہ عبارت از حرف تا ست دور کنی دانی کہ تعین عین وجودِ حق است -

دقیقہ (۲) وجودِ مطلق چوں از اطلاق و عدم انحصار خود توجہ بعالم ظہور کرد اوّل
تعین کہ پیدا گشت نام او وحدت شد او را حقیقت محمدیؐ نیز گویند -

دقیقہ (۳) حقیقتِ تعین تو دانستی و مغایرۃ دور کردن میان تعین و عین
حق ہم فہم کردہ اکنوں تو در ہر تعین و تجلی و در ہر مرتبہ ہمچنیں فہم کن چنانچہ سیاہی
بنسبت حروف اگر حروف گوئی درست بود - اگر سیاہی دانی کہ بصورت ظاہر شدہ است
عین معرفت بود و آں وحدت را دو شاخ ظاہر شد - یکے را نام احدیت کہ ذات پاک
اعتبار از ہمہ اعتبارات منزہ و مجرد است و دوم را نام واحدیت کہ ذات پاک آں اعتبار
ہمہ صفاتِ الٰہی و اعتبارات کیانی متصف است -

دقیقہ (۴) صفاتِ الٰہی دو قسم اند یکے موقوف است بظہور مخلوق در خارج

وفلک مشتری - وفلک مریخ - وفلک شمس - وفلک زہرہ - وفلک
عطارد - فلک قمر - کرۂ نار - کرۂ ہوا - کرۂ آب - کرۂ خاک - وموالید ثلثہ
معدن - نبات - حیوان -

دقیقہ (۱۰) پس انسان کامل این جمیع عوالم را شامل است - ومقصود از ظہور
این مراتب اوست کہ وجود باین مراتب شدہ تا بانسان پیوست ودر انسان بخواص انسان
در این مراتب خود را مشاہدہ میکرد کہ معراج عبارت ازوست - **بیت**

کسوتے دیگر بپوشد جلوۂ دیگر کند ہے - مظہر دیگر نماید بہر اظہار دگر

اگر خواہی کہ این مراتب در تحت توجہ وسیر تو باشد بدین شغل عروج ونزول مبدا ومعاد
اشتغال نمائی - وجود مطلق تعین اول - تعین ثانی عالم ارواح - روح القدس
جبرئیل امین - عالم مثال - عرش - کرسی - فلک زحل - فلک مشتری -
فلک مریخ - فلک شمس - فلک زہرہ - فلک عطارد - فلک قمر - کرۂ نار -
کرۂ ہوا - کرۂ آب - کرۂ خاک - موالید ثلثہ - معدن - نبات حیوان انسان

دقیقہ (۱۱) - چنانچہ وجود مطلق در اول مرتبہ جمیع تعینات را شامل است انسان
در آخر مرتبہ جمیع را حامل چون وجود تنزل کند اول خود را بلباس تعین اول وثانی
بیاراید - پس بلباس عالم غیب بیاراید تا بلباس انسان خود را بیاراید - چنانچہ تخم
بلباس شاخ وشگوفہ وبرگ وبن خود را بیاراید - تا بحدیکہ باز بہ تخم تخمیت آید - وچون
این تخم بہ اصل خویش رجوع کند می بیند کہ چندین لباس ہم من گرفتہ ام فہم من فہم

دقیقہ (۱۲) معرفت سہ نوع است - معرفت افعالی - ومعرفت صفاتی
ومعرفت ذاتی - معرفت افعالی عبارت از آن است کہ ہر فعلی کہ در کائنات [illegible]
است خواہ از انسان خواہ از غیر انسان بیند فعل حق سبحانہ داند - ومعرفت صفاتی
اشارت بآن است کہ ہر صفت کہ در خود یا غیر خود بیابد صفت حق سبحانہ داند اگر کسے
گوید وسالک شنود گوینده را بہ صفت کلیم تصور کند - وخود را بہ صفت سمیع [illegible]
بیند آن را صفت ناظر داند وخود را بصیر - واگر وہم وخطرہ در دل آید آن را [illegible]
تصور کند - وخود را بارئی - واگر چیزے کسی را امید بخود را [illegible]
تصور کند - واگر در دست خود کتاب یا چیزے دیگر بگیرد وبگشاید باسط [illegible] بعض
تصور کند - واگر خواہد کہ از کسے چیزے منع کند خود را مانع تصور کند واو را ممنوع [illegible]
اگر خواہد بردد چون پائے بردارد اسم رافع تصور کند وچون نشیند یا چیزے گم اسم خافض تصور
کند - وچون بخورد خود را رازق وشکم را مرزوق تصور کند - وچون گرسنگی دفع کند

چنانچہ خالق و رازق و دیگر محتاج نہ چنانچہ سمیع و بصیر و علیم و غیر آں از امہات صفات۔ پس آنچہ محتاج نیستند بکمال ذاتی و غنائی مطلق تعلق دارند و ایں مرتبہ را تقدم بر اسمائے دیگر است۔ و آنچہ محتاج ہستند بکمال اسمائی و کمال جلا و استجلا تعلق دارند۔ کمال جلا آں را گویند کہ وجود بایں تعینات ظاہر شد۔ و کمال استجلا آں را گویند کہ دریں مراتب حق سبحانہ بایں تعینات خود را مشاہدہ کند۔ و واحدیت منقسم بدو قسم است یکے صفات الٰہی و دیگرا عتبارات کیانی و تعین واحدیت ہر دو را شامل است و صفات الٰہی آں را گویند کہ وصف وجوبی و فعلی صفت ذاتی ایشاں باشد و اعتبارات کیانی آں را گویند کہ صفت لازمی ایشاں انفعال امکان باشد۔

دقیقہ (۵) لفظ اللہ و حق دو جا اطلاق کنند یکے در مرتبۂ لاتعین کہ عین وجود مطلق است بے ملاحظہ مفہوم۔ دوم در مرتبۂ الوہیت و آں عبارتست از ظہور جمیع صفات الٰہی اجمالاً و ظاہر وجود کہ وجوب وصف خاص اوست اینجا گویند و رب آنجا گویند کہ آں صفات الٰہی تفصیل یابند۔

دقیقہ (۶) و اعتبارات کیانی مقتضیات اسمائے الٰہی و مرتبۂ ربوبی اند آں را اعیان ثابتہ گویند و ظاہر علم آں را نیز گویند۔ پس دریں دو مرتبہ یعنی صفات الٰہی و اعتبارات کیانی یک مرتبہ جامع است و آں وجود مطلق است اصالتاً و تبعاً حقیقت انسانی است کہ ادم عبارت از وست تا اینجا مراتب ظہور الٰہی بود الکون مراتب ظہور خلقی بیان خواہد شد۔

دقیقہ (۷) اول تعین باعتبار خلقت نہ باعتبار ظہور نور محمدیست نامم او روح اعظم و عقل اول و عقل کل است [illegible] قلم است و ایں جمیع عوالم مختلفہ بمرتبۂ [illegible] و کدرتا بمرتبۂ قطبیہ و ایں را عالم ارواح نامند و فرشتہ کہ در صف اول عالم ارواح است او را روح القدس گویند۔ و آخر او جبرئیل امین است و بالا ایں مرتبہ ارواح ہرچہ مذکور شد در عالم غیب شمردہ اند۔

دقیقہ (۸) پس از یں عالم عالم مثال است و آں عبارت است از ظہور مراتب [illegible] کہ قابل تجزی و تبعیض نیستند کہ آں را خیال متصل نامند ایں ہر حس و حرکت کہ دریں عالم موجود است بواسطۂ اوست یعنی اول فیض فیاض مطلق بعالم ارواح [illegible] بعالم مثال و از و بعالم حس۔

دقیقہ (۹) پس از یں عالم شہادت است و آں عبارت است از عرش رحمان تا مرکز خاک بدیں تفصیل اول عرش۔ پس کرسی۔ و فلک زحل

خود را جبّار تصور کند - و چون بحث پیدا شد که تا ایں زمان باسم ظاہر حق سبحانہ خود را مشاہدہ میکرد - اکنون می خواہد کہ باسم باطن خود را مشاہدہ کند الی مالانہایت - ہرچند ایں اسرار گفتنی نیست - امّا از صاحب بصیرت منع کردنی ہم نہ - و چوں ببیند تصور کند کہ خالق از کتم عدم بر صفحۂ کاغذ حروف در وجود می آرد و ہماں سیاہی بایں لباس مختلف پیدا آید - و آنچہ وراے ایں باشد تجلّی ذاتی برق گویند و آں کم باشد و اگر باشد نادر باشد -

دقیقہ (۱۳) در انسان گویند سمع و در صفات حق سبحانہ گویند اسم حیّ - در انسان گویند گوش آنجا گویند سمیع - در انسان گویند چشم آنجا گویند **بصیر** - در انسان گویند زبان آنجا گویند **کلیم** - در انسان گویند دماغ آنجا گویند **قدیر** - در انسان گویند عقل آنجا گویند **علیم** - در انسان گویند دل آنجا گویند **مرید** - پس انسان خود را بدیں تعینات آنجا رساند یا او از اں مراتب ظہور بانسان رسد اگر در حقیقت بنگری خود بہ بیخود رسد بلکہ لی لی خود بیخودی باز و می نگرد - **بیت**

یار ما ہر ساعتی آید بباز ار دگر ✣ تا بود حسن و جمالش را خریدار دگر
کیسوئے دیگر بپوشد جلوہ دیگر کند ✣ مظہر دیگر نماید بہر اظہار دگر

ظہور کمالات بحق سبحانہ - و شہود تعینات بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم محقق و مقرر باد - **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن** ط فقط

تمّت بعونہٖ و توفیقہٖ

الحمد للہ کہ ایں دقائق عارفانہ و حقائق مرشدانہ کہ کاشف حجب و استار و کافی مہمات اسرار اند بغرض افادہ طالبان حق و مریدان کشف نور مطلق اظہار نمودہ شد ہر کرا ذوق و شوق طریقت و حقیقت نباشد زنہار مطالعہ ایں دقائق نکند تا در ورطۂ حیرت و ضلالت نیفتد کتبہ خادم العلوم و الافتا بالدینی ابو الفضل محمد مخدوم حسینی غفر اللہ و لوالدیہ